خلافت و امامت
صحیحین کی روشنی میں
مؤلف : محمد صادق نجمی
مترجم: محمد منیر خان

کتاب:خلافت و امامت صحیحین کی روشنی میں

مولف محمد صادق نجمی

مترجم: محمد منیر خان

منصب خلافت و امامت فرمان علی علیہ السلام کے پرتو میں:

"ذَرَعُوا الْفُجورَ،وسَقَوه الغُرورَ،وحَصَدُوْا الثُّبُورَ،لایُقاسُ بِآلِ مُحَمَّد ﷺ من هذه اُلامَّةِ اَحَدٌ، وَ لَایُسوَّی بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعَمَتُهم علیه اَبَداً،هُم اَساسُ الدِّین، وَعِمادُ الیقین، اِلیهم یَفِئُ الغَالِی،وبهم یُلْحَقُ التالِی ،ولَهُم خَصائِصُ حَقِّ الوِلَایَةِ، وَ فِیهم الوَصِیَّةُ وَالْوِراثَةُ،اَلْآنَ اِذْرَجَعَ الْحَقُّ اِلیٰ اَهله، ونُقِل اِلیٰ مُنْتَقَلِه!" [1]

انہوں نے فسق و فجور کی کاشت کی ، غفلت و فریب کے پانی سے اسے سینچا اور اس سے ہلاکت کی جنس حاصل کی، اس امت میں کسی کو آل محمد(علیھم السلام) پر قیاس نہیں کیا جاسکتا،جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں ،وہ ان کے برابر نہیں ہوسکتے، وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں ، آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والوں کو ان سے آکر ملنا ہے، حق ولایت کی خصوصیات انھیں کے لئے ہیں،انھیں کے بارے میں پیغمبر ﷺ کی وصیت اور انھیں کے لئے نبی کی وراثت ہے، اب یہ وقت وہ ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آیا اور اپنی صحیح جگہ پر منتقل ہوگیا۔

روش بحث، مقصد اور تین سوال

قارئین کرام !جیسا کہ عنوانِ بحث سے ظاہر ہے کہ آئندہ ہم صحیحین کی ان احادیث کو پیش کریں گے جو خلافت سے متعلق ہیں ، لہٰذا ہمارا مقصد یہاں پر صرف اِن احادیث کا نقل کرنا ہے نہ کہ مسئلہ خلافت کی تحقیق،کیونکہ ہماری کتاب علم کلام کی کتاب نہیں ہے کہ جس میں مسئلہ خلافت کی تحقیق و تحلیل کریں اور فریقین میں سے ایک گروہ کے عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے محکم اور ٹھوس دلائل پیش کریں،یا پھر دوسرے گروہ کے عقیدہ کو ہدف تنقید قرار دے کر حق کو بیان کریں ،بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اہل سنت کی اہم ترین اساسی کتابیں "صحیحین" کے مختلف ابواب میں نقل کردہ وہ حدیثیں جو براہ راست خلافت سے متعلق ہیں،ان کو محترم قارئین کے سامنے پیش کریں، لہٰذا ہمارے اوپر یہ لازم نہیں کہ ہم اِن روایات کے تمام تاریخی جزئیات کو جو ان روایتوں کے بارے میں پائے جاتے ہیں نقل کریں،یا ان کی عمیق ودقیق تحقیق و تنقید کریں ،کیونکہ:

اولاً: یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

ثانیاً :اس بحث کیلئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے اور حسن اتفاق سے اس موضوع سے متعلق ہمارے یہاں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں ، چنانچہ اگر ہم نے کہیں پر خلافت سے متعلق بعض مطالب کو بیان کیا ہے تووہ صرف اپنے مطلوب اور محل بحث احادیث کے مفہوم کی وضاحت کے خاطر ہے نہ کہ موضوع خلافت چھیڑنا ہے، بہر کیف تمہید کے طور پر ہم پہلے تین سوال پیش کرتے ہیں اور ان سوالوں کے جوابات ھر اس شخص سے پوچھنا چاہتے ہیں جو خلافت پر اعتقاد رکھتا ہے۔

مسئلہ خلافت سے متعلق تین سوال

مسئلہ خلافت رسول اسلام کا وہ اساسی ترین مسئلہ ہے جو مسلمانوں کے درمیان ایک،دو،پانچ، دس صدی سے محلِ اختلاف قرار نہیں پایا بلکہ یہ مسئلہ آفتابِ رسالت ﷺ کے غروب ہونے کے بعد ہی اختلاف کی نظر ہوگیا تھا،جیسا کہ عالم اہل سنت جناب شہرستانی اپنی کتاب "الملل و النحل" میں کھتے ہیں:

امت اسلام سب سے زیادہ مسئلہ امامت میں اختلاف کرتی ہے، یعنی مسلمانوں کے درمیان سب سے بڑا مسئلہ امامت اور خلافت کا ہے جو سببِ اختلاف قرار پایا ہے، کیونکہ اسی مسئلہ امامت کی وجہ سے ہزاروں لوگوں کی جانیں گئی ہیں، امامت کے علاوہ اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس میں اس قدر اختلاف اور خونریزی ہوئی ہو:

"اعظم خلاف بین الامة خلاف الامامةاذماسل سیف فی الاسلام علی قاعدة دینیة مثل ما سل علی الامامة فی کل زمان..."[2]

ہمیں اس اختلاف کے وجود میں آنے کی کیفیت اور تاریخ سے کوئی سرو کار نہیں لیکن آیندہ آنے والی احادیث کے لئے تمہید کے طور پر تین مطالب کو بعنوان سوال ذکر کرتے ہیں:

۱۔ جب مسئلہ خلافت و امامت اتنا اہم مسئلہ ہے تو وہ خدا کہ جس نے اسلام کے ماننے والوں کے لئے رسول ﷺ کے ذریعہ چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بیان کیا ہے، جیسے سونا، جاگنا، کھانا، پینا، حمام، غسل کنگھی کرنا، نامحرم عورتوںپر نگاہ ڈالنا ایک لمحہ بھر ہی کیوں نہ ہو، دوسرے کی غیبت کرنا اگرچہ ایک کلمہ کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو،چنانچہ ان احکام کی تعداد واجبات، محرمات، مستحبات اور مکروھات میں بےشمار ہے،یعنی انسان کی زندگی کا کوئی ایسا پھلو ترک نہیں کیا گیا ہے جس میں شریعت کی طرف سے کوئی حکم نہ ہو،تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امامت جیسے اہم مسئلہ کے بارے میں کچھ نہیں کھا گیا ہو؟!اور امت کو بغیر کسی رہبر اورھادی کے چھوڑ کر خدا نے اپنے حبیب کو اپنے پاس بلالیا؟! اگر کھاجائے کہ خدا اور رسول ﷺ نے اس مسئلہ کو خود مسلمانوں کے حوالہ کردیا تھا،تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے جزئیات اور فروعات کو خدا ورسول ﷺ نے خود مسلمانوں کے حوالے کیوں نہ کیا؟! اوران کو خود کیوں بیان فرمایا؟! اور جب جزئی اور فرعی احکام جیسے سر منڈوانا، ناخون کٹوانا، حج و زیارات، پیشاب، پاخانہ کے آداب، ہمبستر ہونے کے آداب وغیرہ میں بھی سکوت اور چشم پوشی کرنا قاعدہ لطف کی بنا پر جائز نھیں،تو پھر یہ کیسے تصور کیا ج اسکتا ہے کہ خدا وند متعال مسلمانوں کے اہم ترین مسئلہ امامت پر سکوت اختیار کرلے گا؟!کیا قاعدہ لطف یھاں پر تقاضہ نہیں کرتا ؟! اور اگر اس نے سکوت اختیار نہیں کیا تو ہمیں اس خلیفہ کانام اور وہ کن شرائط کا حامل ہے اس کا پتہ بتلائیں؟!!اور اگر کوئی خلیفہ تعین نہیں ہوا تو خدا کی ذات ہدفِ تنقید قرار پاتی ہے!! "نعوذ باللہ من ذالک" یہ وہ باتیں ہیں جو اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ رسول

ﷺ نے بحکم خدا ضرور کوئی خلیفہ منتخب کیا تھا اور اگر مان لیا جائے کہ رسول ﷺ نے مقرر نہیں فرمایا تو کم سے کم جو رسول ﷺ کے بعد اس منصب الہٰی کا بوجھ اٹھائے اس کے لئے کچھ شرائط تو ضرور بیان فرمائے ہوں گے؟!!

۲۔ آیات، احادیث اور رسول ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فرزندان توحید ہمیشہ قرآن و احادیث کی شرح و تفسیر، دینی اخلاقی و دنیوی مسائل میں رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے، یھی نہیں بلکہ حوادثات، امور دنیوی اور اپنی زندگی کے جزئی معاملات میں بھی آنحضرت ﷺ کو اپنا ملجا وماوہ سمجھتے اور آپ سے معلومات حاصل کرتے تھے، یھاں تک کہ اپنی پریشانیوں کے حل اور مریضوں کے معالجہ کے لئے بھی رسول ﷺ سے ہی استشفاء کرتے تھے، جیسا کہ صحیح بخاری، سنن ترمذی ا ور صحیح مسلم میں آیا ہے:

"ایک شخص نے رسول ﷺ سے کھا: یا رسول اللہ ﷺ! میرا بھائی پیچش میں بتلا ہے، رسول ﷺ نے فرمایا: اس سے کھو شھد کا استعمال کرے، چند دنوں کے بعد وہ شخص پھر آیا اور کہنے لگا: اے رسول خدا ﷺ! شھد سے میرے بھائی کی ابھی پیچش ٹھیک نہیں ہوئی ہے، رسول ﷺ نے اس سے کھا: شھد کا استعمال جاری رکھے، تیسری مرتبہ پھر اس نے پیچش کی شکایت کی، رسول ﷺ پھر شھد کھانے کی تاکید فرماتے ہیں، یھاں تک کہ اس کی پیچش ٹھیک ہو جاتی ہے۔"[3]

پس یھاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کی ۲۳ سالہ زندگی میں کسی شخص کے ذھن میں یہ سوال نہ آیا اور کوئی بھی صحا بیرسول ﷺ اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہوا کہ رسول ﷺ کے بعد مسئلہ جانشینی کا کیا ہوگا؟! اور نہ ہی کسی مسلمان نے رسول ﷺ سے اس بات کو پوچھا: "اے رسول! ﷺ آپ نے اسلام کو خون دل دے کر پروان تو چڑھایا ہے مگر اس کی حفاظت آپ کے بعد کون کرے گا؟! ہم لوگ آپ کی وفات کے بعد اپنے مسائل کے بارے میں کس طرف رجوع کریں گے؟!!"

آخر تمام مسلمانوں پر غفلت کا پردہ کیوں پڑا رہا؟! جبکہ سب لوگ یہ جانتے تھے کہ رسول ﷺ بھی بشر ہیں لہٰذا آپ ﷺ کو بھی موت سے ہمکنار ہونا ہے، چنانچہ ان آیتوں کو اس

وقت کے سبھی مسلمان سنتے اور پڑھتے ہوں گے: (اِنَّکَ مَیِّتٌ وَ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْن)۔[4] اے میرے حبیب آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ لوگ تو مریں گے ہی (أَفَا۟ئِنْ مَّاۤ اَوْقُتِلَ اِنْقَلَبْتُمْ عَلیٰ اَعْقَابِکُم)۔[5] پھر کیا اگر (محمد ﷺ) اپنی موت سے مرجائیں، یا مار ڈالے جائیں، تو تم الٹے پاوں (اپنے کفر کی طرف) پلٹ جاو گے

اور دوسری جانب سب لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ مسئلہ خلافت انسان کی دنیاوی اور اخروی زندگی سے جڑا ہوا ہے یعنی یہ وہ مسئلہ ہے جو نبوت کی طرح انسان کی زندگی میں عمیق اثر رکھتا ہے، اس کے بغیر نہ انسان کی دنیاوی زندگی کامیاب ہو سکتی ہے اور نہ ہی اخروی، اس کے بغیر نہ روح انی کمال تک پہنچا جاسکتا ہے اور نہ مادی اور سب سے زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ خود رسول ﷺ کو

بھی فکر نہ ہوئی کہ میں نے اتنی محنتوں سے اسلام کو پھیلایا ہے لیکن اس کا محافظ میرے بعد کون ہوگا؟!اس کا اتاپتہ نہیں ! پس نہ رسول کو فکر ہوئی اور نہ ہی اس بارے میں کسی نے ۲۳ سال کے اندر آپ سے سوال کیا !!

۳۔ خداوند متعال وصیت کے سلسلے میں ارشاد فرماتا ہے:

(كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَ ا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِن تَرَكَ خَيراً نِ الوَصِيَّةُ لِلوَالِدَيْنِ والاَقرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقّاً عَلَى المتَّقِينَ) [6]

مسلمانو!تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت واقع ہونے والی ہو بشرطیکہ مرنے والا کچھ مال چھوڑ جائے تو ماں باپ اور قرابتداروں کے لئے اچھی وصیت کرے ،جو خدا سے ڈرتے ہیں ان پر یہ ایک حق ہے۔

اسی طرح خودرسول ﷺ اسلام اس وظیفہ وصیت کے بارے میں ارشادفرماتے ہیں :

"قال ﷺ :ماحق امرءٍمسلم لہ شیءیوصی فیہ یبیت لیلتین،الاووصیتہ مکتوبۃ عندہ۔"

ایک مسلمان مرد کا اہم ترین وظیفہ یہ ہے کہ وہ دو راتیں نہ گزارے مگر اپنے لئے وصیت نامہ تیار کر کے رکھ لے۔[7]

عبد اللہ ابن عمر کھتے ہیں :

میں نے اس مطلب کو جب سے رسول ﷺ سے سنا ہے تب سے کوئی بھی رات ایسی نہیں گزری مگر میرا وصیت نامہ میرے ساتھ تھا۔[8]

محترم قارئین!جب قرآن او راحادیث سے ثابت ہے کہ وصیت کرنا ایک ضروری امر ہے توپھر عقل اس بات کو کیسے تسلیم کر سکتی ہے کہ جو رسول ﷺ دوسروں کے حق میں وصیت کے لئے اس قدر تاکید کرے وہ خود وصیت کئے بغیرچلا جائے گا؟! کیا یہ کھا جاسکتا ہے کہ رسول ﷺ نے کسی کے لئے وصیت نہیں کی تھی ؟!جب کہ آپ کے لئے وصیت کرنا اشد ضروری تھا ؟!کیونکہ رسول ﷺ ایک اہم ثروت و ترکہ(دین اور قوانین الٰھیہ)کو چھوڑ کر جارہے تھے، اس سے زیادہ قیمتی اور کوئی ترکہ ہوھی نہیں سکتا تھا ، لہٰذا ان کی حفاظت تو بھت ہی ضروری تھی، ان کے لئے ایک ولی اور سرپرست ہونا بیحد لازمی تھا ،ان شرائط کے باوجود اگر رسول ﷺ اپنے بعد ملت ِمسلمہ اوردین اسلام کا کوئی محافظ نہ چنیں تو گویا کہ آپ نے سارے جھان کو لاوارث چھوڑدیا!کیا ہمارا وجدان آنحضرت ﷺ جیسے دور اندے ش اور زیرک ترین شخص کے لئے یہ سوچ سکتا ہے کہ آپ کی عقل ِکامل اس اہم ترین گوشہ کی طرف کبھی متوجہ ہی نہیں ہوئی ! جس کی وجہ سے آپ نے اپنے بیش قیمت ترکہ(قوانین الٰھیہ) اورملت ِمسلمہ بلکہ سارے جھان کو بغیر ولی اور سرپرست کے یونھی چھوڑ دیااور کسی طرح کا انتظام نہیں کیا ؟!! قطع ِنظر حکم ِعقل و وجدان کے یہ بات بھی تاریخ اسلام سے ثابت ہے کہ جب رسول ﷺ کسی جنگ میں کوئی لشکر بھیجتے تھے تو اس کا ایک رھبر اور سپہ سالار معین فرماتے تھے اور اس کے ساتھ یہ بھی تاکید کر دیتے تھے کہ اگر فلاں شخص شھید ہو جائے تو فلاں کو اپن ا سپہ سالارچن لینا اور اگر وہ بھی

شھید ہو جائے تو فلاں کو سردار منتخب کر لینا، وغیرہ وغیرہ، اسی طرح یہ بات تاریخ میں مسلم الثبوت ہے کہ آنحضرت نے اپنی تدفین، غسل اور ادائیگیقرض کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کردی تھی، لہٰذا ان تاکیدات کے باوجودیہ کیسے سوچا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے خلافت کے لئے کسی کے حق میں وصیت نہیں کی تھی؟!پس جو رسول ﷺ قرض،دفن اور کفن جیسے جزئی مسئلہ کو نہ بھولے وہ خلافت جیسے اہم مسئلہ کو کیسے بھول جائے گا؟!! العجب ثم العجب۔

محترم قارئین! ان سوالوں کا جواب اہل سنت نہیں دے سکتے ہیں، ان کا جواب صرف مذھب اہل تشیع کے نزدیک واضحا ور روشن ہے، کیونکہ یہ وہ مذھب ہے جو عقیدہ رکھتا ہے کہ نہ خدا و رسول ﷺ نے اور نہ ہی رسول ﷺ کی زندگی میں مسلمانوں نے اس مسئلہ خلافت کے بارے میں سکوت اختیار کیا اور نہ ہی اسکے اظھار سے امتناع کیا اور نہ تساہلی سے کام لیا بلکہ جس روز سے رسول ﷺ مبعوث برسالت ہوئے اسی دن سے آپ کو مامور کیا گیا تھا کہ آپ نبوت کے ساتھ ساتھ منصب خلافت کے حقدار کا بھی لوگوں کے درمیان اعلان کردیں، چنانچہ رسول اسلام ﷺ نے بھی اس بارے میں کسی طرح کا ابھام نہیں چھوڑا، بلکہ آپ نے ھر جگہ اپنے متعدد خطبات و بیانات میں اپنی جانشینی کے مسئلہ کو پیش کیا اور جو لوگ آپ کے بعد منصبِ خلافت کے حقدار تھے، ان کی پہچان کروائی چنانچہ اوائلِ بعثت میں جب آیہ وَاَنذِرْ عَشِیرَتَکَ الاَقْرَبِینَ نازل ہوئی تو رسول اسلام ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو دعوت پر بلایا اور کھانے کے بعد آپ نے تقریر کرنا چاہی، لیکن ابو لھب نے یہ کہہ کر مجمع کو بھکا دیا کہ آپ ساحر ا ور جادو گر ہیں، کوئی ان کی باتیں نہ سنے، مجمع متفرق ہوگیا، لہٰذا رسول اسلام ﷺ نے دوسرے دن پھر بلایا اور کھانے کے بعد تقریر کرنا شروع کردی اور اپنی تقریر میں پیغام وحی سنایا اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کیلئے اپنی طرف سے جانشین ا ور خلیفہ ہونے کا اعلان کیا اور بعض لوگوں کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی کا مسئلہ مضحکہ خیز بھی قرار پایا کہ ابھی ان کی نبوت کو کوئی مانتا نہیں اور انھیں دیکھو!جانشینی کا اعلان ابھی سے کررہے ہیں؟!

"فاخذ رقبتی (علی ؑ) ثم قال : ان ھٰذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له و اطیعوا قال: فقام القوم یضحکون..."(9)

کیونکہ وہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ ابھی کسی نے ان کی نبوت قبول نہیں کی تو جانشین کو کیسے قبول کریں گے، لیکن رسول ﷺ پھلے ہی مرحلے میں ظاہر کردینا چاہتے تھے کہ جانشینی کا حق علی ؑ و اولاد علی ؑ کا ہے، لہٰذا جو بھی میرا دین قبول کرے وہ اس لالچ میں قبول نہ کرے کہ آئندہ آپ اسے رھبری کا عھدہ سپرد کردیں گے! کیونکہ منصبِ خلافت و ولایت ھر کس و ناکس کو نہیں ملتا بلکہ اس کا وھی حقدار ہے جس کا خدا نے انتخاب کیا ہو۔

اسی طرح آپ ﷺ نے غدیر کے بے آب وگیاہ چٹیل میدان اور رچلچلاتی دھوپ میں آگے جانے والے اور پیچھے رہ جانے والے حجاج کو بلا کر اپنے آخری حج کے بعد بحکم خدا "من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ" کہہ کر حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا اعلان فرمایا۔

اور جب آپ کی عمر کے آخری لمحے گزر رہے تھے، جب آپ کی پےشانی پر موت کا پسینہ آچکا تھا، اس حساس موقع پر بھی آپ نے اس اہم مسئلہ کو فراموش نہیں کیا، چونکہ آپ کی نظروں میں اللہ کا دین وآئین گردش کررھا تھا، لہٰذا آپ کے سامنے اس امت کی سرنوشت مجسم تھی کہ جس کی ہدایت میں آپ نے شدید سے شدید مشقتیں اٹھائیں تھیں، لہٰذا آپ نے حکم دیا کہ مجھے قلم و دوات دیدو تاکہ میں ایک ایسی چیز (مسئلہ جانشینی) لکھتا جاؤں، جو میرے بعد تم کو گمراہ ہونے سے بچالے۔[10]

اور کبھی آپ ﷺ منبر پر تشریف لے جاتے اور فرماتے تھے:

"اِنیّ مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ماان تمسکتم بھما لن تضلوا ابداً"

اور کبھی اپنے حقیقی خلفاء کے اسم لیتے اور لوگوں کے سامنے ان کا تعارف کراتے، کبھی ان کی تعداد بیان فرماتے: الخلفاء بعدی اثنی عشر اور کبھی ان آیات کو پڑھتے تھے جو آپ کے خلفاء کی شان میں نازل ہوئیں، کبھی آپ ارشاد فرماتے تھے:

"یا علی انت منی بمنزلةھارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی"۔

کبھی اپنے بعد آئندہ اسلام میں ہونے والی بدعتوں کا تذکرہ کرکے اپنے گھرے افسوس کا اظہار کرتے تھے جو ناحق خلافت کی وجہ سے وجود میں آئیں گی۔

چنانچہ چودہ صدیوں سے ظالم اور جابر حکومتیں مسئلہ خلافت کو دھندلا اور حقائق کو پوشیدہ کرنے کی سعی لاحاصل کئے جارھی ہیں، حقائق کو چھپانے میں اپنی تمام تر قوتیں صرف کردیں، اپنے تمام وسائل اس مسئلہ میں استعمال کرلئے کہ خلافت کو اس کے حقیقی اور واقعی محور و مرکز سے ہٹا کر دوسری جگہ لیجائیں اور اس کو اصلی لباس سے برھنہ کرکے اس لباس میں پیش کریں جو باطل کا خود بافتہ و ساختہ ہے، لیکن جسے خدا رکھے اسے کون چکھے، آج بھی سنیوں کی اصلی اورمدرک کی کتاب صحیح بخاری، صحیح مسلم کے مختلف ابواب اسی طرح مسلمانوں کی دیگر معتبر کتابوں میں ایسی ایسی روایات موجودہیں جن سے صحیح واقعیات و حقائق اور حضرت علی اور بقیہ آئمہ علیھم السلام کی خلافت بِلا فصل کا اثبات ہوتاہے جو شیعوں کا عیں ہ ہے، البتہ صحیحین کے مولفین نے کافی کوشش کی ہے کہ ایسی کوئی حدیث نقل نہ کریں جس سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی خلافت کا اثبات ہوسکے، مگر:

"وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے"

چنانچہ آئندہ فصلوں میں پہلے ہم ان احادیث کو ذکر کریں گے جو اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت کے سلسلے میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منقول ہیں، اس کے بعد صحیحین میں نقل کردہ روایات کے مضمون کے مطابق خلفاء کا تعارف پیش کریں گے۔

۱۔ خاندان رسالت کے فضائل صحیحین کی روشنی میں

۱۔ آیت تطہیر اور اہل بیت پیغمبر ﷺ

۱۔"قالت عائشة:خرج النبی ﷺ غداة وعلیه مرط مرحل من شعراسود، فجاء الحسن ابن علی،فادخله،ثم جاء الحسین،فدخل معه،ثم جاأت فاطمة سلام الله علیهافادخلها،ثم جاء علی،فادخله،ثم قال: (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهل الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطَهِیْرًا) [11]

حضرت عائشہ کھتی ہیں :

ایک مرتبہ حضرت رسول خدا ﷺ بوقت صبح گھر سے اس حالت میں خارج ہوئے کہ آپ کالی چادر اوڑھے ہوئے تھے ، اسی ہنگام حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے، آپ نے شہزادے کو زیرچادر داخل کرلیا ، اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام آئے ، وہ بھی زیر چادر آپ کے ساتھ داخل ہو گئے ،اس کے بعد حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام تشریف لائیں ، آپ ﷺ نے ان کو بھی زیرچادر داخل کرلیا، اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام آئے ، آپ ﷺ نے انھیں بھی زیر چادر بلا لیا، اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی:

(اِنَّمَا یُرِیْدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهل الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطَهِیْرًا) [12]

اور اللہ کا ارادہ ہے کہ اے اہل بیت نبی! تم کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے اور ہر رجس و خباثت سے دور رکھے۔

مذکورہ حدیث مسلم کے علاوہ اہل سنت کی کتب تفاسیر و احادیث میں تواتر کے ساتھ نقل کی گئی ہے، جیسا کہ ہم نے بحث "رسول ﷺ خدا ازنظر آیات و احادیث" میں اس جانب اشارہ کیا تھا ۔

بھرکیف اس آیت کے رسول وآل رسول علیہم السلام کی شان میں نازل ہونے کے بارے کوئی شک وشبہ نہیں چنانچہ جلد اول میں ہم نے اس آیت کے ذیل میں سنیوں کے بعض مدارک کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسی جگھاس نکتہ کو بیان کیا کہ اس آیت کے ذریعہ خدا وند متعال نے اہل بیت علیہم السلام کو ھر گناہ سے پاک رکھنے کی ضمانت لی ہے اور آپ کو معصوم قرار دیا ہے اور یہ کہ آیت ِتطہیر اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کبھی سہواً بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے کیونکہ سھو و نسیان حکم تکلیفی (عقاب) کو تو برطرف کر سکتے ہیں لیکن رجس اور حرمت کے اثر وضعی اوراس کی ذاتی نجاست کو مرتفع نہیں کر سکتے۔

۲۔ اہل بیت علیہم السلام اور آیہ مباہلہ

۲ ,,...عن عامر بن سعدبن وقاص عن ابیه؛قال:امرمعاویة بن ابی سفیان سعداً:فقال:ما منعک ان تسب ابا تراب؟فقال:اماما ذکرت ثلاثاً قالهن له رسول الله ،فلن اسبه،لان تکون لی واحده منهن احب الی من حمر النعم ، سمعت رسول الله ﷺ یقول له خلفه فی بعض مغازیه،فقال علی:یارسول الله ﷺ !خلفتنی مع النساء والصبیان؟فقال له رسول الله ﷺ :'' اَمَاْ تَرَضیٰ انْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَاْرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّااَنَّہُ لَانَبُوَّةَ بَعْدِیْ''وسمعته یقول یوم خیبر:'' لاعطین الرایة رجلاًیحب الله ورسوله و یحبه الله ورسوله''قال فتطاولنا لھا،فقال:ادعوا لی علیا،فاتی به ارمد، فبصق فی عینه،ودفع الرایة الیه، ففتح الله علیه،ولما نزلت هذه الآیه: ... (فَقُلْ تَعَاْلَوْا نَدْعُ أَبْنَآئَنَاْ وأَبْنَآئَکُم) ... [13] دعیٰ رسول ﷺ الله عَلِیاًّ،وفاطمة،وحسناوحسیناً، فقال:اَللّٰھُمَّ ھٰولآءِ اَھلی'' [14]

ایک روز معاویہ ابن ابی سفیان نے سعد بن ابی وقاص سے کھا: تجھے کس چیز نے روکا ہے کہ ابو تراب (علی ؑ) کو گالی نہیں دیتا؟!" سعد بن ابی وقاص نے کھا: رسول ﷺ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ایسی تین فضیلتیں بیان کی ہیں جب بھی وہ فضیلتیں مجھے یاد آجاتی ہیں تو میں گالی دینے سے باز رھتا ہونؔاور اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی میں رکھتا ہوتا تو میرے لئے وہ سرخ اونٹوں سے بھتر ہوتی اور وہ تین فضیلتیں یہ ہیں:

۱۔ حضرت علی ؑ ھارون امت محمدیہ :ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ کسی ایک جنگ میں جانے کے لئے آمادہ ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام کومدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا، اس وقت حضرت علی ؑ نے رسول ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے آپ بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں ؟ اس وقت میں نے اپنے دونوں کانوں سے سنا کہ رسول ﷺ نے فرمایا:" اے علی ؑ !کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تمھاری منزلت میرے نزدیک وھی ہے جو موسی ؑ کے نزدیک ھارون ؑ کی تھی ،بس فرق اتنا ہے کہ تم میرے بعد پیغمبر نھیں ہو لیکن ھارون ؑ ، موسیٰ ؑ کے بعد پیغمبر تھے"۔

۲۔ مردِ میدان خیبر:اسی طرح جنگ خیبر کے روز میں نے رسول ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

"کل میں یہ علم اس شخص کو دوں گا جو مرد ہوگا اور اللہ و رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہوگا اور اللہ و رسول ﷺ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔"

سعد ابن ابی وقاص معاویہ سے کھتے ہیں :ھم سب لوگ اس دن اس علم کی تمنا رکھتے تھے، لیکن رسول ﷺ خدا نے فرمایا: علی ؑ کو میرے پاس بلاو !حضرت علی علیہ السلام کو آپ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ آپ ؑ کی آنکھیں درد میں مبتلا تھیں ، رسول ﷺ نے اپنا لعاب دھن علی ؑ کی آنکھوں میں لگایا اور علم دے دیا، چنانچہ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کے ھاتھوں جنگ خیبر میں اسلام کو کامیابی عطا فرمائی ۔

۳۔ مصداق آیہ مباھلہ: جو میں نے دھن رسول ﷺ سے سنی وہ یہ ہے کہ جب آیہ مباہلہ (فَقُلْ تَعَالَوْانَدْعُ اَبنَائَنَاوَاَبنَائَکُمْ) نازل ہوئی تو رسول ﷺ نے علی، فاطمہ ، حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں ۔

۳۔ حدیث غدیر اور اہل بیت علیہم السلام

حدثنی یزید بن حیان؛ قال:انطلقت اناوحُصَین بن سَبْرَةَوعمر بن مسلم، الی زید بن ارقم،فلمّا جلسنااليه، قال له حُصَین: یازید !لقد لقیت خیرا کثیرا، رأیت رسول ﷺ الله، وسمعت حدیثه،وغزوت معه،و صلیت خلفه، لقد لقیت یا زیدُ !خیرا کثیراً، حدثنا یا زید! م ا سمعت من رسول ﷺ الله، قال یابن اخی:والله لقد کَبِرت سنی،وقَدُمَ عهدی،و نسیت بعض الذی أعِی من رسول ﷺ الله، فماحدّثُتکم فاقبلوا،ومالا،فلاتکلفونیهثم قال:قام رسول ﷺ الله یوما فینا خطیباًبماءٍ یُدْعیٰ خماًبین مکة و المدینة، فحَمِد اللهَ و اَثْنیٰ علیه و وعظ و ذکَّر،ثم قال: اَما بعدُ:الَاَ یا ایها الناس! فانما انا بشر یوشک ان یأتِیَ رسول ﷺ ربی، فاُجیب،و اَنَا تارِکٌ فِیْکُمُ ثَقَلَیْن اَوَّلُهُماَ کتاَبُ الله ،فِیْهِ الهُدیٰ وَ النُّورِ، فَخُذُوا بکِتاَب اللهِ وَاسْتَمْسِکُوُاْ به، فَحَث بِکِتاَبِ الله وَ رَغَّبَ فِیْهِ، ثم قاَلَ: وَ اَهل بَیْتِی اُذَکِّرُکُمُ الله فی اَهل بَیْتِی اُذَکِّرُ کُمُ الله فیِ اَهل بَیْتِی اُذَکِرُکُمُ الله فِی اَهل بَیْتی ثلاَثاً،فقال له حصین :و من اهل بیته؟ یازید !أَلَیس نسائُه من اهل بیته؟ قال: نسائه من اهل بیته، و لکن اهل بیته من حُرِم الصّدقة بعده ،قال :و من هم؟ قال: هم آلُ عَلی،وآل عقیل، و آل جعفر،وآل عباس، قال: کل هٰولاء حُرِم الصدقةُ،قال: نعم...''

مسلم نے روایت کی ہے کہ یزید بن حیاّن کہتے ہیں:

ایک مرتبہ میں و حُصَین بن سبرہ اور عامر بن مسلم، زید بن ارقم کے پاس گئے اور زید بن ارقم کی مجلس میں بیٹھ گئے، حصین زید سے اس طرح گفتگو کرنے لگے:

"اے زید بن ارقم !تونے خیر کثیر کو حاصل کیا ہے کیونکہ تو رسول خدا ﷺ کے دیدار سے مشرف ہو چکا ہے اور حضرت ﷺ کی گفتگو سے لطف اندوز ہوچکاہے، تونے رسول ﷺ کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی اور حضرت ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی اس طرح تونے خیر کثیر کو حاصل کیا ہے لہٰذا جو تونے رسول ﷺ سے سنا ہے اسے ہمارے لئے بھی نقل کر!زید بن ارقم کہتے ہیں: اے برادر زادہ !اب تو میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور میری عمر گزر چکی ہے، چنانچہ بہت کچھ کلام رسول ﷺ میں فراموش کرچکا ہوں، لہٰذا جو بھی کہہ رہا ہوں اسے قبول کرلینا اور جہاں سکوت کرلوں اصرار نہ کرنا، اس کے بعد زید بن ارقم کہتے ہیں: ایک روز رسول اسلام ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان میدان غدیر خم میں کھڑے ہوئے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور بعد از حمد و ثنا و موعظہ و نصیحت فرمائی: اے لوگو! میں بھی تمھاری طرح بشر ہوں لہٰذا ممکن ہے کہ موت کا فرشتہ میرے سراغ میں بھی آئے اور مجھے موت سے ہم کنار ہونا پڑے ،(لیکن یہ یاد رکھو) یہ دو گرانقدر امانتیں میں تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی کتاب خدا ہے جو ہدایت کرنے والی اور روشنی دینے والی ہے، لہٰذا کتاب خدا کا دامن نہ چھوٹنے پائے اس سے متمسک رہو اور اس سے بھرہ مند رہو، اس کے بعد آپ نے فرمایا:

اے لوگو!دوسری میری گرانقدر امانت میرے اہل بیت ؑ ہیں اور میرے اہل بیت ؑ کے بارے میں خدا سے خوف کرنا اور ان کو فراموش نہ کرنا (یہ جملہ تین مرتبہ تکرار کیا)زید نے جب حدیث تمام کردی، تو حصین نے پوچھا: اہل بیت رسول ﷺ کون ہیں جن کے بارے میں اس قدر سفارش کی گئی ہے؟ کیا رسول ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں داخل ہیں ؟

زید ابن ارقم نے کہا: ھاں رسول ﷺ کی بیویاں بھی اہل بیت ؑ میں ہیں مگر ان اہل بیت ؑ میں نہیں جن کی سفارش رسول ﷺ فرمارہے ہیں ، بلکہ یہ وہ اہل بیت ؑ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

حصین نے پوچھا : وہ کون حضرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے؟زید بن ارقم نے کہا :وہ اولاد علی ؑ ، فرزندان عقیل و جعفر و عباس ہیں !حصین نے کہا: ان تمام لوگوں پر صدقہ حرام ہے ؟ زید نے کہا ھاں۔[15]

عرض مولف

اس حدیث کو مسلم نے متعددسندوں کے ساتھ اپنی صحیح میں نقل کیا ہے لیکن افسوس کہ حدیث کا وہ جملہ جو غدیر خم سے متعلق تھاحذف کردیا ہے، حا لانکہ حدیث غدیر کے سیکڑوں راویوں میں سے ایک راوی زید بن ارقم بھی ہیں جو یہ کہتے تھے :

اس وقت رسول ﷺ نے فرمایا : خدا وند متعال میرا اور تمام مومنین کا مولا ہے، اس کے بعد علی ؑ کا ھاتھ پکڑا اور فرمایا :جس کا میں مولا ہوں یہ علی ؑ اس کے مولا و آقا ہیں ، خدایا ! جو اس کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو اس کو دشمن رکھے تو اس کو دشمن رکھ۔[16]

البتہ زید بن ارقم نے اپنے عقیدہ کے لحا ظ سے اہل بیت ؑ کے مصداق میں بھی فرق کر دیا ہے، حا لانکہ خود رسول ﷺ نے اہل بیت ؑ سے مراد آیہ تطھیر اور آیہ مباہلہ کے ذیل میں بیان فرما دیا ہے،جیساکہ آپ نے آیہ تطھیر کی شانِ نزول کے ذیل میں گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا ۔

شدید تعصب کی عینک

واقعہ غدیر خم اور حدیث ثقلین ان موضوعات و واقعات میں سے ہیں جن کو علمائے اہل سنت نے اپنی معتبر اور بنیادی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، سینکڑوں کتب تاریخ وحدیث اور تفسیر میں علمائے اہل سنت نے ان واقعات اور روایات کودسیوں سند کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے، لیکن امام بخاری اور مسلم کی کوتاہ نظری یہ ہے کہ (جیسا کہ ہم نے جلد اول میں بیان کیا) آپ حضرات نے اپنی آنکھوں پر ایسی تعصب کی عینک لگائی کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی بنیادی اور روز روشن کی طرح واضح و آشکار فضائل جیسے حدیثِ غدیر خم ، وحدیثِ ثقلین وغیرہ نظر نہ آئے !!چنانچہ جو حدیث صحیح مسلم میں آئی ہے اس میں مسلم نے تاریخ اسلام کے مشہور واقعہ غدیر کے بعض حصے توڑ مروڑ کر ذکر کئے ہیں ۔

مناسب ہے کہ ہم اس جگہ عالم اہل سنت امام غزالی ابوحامد کے قول کو نقل کردیں جو ہماری گفتگو سے مربوط ہے ،آپ فرماتے ہیں :

اہل سنت کے اکثر علماء نے رسول ﷺ کے اس قول کو نقل کیا ہے جسے آپ ﷺ نے میدان غدیر میں صحابہ کے جم غفیر کے درمیان ارشاد فرمایا: "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَاْ عَلِيٌّ مَوْلَاهُ"

اس کے بعد تحریر کرتے ہیں :

بنی کے اس جملے کے بعد حضرت عمر اٹھے اور فرمایا:

"بخ بخ لک یا امیرالمو منین اصبحت مولای و مولا کل مومن و مو منة"

مبارک ہو مبارک ہو اے مومنوں کے امیر(علی علیہ السلام) آج آپ میرے اور تمام مومنین مرد وعورت کے مولا بن گئے ۔

امام غزالی فرماتے ہیں :

اس جملہ کا مفہوم حضرت عمر کا علی علیہ السلام کو حاکم مانتے ہوئے ان کی حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے، لیکن بعد میں حب ِریاست اور پرچم ِخلافت کے اٹھانے کے شوق نے ان کو آلیا اور لشکر کشی اورفتوحات کی حرص نے کاسہ ہوا وہوس کو ان کے ھاتھوں میں تھمادیا اور اس طرح یہ اسلام سے منحرف ہوکر زمانہ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے اور رسول ﷺ کے ساتھ جو عھد و پیمان (غدیر میں)کیا تھا،اس کو فراموش کر کے قلیل قیمت میں فروخت کردیا یہ کتنا برا سودا ہے:

< (فبئس ما یشترون) >"ثم بعد هٰذا غلب الھوی لحب الریاسة و حمل الخلافة ، عقود البنود وخفقان الھوی "(17)

۴۔ اہل بیت علیہم السلام "صلوات" میں شریک ِرسول ﷺ ہیں

اہل سنت کی متعدد کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت رسالتمآب ﷺ نے تمام مسلمانوں کو حکم فرمایا ہے: جب آپ ﷺ پر صلوات بھیجی جائے تو آپ کے اہل بیت علیہم السلام کو بھی صلوات میں ضرور شریک کیا جائے ،یعنی تنہا رسول ﷺ پر صلوات بھیجنا صحیح نہ ہوگا ،جب تک کہ آپ کے اہل بیت علیہم السلام پر صلوات نہ بھیجی جائے گی،اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مقام نبوت کی تعظیم وتکریم کے ساتھ ساتھ اہل بیت علیہم السلام ِعصمت و طھارت کی بھی تعظیم وتکریم لازم ہے اوراس معاملہ میں آپ ﷺ کے اور آپ کے خاندان کے درمیان کسی بھی طرح کا فاصلہ کرنا صحیح نہیں ہے ، چنانچہ کتب اہل سنت میں ایسی بھت ساری روایات موجودہیں ، لیکن ہم صرف صحیحین سے چند نمونے پیش کرتے ہیں :

۱,,...حدثنا الحکم ؛قال: سمعت عبد الرحمٰن بن ابی لیلی؛ قال: لقینی کعب بن عجرة فقال:الااھدی لک ھدیةً ؟ان النبی ﷺ خرج علینا فقلنا، یا رسول اللہ ! لقد علمنا کیف نسلم علیک،فکیف نصلی علیک ؟ فقال ﷺ : قولوا!''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍوعَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ ،کَمَاْصَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَاْرِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّد،کَمَاْ بَاْرَکْتَ عَلٰی آلِ اِبرَاْھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ''

حکم نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے نقل کیا ہے :

(ایک دن) کعب ابن عجرہ سے میری(عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ) ملاقات ہوئی، تو اس نے مجھ سے کہا : کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے ایک تحفہ پیش کروں؟ وہ تحفہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول ﷺ خدا ہمارے درمیان تشریف لائے، ہم لوگوں نے سلام کیا اور پوچھا:یا رسول اللہ ﷺ !ھم نے آپ پر سلام کرنا تو سمجھ لیا !مگر صلوات کس طرح بھیجی جائے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

'' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَاْصَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبرَاھِیْمَ،اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَاْرِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَاْ بَاْرَکْتَ عَلٰی آلِ اِبرَاْھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ''

'' اے میرے معبود !رحمت نازل کر محمد وآل محمد پر، جس طرح تو نے رحمت نازل کی ابراہیم کی آل پر، بے شک تو بزرگ اور قابل حمد ہے، اے میرے معبود! اپنی برکت نازل فرما محمد وآل محمد پر، جس طرح تو نے ابراہیم کی آل پر نازل کی ، بے شک تو صاحب مجد اور لائق تعریف ہے۔''(18)

۲,,... عن ابی مسعود الانصاری؛قال: أتانارسول اللہ ، ﷺ ونحن فی مجلس سعد بن عبادة ،فقال لہ بشر بن سعد،امرنا اللہ عزّوجلّ ان نصلی علیک یارسول اللہ ! ﷺ قال:فسکت رسول اللہ ،حتی تمنینا انہ لم یسئلہ،ثم قال رسول اللہ ﷺ : قولوا: اَللّٰھمَّ صَلّ علی مُحَمَّد وعلی آل مُحَمَّد ،کما صلیت علی آل ابراھیم،وبارک علیٰ مُحَمَّدوعلیٰ آل مُحَمَّد،کما بارکت علیٰ آل ابراھیم فی العالمین،انک حمید مجید ،والسلام کما علمتم''

مسلم نے ابو مسعود انصاری سے نقل کیا ہیکہ ابو مسعود کھتے ہیں :

ھم سعد بن عبادہ کی نشست میں بیٹھے تھے کہ رسول ﷺ تشریف لائے ،تو بشر بن سعد نے کھا : یا رسول اللہ ﷺ !ھم کو خدا نے آپ پر صلوات بھیجنے کا دستور دیا ہے، مگر ہم کس طرح صلوات بھیجیں ؟

ابو مسعود کھتے ہیں :

رسول ﷺ نے اس وقت سکوت فرمایا اور اتنی دیر ساکت رہے کہ ہم نے کھا : کاش بشر یہ سوال نہ کرتا، اس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا: صلوات اس طرح بھیجو :

'' اللّٰھم صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ کَمَاْ صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبرَاْھِیْمَ وَبَارِکْ عَلیٰ مُحَمَّدٍوَّ عَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلیٰ آلِ اِبْرَاھِیْمَ فِیْ العَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ''

اور سلام اسی طرح بھیجو جو تم جانتے ہو۔[19]

عرض مولف

اہل سنت کی کتب صحاح و مسانیداور تواریخ و تفاسیرمیں دسیوں حدیثیں رسول ﷺ اور آل رسول ﷺ پر صلوات بھیجنے کے طریقہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اوران سب میں جامع ترین تفسیر، دُرِ منثور (سورہ احزاب کی تفسیر میں) ہے۔

لیکن آنحضرت ﷺ کی آنکھیں بند ہونے کے بعد حکومت اور جاہ طلبی نے اس قدر مسلمانوں کو اندھا کردیا کہ جتنا ہو سکتا تھا اہل بیت علیہم السلام کے فضائل کو چھپایا جانے لگا !چنانچہ صلوات میں بھی دھیرے دھیرے اہل بیت ﷺ کے نام کو حذف کرکے، صرف رسول ﷺ پر ناقص اور دم بریدہ صلوات بھیجنے پراکتفاء کرنے لگے، حالانکہ رسول ﷺ خدانے ایسی صلوات بھیجنے سے بارہا منع فرمایا تھا، مگر افسوس آج بھی مسلمانوں کی یہی سیرت ہے کہ رسول ﷺ پر دم بریدہ صلوات بھیج کر دشمنی اہل بیت علیہم السلام کا کھلم کھلا ثبوت دے رہے ہیں، جب کہ علمائے اہل سنت کی آنکھوں کے سامنے آج بھی یہ حدیثیں موجود ہیں، بلکہ خود یہ لوگ ان حدیثوں کو نقل بھی کرتے ہیں، لیکن عملی میدان میں اپنی گفتگو اور تحریروں کے اندر ان احادیث کے مضمون اور حکم رسول ﷺ کی صریحا مخالفت کرتے ہوئے رسول ﷺ پر صلوات بھیجنے کے بارے میں اپنے اباواجداد کی سنت پر عمل کرتے ہیں! لہٰذا اس جگہ دقت کرنے سے ہماری سمجھمیں صرف ایک ہی چیز آتی ہے اوروہ ہے اپنے آباو اجداد کی طرحا ھل بیت علیہم السلام کے بارے میں شدید تعصب میں بتلا ہونا!

(<وَاِذَاْ قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاْ اَنْزَلَ الله قَاْلُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاْ وَجَدْنَاْ عَلَيْهِ آبا ئَنَاْ اَوَ لَوْكَاْنَ الشَّيْطَاْنُ يَدْعُوْهُمْ الىٰ عَذَاْبِ السَّعِيْرِ>)[20]

" اورجب ان سے کھا جاتا ہے: جوکتاب خدانے نازل کی ہے اس کی پیروی کرو، تو وہ (چھوٹتے ہی یہ) کھتے ہیں: نہیں ہم تو اسی طریقہ پرچلیں گے جس پر ہم نے باپ داداؤں کو پایا، بھلا اگرچہ شیطان ان کے باپ داداؤں کو جھنم کے عذاب کی طرف بلاتارھا ہو، تو پھر کیا وہ ان کی پیروی کریں گے۔"

۵۔ کتب اہل سنت میں بارہ اماموں کا ذکر

اہل سنت کی معتبر کتابوں میں بارہ امام خصوصاً امام مھدی ارواحنا لہ الفداء (عج) کے اوصاف کے بارے میں متعدد روایات موجودہیں،یھاں تک کہ ان احادیث کی وجہ سے بعض علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی کتابوں میں آخری امام کیلئے ایک مستقل

فصل قرار دی ہے اور بعض نے امام عصر علیہ السلام کے بارے میں مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں، لیکن فی الحال ہم صحیحین سے اس بارے میں نقل شدہ روایات پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

۱ ,,...عن عبد الملک؛ سمعت جابر بن سمرة ؛قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: یکون اثنیٰ عشرامیرا، فقال کلمة، لم اسمعها،فقال ابی: انه قال: کلهم من قریش" [21]

عبد الملک نے جابر بن سمرہ سے نقل کیا ہے:

میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: آپ نے فرمایا: (میرے بعد میرے) بارہ امیر و خلیفہ ہوں گے، جابر کھتے ہیں: دوسرا کلمہ میں نے ٹھیک سے نہیں سنا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بارہ خلفاء کے بارے میں بتلایا تھا کہ وہ کس قبیلہ سے ہوں گے، لیکن بعد میں میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے کھا: وہ جملہ جو تم نے نہیں سنا وہ یہ تھا کہ وہ تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔

مسلم نے بھی اس حدیث کو آٹھ سندوں کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور ان میں سے ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے:

"...جابر بن سمرة؛ قال:انطلقتُ الی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الله ومعی ابی، فسمعته، یقول: لایَزَالُ هذَا الدین عَزِیزاً مَنِیعاً اِلیٰ اِثْنیٰ عَشَرَ خلیفةً، قال کلمة ،صَمَّنِیْهَا الناسُ، فقلتُ لابی ما قال؟ قال :کلهم من قریش" [22]

جابر بن سمرہ کھتے ہیں:

ایک مرتبہ میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ خدمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشرف ہوا تو میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: آپ فرما رہے تھے: یہ دین الٰہی بارہ خلفاء تک عزیز اور غالب رہے گا، اس کے بعد دوسرا جملہ میں نہ سن سکا کیونکہ صدائے مجلس سننے سے حائل ہوگئی تھی، لیکن میرے پدر بزرگوار نے کھا: وہ جملہ یہ تھا: یہ تمام بارہ خلفاء قریش سے ہوں گے۔

عرض مولف

اس حدیث کو مختلف مضامین کے ساتھ اہل سنت کی اہم کتابوں میں کثرت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اور یہ حدیث مسلمانوں کے دیگر فرقوں کے بطلان اور مذھب شیعہ کے حق ہونے پر ایک محکم و مضبوط دلیل ہے، اس لئے کہ اس حدیث کا مضمون مذھب شیعہ کے علاوہ کسی اور فرقہ اسلامی کے رھنماؤں سے منطبق نہیں ہوتا، کیونکہ اہل سنت خلفائے راشدین (جو چار ہیں) کے قائل ہیں، یا پھر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خلافت کو ملا دیں تو پانچ ہوتے ہیں، لیکن حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ فرمائے ہیں، لہٰذا ان کے مذھب سے یہ حدیث منطبق نہیں ہوتی اور اگر خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کو ملایا جائے تو سب سے پھلے یہ کہ ان کی تعداد بارہ سے زیادہ ہوتی ہے۔دوسرے یہ کہ ان میں سے اکثر خلفاء اہل فسق و فجور تھے، انھوں نے اپنی ساری عمر گناہوں، قتل، غارتگری و

خونریزی، شراب نوشی اور زناکاری میں گزاری لہٰذا رسول ﷺ ان کو کیسے اپنا جانشین قرار دے سکتے ہیں ؟! پھر جس طرح یہ حدیث اہل سنت حضرات کے خلفاء کی تعداد سے منطبق نہیں ہوتی اسی طرح فرقہ زیدیہ، اسماعیلیہ، فطحیہ، سے بھی منطبق نہیں ہوتی، کیونکہ ان کے مذھب کے خلفاء کی تعداد ۱۲ سے کم ہے، لہٰذا صرف شیعہ اثنا عشریہ کے خلفاء کی تعداد سے منطبق ہوتی ہے، ان میں سر فھرست مولائے متقیان حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آخر حضرت مھدی حجۃ ابن الحسن العسکری (عج) ارواحنا لہ الفداء ہیں۔

۲ ... جابر بن عبدالله وابوسعید قالا: قال رسول الله :یکون فی آخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعده۔[23]

جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید نے رسول اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں میرا ایک جانشین و امام ہوگا جو مال و ثروت کو (ناپ و تول کے ساتھ) تقسیم کرے گا نہ کہ گنے گا۔

۳ ... عن ابی سعید؛ قال: قال رسول الله : من خلفاء کم خلیفة یحثو المال حثیاً ولا یعده عداً۔[24]

ابو سعید نے رسول خدا ﷺ سے دوسری حدیث نقل کی ہے؛ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمھارے خلفاء اور ائمہ میں سے ایک خلیفہ و امام وہ ہوگا جو مال کو مٹھی سے تقسیم کرے گا نہ کہ عدد و شمار سے۔

امام زمانہ (عج) کے بارے میں فاضل نَوَوی شارح صحیح مسلم؛ مذکورہ حدیث کی لغت حل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

سونا اور چاندی کی اس قسم کی تقسیم ک ا سبب یہ ہے کہ اس وقت ان حضرت ؑ کی وجہ سے کثرت سے فتوحات ہوں گی جن سے غنائم اورمال وثروت فراوانی سے حا صل ہوگا اور آپ اس وقت اپنی سخاوت اور بے نیازی کا اس طرح مظاہرہ فرمائیں گے، اس کے بعد کھتے ہیں: سنن ترمذی و ابی واوٴد میں ایک حدیث کے ضمن میں اس خلیفہ کا نام (مھدی) مرقوم ہے، اس کے بعد اس حدیث کو سنن ترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: قیامت واقع نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت (خاندان) سے میرا ہمنام، جانشین ظاہر ہو کر عرب پر مسلط نہ ہو جائے۔

اس کے بعد نووی کھتے ہیں:

ترمذی نے اس حدیث کو صحیح جانا ہے اور سنن داود میں اس حدیث کے آخر میں یہ بھی تحریر ہے: "وہ خلیفہ اس زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی۔"

۴۔ امام بخاری نے ابوھریرہ سے نقل کیا ہیکہ آنحضرت نے فرمایا:

"کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ اِبنُ مَرْیَم فِیکُم وَاِمامُکم مِنْکُمْ"[25]

تمھارا اس وقت خوشی سے کیا حال ہوگا جب ابن مریم حضرت عیسی تمھارے درمیان نازل ہوں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہوگا؟

ابن حجر نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام شافعی اپنی کتاب "المناقب" میں تحریر کرتے ہیں:

اس امت میں امام مھدی علیہ السلام کا وجود اور آپ کا حضرت عیسی علیہ السلام کو نماز پڑھانا حد تواتر کے طور پر ثابت ہے۔[26]

ابن حجر اس کے بعد لکھتے ہیں:

بدر الدین عینی اس حدیث کی مفصل شرح کرنے کے بعد اس طرح نتیجہ گیری کرتے ہیں:

"حضرت عیسی علیہ السلام کا اس امت مسلمہ کے امام مھدی علیہ السلام کے پیچھے قیامت سے نزدیک آخری زمانہ میں نماز پڑھنا، اس بات کی دلیل ہے کہ جو لوگ قائل ہیں کہ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں، وہ درست ہے اور ان کا یہ عقیدہ حق بجانب ہے۔"[27]

اور امام نووی "کتاب تہذیب الاسماء" میں کلمہ عیسیٰ کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں امام مھدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے آنا اسلام کی تائید اور تصدیق کی خاطر ہے، نہ کہ اپنی نبوت اور مسیحت کو بیان کرنے کے لئے اور خداوند متعال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امام مھدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھوا کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم کے احترام میں اس امت اسلام کو قابل افتخار بنانا چاہتا ہے۔"[28]

قارئین محترم! یہ تھی چند حدیثیں جو صحیحین میں وارد ہوئی ہیں، جن سے بعض عقیدہ تشیع کی تائید ہوتی ہے، لیکن مذکورہ مطالب کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعض متعصب شارحین اور عصر حاضر کے چند نام نہاد سنی مصنفین ہضم کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں (اور نہ جانے کیوں ان مطالب کی بنا پر عارضہ شکمِ درد میں بتلا دکھائی دیتے ہیں!) اور بجائے اس کے کہ یہ لوگ ان حدیثوں کے مفہوم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے، انھوں نے ایسی ایسی الٹی، سیدھی، ضد و نقیض اور غیر قابلِ قبول توجیہات و تاویلات نقل کی ہیں جو صریحا عقل و نقل کے خلاف ہیں۔

چنانچہ عصر حاضر کے بعض محققین جب ان توجیہات کے فساد کی طرف متوجہ ہوئے تو انھوں نے سرے سے مذکورہ حدیثوں کی شرح کرنے سے گریز کرتے ہوئے ایک دوسرا راستہ اپنایا! مثلاً شیخ محمود ابوریہ اپنی کتاب میں اس حدیث کی شرح کرنے سے گریز کرتے ہوئے اس طرح لکھتے ہیں:

"یہ روایات مشکل ترین حدیثوں میں سے ہیں، جن کا سمجھنا بھت دشوار ہے، بلکہ اس کے واقعی مفھوم کو درک کرنا ہمارے امکان میں ہے ہی نھیں، لہٰذا ان حدیثوں کی تشریح کے بجائے ہمیں اپنا گرانقدر وقت اور اپنی قیمتی عمر دوسرے مفید علمی مطالب میں صرف کرنی چاہیئے۔"[29]

عرض مولف

جی هاں!جو احادیث ان کے عقیدہ کے خلاف ہوتی ہیں، وہ ان کے نزدیک قابل بحث و تمحیث اور لائق تشریح و توضیح نہیں ہوا کرتیں!!ان کا واقعی مفہوم درک(ہضم) کرنا ان کے بس میں نہیں ہوتا!!حقائق بیان کرنے سےیونھی جان چرائی جاتی ہے، اللہ بچائے ایسے ناحق شناسوں سے۔

۲۔فضائل علی علیہ السّلام صحیحین کی روشنی میں

ابھی تک ہم نے اہل بیت علیہم السلام اوربارہ اماموں کے فضائل کے بارے میں بطور عموم صحیحین سے روایات آپ کی خدمت میں نقل کیں ہیں اب ہم فرداً فرداً اہل بیت کے فضائل میں صحیحین سے روایات نقل کرتے ہیں،چنانچہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے فضائل سے شروع کرکے حضرت فاطمہ زهرا سلام اللہ علیہا پھر حسنین علیہما السلام کے مشترکہ فضائل ذکرکریں گے، اس کے بعد ان میں سے ہرایک کے علیٰحدہ فضائل بیان کریں گے۔

پھلی فضیلت: دشمنانِ علی دشمنانِ خدا ہیں

۱۔,,عن ابی ذرقال نزلت الآیة:< (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِيْ رَبِّهِمْ) >(30) فی ستة مِن قر یشٍ عَلِی وَحَمزَة وَ عُبَیدَة بنِ الحا رث،و شیبة بن ربیعة وعُتبة بن ربیعة والولید بن عتبة" [31]

ابوذرکھتے ہیں:

یہ آیت (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِيْ رَبِّهِ) دو قریش کے گروہ جو راہ خدا میں آپس میں دشمنی اور عداوت رکھتے تھے یہ آیت تین خالص مومن اور قریش کے تین کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی علی علیہ السلام ، حمزہ علیہ السلام ، عبیدہ بن حارث، یہ توحید کے پرچم کو بلند کرنے کے لئے لڑے اور عتبہ، شیبہ، ولید، یہ توحید کے پرچم کو سرنگوں کرنے کے لئے لڑے۔

۲,,... قیس بن عباد عن علی علیہ السلام ؛ فینا نزلت هٰذه الآیة:< (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِيْ رَبِّهِمْ) ۔[32]

قیس بن عباد حضرت علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں:

آیہ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) ہماری شان میں نازل ہوئی۔

دوسری فضیلت: حضرت علی علیہ السلام کی محبت ایمان کی پہچان اور آپ کی دشمنی نفاق کی علامت ہے

۳,,...عن عدی بن ثابت عن زر؛قال: قال علی ؑ : والّذی فلق الحبة و بریٔ النسمةانه لعهد النبی ﷺ الا
می الی، اَنْ لَایُحِبَّنِی اِلَّا مُومِنٌ وَلاَیَبْغِضُنِی اِلَّا مُنَافِقٌ''

عدی بن ثابت زر سے نقل کرتے ہیں :

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا : قسم اس ذات وحدہ لاشریک کی جس نے دانہ کو شگافتہ اور مخلوق کو پیدا کیا کہ یہ رسول ﷺ کا مجھ سے عہد وپیمان ہے کہ مجھے دوست نہیں رکھے گ ا سوائے مومن کے اور مجھ سے دشمنی نہیں کرے گ ا سوائے منافق کے۔[33]

تیسری فضیلت :علی ؑ کی نماز رسول ﷺ کی نماز ہے

...''عن مُطَرِّف بن عبداللہ عن عمران بن حصین؛قال:صلی مع علی علیه السلام بالبصرة،فقال:ذکرناهذا الرجل صلٰوۃ نصلیهامع رسول ﷺ الله، فذکرانه کان یکبرکلمارفع ،وکلماوضع''[34]

مطرف بن عبد اللہ کھتے ہیں :

ایک مرتبہ عمران بن حُصَین نے بصرہ میں حضرت علی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی تو کہنے لگے : آج تو میں نے وہ نماز پڑھی ہیجو رسول ﷺ کے پیچھے پڑھا کرتا تھا، کیونکہ رسول ﷺ بھی ایسے ہی رکوع و سجود نشست و برخواست میں تکبیر کھا کرتے تھے۔

چوتھی فضیلت:رسول ﷺ کاحضرت علی ؑ کو ابو تراب کالقب دینا

''... عن ابی حا زم؛ ان رجلاً جاء الی سهل بن سعد، فقال: هٰذا فلان (امیرالمدینة) یدعوعلیاً عند المنبر، قال : فیقول: ماذا قال؟یقول له ابو تراب، فضحک، قال:والله ما سماه الا النبی، وما کان له اسم احب الیه منه۔[35]

ابو حازم کھتے ہیں :

ایک مرد سھل ابن سعد کے پاس آیا اورکہنے لگا: فلاں شخص (امیر مدینہ)رسول ﷺ کے منبر کے پاس حضرت علی ؑ کو برا بھلا کھتا ہے، سھل بن سعد نے اس سے پوچھا : وہ کیا کھتا ہے؟ اس نے کھا : علی کو ابوتراب کھتا ہے، سھل یہ سن کر مسکرائے اور کہنے لگے : قسم بخدا یہ نام اور لقب انھیں رسول خدا ﷺ کے سوا کسی نے نہیں دیا اور حضرت علی علیہ السلام اس لقب کو دیگر تمام لقبوں سے زیادہ پسند کرتے ہیں ۔

عرض مولف جیساکہ متن حدیث میں آیا ہے کہ لقب ِ ابو تراب وہ لقب تھا جس سے امیر المو منین علیہ السلام خوش ہوتے اور اس پر افتخار کرتے تھے، لیکن دشمنان علی علیہ السلام کو یہ لقب بھی گراں گزرا ، لہذا چونکہ اس سے انکار نہیں کرسکتے تھے اس لئے انھوں نے اس میں ایسی تحریف کردی کہ حضرت امیر لمومنین علیہ السلام علیہ السلام کی اس لقب سے فضیلت ظاہر نہیں ہوتی،چنانچہ اس لقب کے عطا کرنے کے بارے میں انھوں نے ایسی روایات جعل کیں جن سے امام المتقین حضرت امیر علیہ السلام کی منقصت ظاہر ہو تی ہے، انشاء اللہ جلد سوم میں ہم اس حدیث کے اور ان دیگر احادیث پر جن سے مولا علی علیہ السلام کی قدح ظاہر ہوتی ہے، کے اسبابِ جعل پر اگر خدا نے توفیق عنایت کی تو بحث کریں گے ۔

پانچویں فضیلت : علی علیہ السلام سب سے زیادہ قضاوت سے آشنا تھے

امام بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے:

حضرت عمر نے کھا: حضرت علی علیہ السلام ہم میں سب سے زیادہ قضاوت سے آشنا ہیں ۔" وَاَقْضَاْنَاْعَلِیٌّ "[36]

عرض مولف

خلیفہ دوم کا اعتراف خود اپنی طرف سے نہ تھا بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام نے بارھا اس جملہ کو لوگوں کے سامنے فرمایا تھا کہ علی علیہ السلام اصحاب میں سب سے زیادہ علم قضاوت رکھتے ہیں اور کبھی آپ فرماتے تھے کہ علی علیہ السلام اس امت میں سب سے زیادہ علم قضاوت رکھتے ہیں ۔[37]

بھر حال قابل توجہ نکتہ یھاں پر یہ ہے کہ مسئلہ قضاوت میں تقوا و پرھیزگاری کے علاوہ وسیع معلومات اور کافی آگاہی کا ہونا ضروری ہے اور جب تک ان علوم سے آشنا نہیں ہو سکتا قضاوت کرنا ناممکن امر ہے ، لہذا حضرت علی علیہ السلام کا بقول مرسل اعظم علم قضاوت میں سب سے زیادہ آشنا ہونا اس بات کی دلیل ہے آپ علیہ السلام سب سے زیادہ علم و آگاہی رکھتے تھے، گویا "اَقْضَاہم "کا جملہ " اَعْلَمُھُمْ" اور "اَتقَاْہُمْ " وغیرہ کی جگہ استعمال کیا گیا ہے ۔

چھٹی فضیلت : علی علیہ السلام خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتے تھے اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو

"... عن سهل بن سعد؛ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : یوم خیبر" لَأُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَداً رَجُلاً یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَ یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ " فبات الناس لیلتهم ایهم یُعطٰی؟ فغدَوْا کلهم یرجوه فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : این علی علیہ السلام ؟ فقیل :یشتکی عینیه، فبصق فی عینیه ،ودعی له، فبرء کأن لم یکن به وجع،فاعطاه، فقال علیہ السلام : أُقاتلهم حتی یکونوا مثلنا ؟ فقال: انفذ

علی رِسْلِکَ حتیٰ تَنْزِلَ بِساحَتِهِم، ثم ادعهم علی الاسلام، واخبرهم بما یجب علیهم ،فواللہ لِأَن یهدی اللہ بک رجلا،خیرٌ لک من ان یکون لک حمر النعم۔[38]

سھل بن سعد نے رسول اسلام ﷺ سے نقل کیا ہے:

"رسول خد ﷺ انیجنگ خیبر کے دن یہ ارشاد فرمایا:

" لَأُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَداً رَجُلاً یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهُ وَ یُحِبُّهُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهُ "

کل میں ایسے مرد کو علم دوں گا جو اللہ و رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہو اور اللہ و رسول ﷺ اسے دوست رکھتے ہوں۔ سھل کھتے ہیں: اس شب تمام لشکر اسلام کو چین کی نیند نہ آئی، کیونکہ ھر شخص اسی انتظار میں تھا کہ کل مجھے علم اسلام مل جائے لیکن رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی (علیہ السلام) کھاں ہیں؟

لوگوں نے کھا: ان کی آنکھوں میں درد ہے (آپ نے مولا علی علیہ السلام کو طلب فرما کر) آپ کی آنکھوں میں لعاب دھن لگادیا اور دعا فرمائی: (اے اللہ علی علیہ السلام کو شفا یاب فرما دے) رسول ﷺ کی دعا کے نتیجہ میں آپ علیہ السلام کی آنکھیں ایسی ٹھیک ہوگئیں جیسے کہ آپ کی آنکھوں میں درد ہی نہ تھا چنانچہ رسول ﷺ نے علم اسلام کو آپ کے ھاتھوں میں دے دیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: یا رسول اللہ! ﷺ کب تک جنگ کروں؟ کیا اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ ایمان و عمل میں ہماری جیسے نہ ہو جائیں؟

رسول ﷺ نے فرمایا: اے علی علیہ السلام !اس لشکر کفار کی طرف حرکت کرو، اور انھیں دعوت اسلام دو، انھیں قوانین اسلام سے آگاہ کرو، کیونکہ قسم بخدا اگر خدا نے تمھارے ذریعہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت فرمادی تو وہ تمھارے لئے سرخ اونٹوں سے بھتر ہوگا۔

مسلم نے اس حدیث کو کچھ اضافہ کے ساتھ بھی نقل کیا ہے:

"....عن ابی هریرة؛ان رسول اللہ قال یوم خیبر:" لَأُعْطِیَنَّ هٰذِ هِ الرَّایَةَ رَجُلاً یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَه یَفتح ا للّٰہُ عَلٰیَ یَدَیْه" قال عمر بن الخطاب:مااحببت الامارة الایومئذٍ،فتساورت لهارجاء ان ادعی لها،فدعی رسول اللہ علی بن ابی طالب:فاعطاه ایاها،وقال امش ولاتلتفت حتی یفتح ا للہ علیک،قال:فسارشیئاًثم وقف ولم یلتفت، فصرخ یارسول اللہ !علی ماذا اقاتل الناس؟قال:وقاتلهم حتی یشهدواان لاا لٰه الا اللہ و ان مُحَمَّداًرسول اللہ،فاذافعلوا ذالک،فقدمنعوا منک دمائهم و اموالهم، الا بحقها وحسابهم علی اللہ "[39]

ابو ھریرہ نقل کرتے ہیں:

رسول ﷺ نے بروز جنگ خیبر یہ ارشاد فرمایا: آج میں اسلام کا علم ایسے مرد کو دوں گا جو اللہ اور رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اس کے دونوں ھاتھوں پہ فتحیابی بخشے گا، حضرت عمر کھتے ہیں: جب رسول ﷺ نے یہ اعلان کیا تو مجھے بھی علم لینے کا دوبارہ اشتیاق ہوا، چنانچہ آپ کھا کرتے تھے: روز خیبر سے پھلے مجھے کبھی علم اسلام اٹھانے کا شوق نہیں ہوا! لہذا جب میں نے یہ

اعلان سنا تو میں بھی (رسول ﷺ کے پاس دوڑ کر گیا اور) علم کے ارد گرد گھومنے لگا! اس امید میں کہ (رسول ﷺ مجھے دیکھ لیں اور) علم مل جائے لیکن (افسوس) یہ افتخار علی علیہ السلام کو حاصل ہوا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی ﷺ کو بلایا اور علم آپ کے ھاتھوں میں دینے کے بعد فرمایا: اے علی علیہ السلام! دشمن کی طرف حرت کرو تاکہ خدا تمھارے ھاتھوں کے ذریعہ اس قلعہ کو فتح کرے۔

حضرت عمر کھتے ہیں: علی علیہ السلام تھوڑی دور آگے بڑھے اور رک گئے، بغیر اس کے کہ اپنا چھرہ پیغمبر ﷺ کی طرف گھماتے، دریافت فرمایا: اے رسول ﷺ! ان لوگوں سے کب تک جنگ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی علیہ السلام! جنگ کرو جب تلک کہ یہ لوگ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار نہ کرلیں اور جب ان دوباتوں کو یہ لوگ قبول کرلیں تو ان کا خون ومال محفوظ ہوجائے گا اور ان کا حساب پھر خدا کے اوپر ہے۔

ساتویں فضیلت: حضرت علی علیہ السلام کی رسول ﷺ کے نزدیک وھی منزلت تھی جو ھارون کی موسیٰ کے نزدیک

,, ... عن مصعب بن سعد عن ابیه؛ ان رسول الله ﷺ خرج الی تبوک واستخلف علیاً ،فقال:أ تخلفنی فی الصبیان والنساء؟قال رسول الله:''اَلاَ تَرْضِیْ اَنْ تکُوْنَ منیّ بِمَنْزِلَةِ هارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ،اِلاَّ اَنهَّ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ''[40]

مصعب بن سعد نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے:

جب رسول اسلام ﷺ جنگ تبوک کیلئے خارج ہوئے اور آپ نے علی علیہ السلام کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا، تو حضرت علی علیہ السلام نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑیجا رہے ہیں؟ رسول ﷺ نیجواب میں ارشاد فرمایا: اے علی علیہ السلام! تمھاری میرے نزدیک وھی منزلت ہیجو ھارون علیہ السلام کی موسی علیہ السلام کے نزدیک تھی بس فرق اتنا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی تھے اور تم میرے بعد نبی نہیں ہو۔

عرض مولف

محترم قارئین! مذکورہ حدیث شیعہ وسنی دونوں کے درمیان متفق علیہ ہے، یھاں تک کہ آپ کے پکے دشمن معاویہ نے بھی اس حدیث سے انکار کرنے کی جرات نہیں کی ہے! اس حدیث میں رسول ﷺ خدا نے علی علیہ السلام کو تمام چیزوں میں ھارون سے تشبیہ دی ہے اور صرف نبوت کو خارج کیا ہے یعنی ھارون اور علی علیہ السلام کے درمیان صرف نبوت کا فرق ہے بقیہ تمام اوصاف، کمالات، منصب اور مقام میں باہم شریک ہیں، کیونکہ اگر فرق ہوتا تو رسول ﷺ نیجس طرح نبوت کو جدا کر دیا، اسی طرح دوسری جھت کو بھی جدا کر دیتے، لہٰذا رسول ﷺ کا دیگر مناصب وکمالات سے استثناء نہ کرنا بیّن دلیل ہے کہ آپ میں

ھارون ؑ کے تمام اوصاف پائیجانے چاہیئے تب تشبیہ صحیح قرار پائے گی اور جاننا چاہیئے کہ جناب ھارون مندجہ ذیل منصب اور کمال پر فائز تھے لہذا مولا علی ؑ میں یہ اوصاف پائیجانے چاہیئے تاکہ تشبیہ صحیح قرار پائے :

۱۔ مقام وزارت :جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ نبوت کے علاوہ تمام اوصاف علی ؑ میں پائیجانے چاہیئے تب مذکورہ تشبیہ صحیح ہوگی، لہذا جس طرح حضرت موسی ؑ کے بھائی ھارون ؑ آپ کے وزیر تھےجیساکہ قرآن میں ارشاد ہوا : (وَاجْعَلْ لِیْ وَزِیْراً مِنْ اَھْلِیْ. ھَاْرُوْنَ اَخِیْ) [41]

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام بھی رسول اسلام ﷺ کے وزیر ہیں ، یھی وجہ ہے کہ رسول ﷺ نے متعدد جگھوں پر علی ؑ کے لئے اپنی وزارت کا اظھار کیا ہے۔

۲۔ مقام اخوت و برادری :جس طرح ھارون موسی ؑ کے بھائی تھے (ھَاْرُوْنَ اَخِیْ) اسی طرح علی ؑ بھی رسول ﷺ کے(رشتہ اور روحانی اعتبار سے) بھائی ہیں ۔

۳۔ مقام خلافت:جس طرح موسی ؑ نے ھارون کوکوہ طورپر جانے کے وقت اپنا خلیفہ بنایا: (وَقَاْلَ مُوْسیٰ لَاخِیْہِ ھَاْرُوْنَ اخْلُفنْیِْ فِیْ قَوْمِیْ) [42]

جناب ھارون ؑ بنی اسرائیل کے درمیان حضرت موسی ؑ کے خلیفہ اور جانشین قرار پائے اور حضرت موسیٰ ؑ نے ھارون کی اطاعت کو بنی اسرائیل پر واجب قرار دیا اور ھارون ؑ کو وصیت کی کہ رسالت کی تبلیغ کریں اور میرے دین کو وسعت دیں ، اسی طرح حضرت علی علیہ السلام رسول اسلام ﷺ کے خلیفہ اور جانشین ہیں ۔

۴۔ مقام وصایت: جب تک موسی ؑ زندہ تھے ھارون موسیٰ کے خلیفہ اور جانشین تھے، لہذا اگر حضرت موسیٰ ؑ ؑ وفات پا جاتے تویقینا حضرت ھارون ؑ ہی ان کے وصی قرار پاتے، لیکن ھارون ؑ کا انتقال جناب موسیٰ کی حیات میں ہوگیاتھا،بھرحال جس طرح حضرت موسی ؑ کے ھارون ؑ وصی ہوتے اسی طرح حضرت علی ؑ بھی مذکورہ حدیث کے مطابق پیغمبر ﷺ کے وصی ہیں ۔

۵۔ مقام معاونت:جس طرح جناب ھارون حضرت موسی علیہ السلام کے قوت بازو اور امر رسالت میں معاون تھے ،جیساکہ قرآن میں جناب موسی ؑ کی ھارون ؑ کے بارے میں دعا اور اس کے قبول ہونے کے الفاظ آئے ہیں :

(اُشْدُدْ بِہ اَزْرِی.وَاَشْرِکْہُ فِیْ اَمْرِیْ ....قَاْلَ قَدْ اُوْتِیت سُولَکَ یَا مُوْسٰی) [43]

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام بھی اس صریح حدیث کے مطابق رسول ﷺ کے قوت بازو اور معاونِ رسالت تھے ،البتہ خلافت اور جانشینی کے اعتبار سے نہ نبوت کے لحاظ سے ۔

بہر حال مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ رسول ﷺ اسلام کی نظر میں آپ کی زندگی اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے نزدیک سب سے بہترین اور خیر امت حضرت علی علیہ السلام تھے اور جس طرح بنی اسرائیل پر ھارون کی اطاعت واجب و لازم تھی، اسی طرح امت محمدی پر رسول ﷺ کی زندگی میں احترام علی علیہ السلام واجب تھا اور رسول ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت واجب و لازم تھی کیونکہ رسول ﷺ کی وفات کے بعد حضرت امیر علیہ السلام ،افضل الناس ،ناصر رسول ﷺ اور آنحضرت ﷺ کے حقیقی جانشین تھے۔

ایک قابل توجہ نکتہ

اس جگہ ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دینا لازم سمجھتا ہوں وہ یہ کہ بعض اہل سنت یہ سمجھتے ہیں کہ رسول ﷺ نے حدیث ِمنزلت صرف جنگ تبوک کی طرف روانہ ہوتے وقت ارشاد فرمائی تھی(اس کے بعد کھیں نہیں فرمایا) لہٰذا حضرت علی ﷺ کی خلافت ایک زمانہ کے لئے مخصوص اور محصور ہے، برادرم ایسا نہیں ہے بلکہ اہل سنت کی متعدد معتبر کتابوں کے مطابق رسول ﷺ نے تقریباًچھ مواردپر یہ حدیث اختلاف زمان و مکان کے ساتھ ارشاد فرمائی ہے ، لہٰذا حدیث ِمنزلت کو ایک خاص زمانہ میں منحصر نہیں کیا جاسکتا ۔[44]

۳۔ فضائل بنت رسول ﷺ ؛ صحیحین کی روشنی میں

۱۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں

....,,عن عائشة؛ قالت: اقبلت فاطمة(س) تمشی کَاَنَّ مِشْیَتَها مَشْیُ النبی ﷺ ، فقال النبی ﷺ :مرحباً بابنتی، ثم اجلسها عن یمینه اوعن شماله، ثم اسرالیها حدیثا،فبکت فقلتُ لها:لم تبکین؟ ثم اسرالیها حدیثاً ،فضحکت فقلت: ما رایت کالیوم فرحا اقرَب من حزن، فسالتها عما قال، فقالت: ما کنت لِاُفشِیَ سِرَّ رسول ﷺ اللّٰه حتی قُبِض النبی ﷺ ، فسأَلتها: فقالت: اسرَّ اِلَیَّ: ان جبرئیل کان یعارضنی القرآنَ کل سنة مرّة ،و انه عارضنی العام مرتین، و لا اُراه الاحضراجلی،وانک اول بیتی لحا قابی، فبکیت،فقال: اَماَ تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِی سَیِّدَةَ نِساۤءِ اَهل الجَنَّةِ اَوْ نَسَاْءِ اْلمَوْمِنِیْن، فَضَحِکْتُ لذالک“

حضرت عائشہ کھتی ہیں :

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رسول ﷺ کی خدمت میں آئیں تو میں نے دیکھا آپ کی رفتار بالکل رسول ﷺ کی رفتار کی طرح تھی رسول ﷺ دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا: مرحباً یافاطمہ! اور اپنے داھنے یا بائیں چپ میں بٹھایا اورچپکے کچھ فرمایا، جسے فاطمہ(س) سن کر رونے لگیں، میں نے پوچھا: گریہ کرنے کی کیا علت ہے؟

اس کے بعد پھر رسول ﷺ نے چپکے کچھ فرمایا جسے فاطمہ(سلام اللہ علیہا) سن کر ھنسنے لگیں، میں نے کہا: آج تک میں نے یوں حزن کے فوراً بعد سرور نہیں دیکھا، آج ایسا کیوں؟ میں نے فاطمہ(س) سے پوچھنا چاہا کہ رسول ﷺ نے مخفیانہ کون سی بات بتلائی ہے، لیکن حضرت فاطمہ ﷺ نے کہا: میں اپنے باپ کے راز کو فاش نہیں کروں گی، جب رسول ﷺ رحلت فرما چکے، تو میں نے حضرت فاطمہ زہرا(سلام اللہ علیہا)سے دو مرتبہ اس بارے میں پوچھا، تو حضرت فاطمہ زہرا(سلام اللہ علیہا) نے فرمایا: وہ مخفی بات یہ تھی کہ رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ھر سال جبرئیل میرے اوپر ایک مرتبہ قرآن کو پیش کرتے تھے، لیکن اس سال دو مرتبہ پیش کیا ہے اور اس کی علت اس کے سوا کچھ نہیں کہ میری موت قریب آچکی ہے اور مجھ سے سب سے پھلی جو ملحق ہوگا وہ تم ہوگی، اے میری بیٹی! یہ سن کرمیں رونے لگی، لیکن رسول ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم خوش نہیں کہ تم جنت کی عورتوں کی یا مومنین کی عورتوں کی سردار ہو، یہ سن کر میں خوش ہوگئی۔[45]

۲۔ حضرت فاطمہ ﷺ پیغمبر اسلام ﷺ سے سب سے پھلے ملاقات کریں گی

"... عن عائشة قالت: دعیٰ النبی ﷺ فاطمة ابنته فی شکواه الذی قبض فیه، فسارها بشیءٍ، فبکت، ثم دعاها فسارها، فضحکت، قالت:فسألتها عن ذالک، فقالت سارنی النبی، فاخبرنی انه یقبض فی وجعه الذی توفی فیه، فبکیت، ثم سارنی فأخبرنی انی اول اهل بیته اتبعه، فضحکت"۔[46]

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے:

رسول ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ (س) کو مرض الموت میں بلایا اور کسی چیز کو مخفی طور پر بتلایا جس کی وجہ سے آپ کی بیٹی رونے لگیں، اس کے بعد حضرت فاطمہ زہرا(س) کو اپنے پ اس بلاکر کچھ ایسی بات بتلائی کہ فاطمہ (س) ھنسنے لگیں۔ عائشہ کھتی ہیں کہ میں نے فاطمہ(س) سے اس طرح ھنسنے اور رونے کی علت پوچھی، تو آپ نے کہا: رسول ﷺ نے پھلے مجھ سے فرمایا: اس مرض میں میری موت واقع ہو جائے گی، تو میں رونے لگی، لیکن اس کے بعد آپ نے فرمایا: میرے خاندان میں سب سے پھلے تم میرے پاس آوگی تو میں ھنسنے لگی۔

۳۔ حضرت فاطمہ زھراء علیہا السلام جگر گوشہ رسول تھیں

"قال رسول ﷺ الله: فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِیّ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِی"(47)

امام بخاری نے رسول ﷺ سے نقل کیا ہے:

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ(س) میرےجگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔

رسول اسلام ﷺ سے دوسری روایت امام بخاری اس طرح نقل کرتے ہیں:

"فانما هی بضعة منی یریبنی ما اراها و یوذینی مااذاها "3

رسول ﷺ نے فرمایا: فاطمہ (س) میرےجگر کا ٹکڑا ہےجس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا، جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

مسلم نے بھی اس روایت کو مختصر فرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔4

۴۔ تسبیح حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا

"...عن علی علیہ السلام ؛ان فاطمة علیہا السلام شکت ما تلقی من اثرالرحیٰ، فاتی النبی ﷺ سبی، فانطلقت، فلم تجده، فوجدت عائشة ، فاخبرتها، فلما جاء النبی اخبرته عائشة بمجیء فاطمة، فجاء النبی ﷺ الینا ،وقد اخذنا مضاجعنا ،فذ هبنا نقوم، فقال:علی مکانکما فقعد بیننا حتی وجدت برد قدمیه علی صدری، وقال: الا اعلمکما خیراً مم ا سئلتمانی؟ اذا اخذ تما مضاجعکما تکبرااربعاً وثلاثین، و تسبحا ه ثلاثاً وثلاثین ،و تحمدا ثلاثاً وثلاثین، فهوخیرٌ لکما من خادم "

امام بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ھاتھ چکی چلاتے چلاتے زخمی ہو چکے تھے، انھیں دنوں پیغمبر ﷺ کے پاس کچھ اسیر لائے گئے، تو شہزادی کونین رسول ﷺ کی خدمت میں گئیں ،تاکہ خدمت گزاری کے لئے ایک کنیز طلب کریں، لیکن رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خانہ مقدس میں نہ پایا لہٰذا سارا واقعہ عائشہ سے کہہ دیا ،جب رسول خدا ﷺ اپنے خانہ اقدس میں تشریف لائے تو عائشہ نے سارا واقعہ سنادیا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: جب یہ قضیہ رسول ﷺ نے سنا تو فوراً ہمارے گھر کی طرف روانہ ہوگئے، ہم لوگ استراحت کے لئیجا چکے تھے کہ رسول ﷺ وارد خانہ ہوئے، ہم لوگوں نے چاہا کہ آپ کے احترام میں کھڑے ہوں، لیکن آپ نے منع کیا اور فرمایا: کیا میں تم کو ایسا عمل بتلادوں جو اس سے بھتر ہو جس کی تم نے خواہش کی ہے؟

دیکھو! جب تم سونے لگو تو: ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کھو، ۳۳ مرتبہ سبح ان اللہ اور اتنی ہی مرتبہ الحمدللہ یہ عمل خدمت گزار سے بھتر ہے (48)۔

۵۔ رسول ﷺ سے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی محبت

۱ ,,...عن ابن مسعود؛ قال بینما رسول اللہ ﷺ یصلی عند البیت ،وابوجهل واصحا ب له جلوس و قد نحرت جزوربالامس، فقال ابوجهل: ایکم یقوم الی سلا جزور بنی فلان فیأخذه فیضعه فی کتفی محمّد ﷺ اذ ا سجد؟فا نبعث اشقی القوم فاخذه، فلماسجد النبی ﷺ ،وضعه بین کتفیه ،قال: فاستضحکو ا وجعل بعضهم یمیل علی بعض، وانا قائم ،انظر لوکانت لی منعة طرحته عن ظهررسول اللہ ، ﷺ والنبی ﷺ ساجد ما یرفع راسه ،حتی انطلق انسان، فاخبر فاطمة (س) فجائت وهی جویریة، فطرحته عنه ،ثم اقبلت علیهم تشمتهم ،فلما قضی النبی ﷺ صلاته، رفع صوته، ثم دعا علیهم "[49]

امام بخاری اور مسلم نے عبد اللہ ابن مسعود سے نقل کیا ہے:

ایک مرتبہ رسول اسلام ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جھل اور اس کے (نمک خوار) ساتھی بھی وھیں موجود تھے، ابو جھل نے اپنے ساتھیوں سے کھا: کون ہیجو فلاں شخص کے اونٹ کی اجھڑی کو لاکر سجدے کی حالت میں اس مرد (رسول ﷺ) کی پشت پر ڈال دے؟ ان میں سے ایک بد بخت شخص کھڑا ہوا اور اس نے غلاظت کو اٹھا کر جب آنحضرت ﷺ سجدہ میں گئے تو آپ کی پشت پر ڈال دیا، ابو جھل اور اس کے ساتھی یہ منظر دیکھ کر کھل کھلا کر اتنی زور سے ھنسنے لگے کہ خوشی کہ وجہ سے ایک دوسرے پر گرے جارہے تھے، ابن مسعود کھتے ہیں: میں اس واقعہ کو دیکھ رھا تھا اور یہ سوچ رھا تھا کہ کاش میں اتنا طاقتو ر ہوتا کہ اس غلاظت کو رسول ﷺ کے اوپر سے اٹھا کر پھینک دیتا ،تاکہ رسول ﷺ کو اذیت نہ ہوتی، ابھی رسول ﷺ سجدہ ہی میں تھے کہ کسی نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو اس کی اطلاع دے دی، آپ آئیں اور آپ ابھی بھت چھوٹی تھیں، بھرحال آپ نے اس غلاظت کو صاف کیا اور ان لوگوں کو برا بھلا کھا ،جب رسول ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے ان لوگوں کے لئے بد دعا کی۔

۲ ,,...عن ابن ابی حا زم عن ابیه؛ انه سمع سهل بن سعد ؛یسئل عن جرح رسول للہ ،یوم احد: فقال: جرح وجه رسول اللہ ﷺ وکسرت رباعیته، وهشمت البیضة علی راسه، فکانت فاطمة (س) بنت رسول اللہ ﷺ تغسل الدم، وکان علی بن ابی طالب یسکب علیها بالمجن، فلما رأت فاطمة (س) ان الماء لا یزید الدم الا کثرة، اخذت قطعة حصیر، فاحرقته حتی صاررماداً ،ثم الصقته بالجرح، فاستمسک الدم "

امام مسلم نے ابن ابو حازم سے اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے:

سھل بن سعد سے پوچھا گیا کہ رسول ﷺ کو روز جنگ احد کیسے زخم آئے؟ تو سھل نے کھا ھاں اس دن آپ اس قدر مجروح ہوگئے تھے کہ آپ کے دندان مبارک بھی شھید ہوگئے تھے اور آپ کے سر کا خود بھی ٹوٹ گیا تھا (جس کی وجہ سے آپ ک ا سر

بھی زخمی ہوگیا تھا)اس وقت رسول ﷺ کی تیمارداری علی ؑ اور فاطمہ ؑ کررہے تھے، علی ؑ اپنی سپر کے ذریعہ پانی ڈال رہے تھے اور فاطمہ (بنت رسول ﷺ)آپ کے چھرے کو دھو رھی تھیں،جب فاطمہ (س) نے دیکھا کہ پانی سے خون نہیں بند ہوتا تو آپ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلاکر راکھ کیا اور اس کو رسول ﷺ کے زخم پر رکھ دیا جس سے خون بند ہوگیا ۔ (50)

۶۔ حضرت فاطمہ زھرا ؑ کارسول ﷺ کی وفات پربیحد غمناک ہونا

,,....عن انس؛ قال:لماثَقُل النبی ﷺ جعل یَتَغشّاہ،فقالت فاطمة ''علیھا السلام'':واکربَ اباہ !فقال ﷺ لھا:'' لیس علی ابیکِ کَرْبٌ بعد الیوم''فلمّا مات،قالت :یا ابتاہ !اجاب رباً دعاہ ،یا ابتاہ مَنْ جنة الفردوس ماواہ ،یا ابتاہ الی جبرئیل ننعاہ؟فلمّا دفن،قالت فاطمة علیھا السلام :یا انس! اطابت انفسُکم ان تحْثُوا علی رسول ﷺ اللہ التراب''

امام بخاری نے انس سے نقل کیا ہے :

جب پیغمبر اسلام ﷺ کا مرض روز بروز بڑھتا گیا تو حضرت فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا (بھی روز بروز زیادہ غمگین و ناراحت ہوتی رھیں اور آپ) نے اپنے غم کا اظھار ان جملوں میں کیا :واکربَ اباہ: ھائے میرے بابا کا غم واندوہ ، رسول ﷺ نے شہزادی کونین حضرت فاطمہ زھرا = سے کھا: اے بیٹی! آج کے دن کے بعد تیرے باپ کا غم ختم ہو جائے گا۔

انس کھتے ہیں کہ جب رسول ﷺ نے وفات پائی تو فاطمہ (س)نےیوں نوحہ سرائی کی:

اے میرے وہ بابا کہ جس نے دعوت خدا پر لبیک کھی، اے میرے وہ بابا کہ جس کی جائگاہ جنت الفردوس ہے ، اے میرے بابا آپ کی تسلیت کیا جبرئیل کو عرض کروں؟

اورجب رسول ﷺ کو دفن کیا گیا تو فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا نے فرمایا:

اے انس! تم لوگ کیسے راضی ہوئے کہ جسد رسول ﷺ خاک پر ڈالو۔ (51)

۴۔ حسنین کے فضائل صحیحین کی روشنی میں

۱۔ حسنین پر صدقہ حرام ہے

,,عن ابی ھریرة؛ قال:کان رسول ﷺ اللہ یُوتیٰ بالتمر عند صِرام النخل، فیجیء ھذا بتمرة ،وھذا من تمرہ ،حتی یصیرعندہ کَوْما من تمر، فجعل الحسن ؑ والحسین ؑ یلعبان بذالک التمر، فاخذاحدھما تمرة، فجعلہ فی فیہ، فنظر الیہ رسول ﷺ اللہ ،فاخرجھا من فیہ، فقال: اَمَاْ عَلِمْتَ اَنّ آلَ مُحَمَّدٍ لَایَاْکُلُوْنَ الْصَّدَقَةَ؟!''(52)

امام بخاری نے ابو ھریرہ سے نقل کیا ہے:

جب خرموں کے توڑنے اور چننے کا وقت ہو جاتا تھا تو لوگ رسول ﷺ کے پاس خرمہ زکات کے طور پر لایا کرتے تھے، چنانچہ حسب دستور لوگ چاروں طرف سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں خرمہ لے کر آئیجن کا ایک ڈھیر ہوگیا، حسنین علیھما السلام ان خرموں کے اطراف میں کھیل رہے تھے، ایک روز ان دونوںشہزادوں میں سے کسی ایک نے ایک خرمہ اٹھا کر اپنے دھن مبارک میں رکھ لیا !جب رسول ﷺ نے دیکھا تو اس کو شہزادے کے دھن سے باہر نکال دیا اور فرمایا: "اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ آل مُحَمَّدٍ لَایَاکُلُوْنَ الصَّدَقَۃ"؟اے میرے لال! کیا تمھیں نہیں معلوم آل محمد پر صدقہ حرام ہے، وہ صدقہ نہیں کھاتے؟![53]

اسی طرح دوسری روایت امام بخاری نے امام حسن علیہ السلام سےیوں منسوب کی ہے:

"ان الحسن بن علی اخذ تمرۃمن تمر الصدقۃ،فجعلھا فی فیہ، فقال النبی ﷺ : کخ کخ لیطرحھا،ثم قال: اما شعرت انا لا ناکل الصدقۃ"۔[54]

ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام نے صدقہ کا خرمہ منہمیں رکھ لیا تو رسول ﷺ نے فرمایا:نہ،نہ،چنانچہ امام حسن علیہ السلام نے خرمہ کو منھ سے باہر نکال دیا اس وقت رسول اسلام ﷺ نے فرمایا: اے میرے لال! کیا تمھیں نہیں معلوم کہ آل محمد ﷺ پر صدقہ حرام ہے؟!

۲۔ شبیہ رسول ﷺ یعنی امام حسن و حسین علیہ السلام

۱ ,, عن انس قال:لم یکن احد اشبہ بالنبی من الحسن بن علی ﷺ "[55]

امام بخاری نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے:

امام حسن علیہ السلام رسول خدا ﷺ سے سب سے زیادہ شباہت رکھتے تھے۔

۲ "رأیت النبی وکان الحسن یشبہ "[56]

دوسری روایت میں امام بخاری نے ابن جحیفہ سے نقل کیا ہے:

میں نے رسول ﷺ کو دیکھا تھا امام حسن آپ سے بالکل مشابہ ہیں۔

۳... عن عقبۃ بن الحا رث؛ قال: رأیت ابابکر (رضی اللہ عنہ) وحمل الحسن وھو یقول:بابی شبیہ بالنبی ﷺ لیس شبیہ بعلی ،وعلی یضحک"[57]

امام بخاری نے عقبہ ابن حارث سے نقل کیا ہے:

عقبہ بن حارث کھتے ہیں: ایک روز میں نے دیکھا کہ ابو بکر امام حسن علیہ السلام کو کاندھے پر بٹھائے ہوئے جارہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں:

میرا باپ قربان ہو جائے آپ پر (اے حسن علیہ السلام)آپ شبیہ رسول ہیں نہ کہ شبیہ علی (علیہ السلام) اور علی علیہ السلام اس (قضیہ) کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

۴... ,,وعن انس بن مالک؛ أُتِيَ عبيد الله بن زياد براس الحسين علیہ السلام بن علی عليه السلام، فجُعِل فی طشت ،فجعل يَنْكُتُ، وقال فی حسنه شيئاً ،فقال انس: کا ن اشبههم برسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الله وكان مخضوباً بالوسمه''[58]

امام بخاری نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے:

جب امام حسین علیہ السلام ک ا سر اقدس جو وسمہ سے مخضوب تھا، عبید اللہ بن زیاد علیہ اللعنۃ الدائمہ کے پاس لایا گیا ،تو آپ کے سر اقدس کو ایک طشت میں رکھا گیا ، ابن زیاد سر کے ساتھ بے احترامی (سرپر لکڑی مار رہا تھا) کررہا تھا اور آپ علیہ السلام کے حسن و زیبائی کے بارے میں کچھ کھتا جاتا تھا ۔ انس بن مالک یہ بات نقل کرنے کے بعد کھتے ہیں: جبکہ امام حسین علیہ السلام سب سے زیادہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شباہت رکھتے تھے۔

۳۔ حسنین علیہما السلام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیحد محبت کرنا

,,... عن ابی هريرة؛قبل رسول الله الحسن بن علی،وعنده الاقرع بن حا بس التميمی جالساً،فقال الاقرع: ان لی عشرة من الولد،ماقبلت منهم احداً، فنظررسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،ثم قال:من لا يرحم لايرحم ''[59]

امام بخاری نے ابوھریرہ سے نقل کیا ہے:

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن علیہ السلام کے بوسے لے رہے تھے، اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابس بھی تھا، اس نے کھا: یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ! میں دس فرزند رکھتا ہوں لیکن ابھی تک میں نے کسی کا بوسہ نہیں لیا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں (فرزندکی) مھر و محبت نہ ہو وہ خدا کی رحمت سے دور رہے گا۔

عرض مولف

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے بھی مسند میں نقل کیا ہے لیکن امام حسن علیہ السلام کی جگہ امام حسین بن علی علیہ السلام کا نام ذکر کیا ہے۔[60]

۴۔ حسنین ریحانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

“ عن ابن ابی نعیم ؛قال: کنت شاھداً لابن عمر، وسأله رجل عن دم البعوض، فقال: ممن انت؟ فقال :من اھل العراق، قال:انظروا الی ھٰذا یسألنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن النبی ﷺ ؟وسمعت النبی ﷺ یقول:ھما ریحا نتا ی من الدنیا”۔[61]

امام بخاری نے ابن ابو نعیم سے نقل کیا ہے:

میں عبداللہ بن عمر کی مجلس میں تھا کہ کسی نے عبد اللہ ابن عمر سے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کیا، عبد اللہ بن عمر نے کھا تو کھاں کا رھنے والا ہے؟اس نے کھا عراق کا رھنے والا ہوں، اس وقت عبد اللہ ابن عمر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: اے لوگو! اس شخص کو ذرا دیکھو ، مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کرتا ہے حا لانکہ یہ لوگ فرزند رسول ﷺ امام حسین علیہ السلام کا خون ناحق بھا چکے ہیں ؟! اس کے بعد عبد اللہ ابن عمر نے کھا: میں نے رسول ﷺ سے سنا تھا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے یہ دونوںبیٹے “حسن و حسین ریح انتای من الدنیا” اس دنیا میں میرے پھول ہیں ۔

۵۔ حسنین علیہما السلام کے لئے دعائے رسول ﷺ

“ ... عن ابن عباس ؛قال:کان النبی ﷺ یعوذ الحسن والحسین، ویقول: ان اباکما کان یعوذ بھا اسماعیل علیہ السلام و اسحا ق، اعوذ بکلمات اللہ التامّة من کل شیطان وھامّة ومن کل عین لامّة ”[62]

امام بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے:

رسول ﷺ نے امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کے بارے میں مخصوص دعا کا تعویذ بنایا اور فرمایا: تمھاریجد ابراہیم نے اپنے دونوں فرزند اسمٰعیل و اسحا ق کے لئے اسی دعا کا تعویذ بنایا تھا :

„اعوذ بکلمات اللہ التا مّة من کل شیطان و ھامّة و من کل عین لامّة”

۶۔ اے خدا !جو حسن علیہ السلام کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ

„ ...عن ابی ھریرة؛ قال:خرج النبی ﷺ فی طائفة النھار،ل ا یکلمنی ولا اکلمه،حتی اتی سوق بنی قینقاع، فجلس بفناء بیت فاطمة(س)، فقال: اثم لکع اثم لکع؟فحبسته شیئاً ،فظننتُ انھاتلبسه سخاباً اوتغسله، فجاء یشتد حتی عانقه، وقبله ،وقال:اللّٰھم احببه واحبب من یحبه”[63]

امام بخاری نے ابوھریرہ سے نقل کیا ہے :

ایک روز رسول ﷺ خدا اپنے گھر سے بالکل خاموش باہر نکلے ،یھاں تک کہ بازار بنی قینقاع تشریف لائے اوریھاں سے پلٹ کر شہزادی کونین حضرت فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا کے خانہ اطھر کے دروازے پر تشریف فرما ہوئے اور اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو ان لفظوں میں بلانے لگے: کیا لکع یھاں ہے؟ کیا لکع یھاں ہے؟(64)

ابوھریرہ کھتے ہیں : جب فاطمہ زھراسلام اللہ علیھا نے تاخیر کی تو میں نے سوچا کہ شاید آپ نے بچہ کو نظافت کی وجہ سے روک رکھا ہے ، اس کے بعد جب امام حسن علیہ السلام باہر تشریف لائے تورسول ﷺ نے شہزادے سے معانقہ کیا اوربوسہ لیا اور اس کے بعد دعا کی:

"اے میرے پروردگار! اس کو دوست رکھ اور جو اس کو دوست رکھے اسے دوست رکھ"

قارئین محترم! یہ تھیں چند وہ آیات و احادیث جو صحیحین میں اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نقل کی گئیں ہیں ، انھیں چند صفحات کادقت سے مطالعہ کرنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ مسئلہ خلافت ایسا مسئلہ نہ تھا کہ رسول ﷺ فراموش کردیتے اور مسلمانوں کے درمیان اس منصب کے لائق اور حقیقی خلفاء کی نشان دھی نہ کرتے،بلکہ یہ وہ مسئلہ تھا جسے رسول ﷺ نے ھر جگہ بیان کرنا ضروری سمجھا اور متعدد موارد پر اپنے حقیقی خلفاء کا اعلان فرمایا۔

یہ بات بھی ذھن میں رہے کہ ہم نیجو صحیحین سے اہل بیت علیہ السلام کے فضائل نقل کئے ہیں،یہ صحیحین میں ان کے فضائل کے انبار کے مقابلہ میں جو رسول خدا ﷺ سے منقول ہیں اورجو سنیوں کی دیگر معتبر کتب ِاحادیث و تواریخ میں موجودہیں ، ایک تنکے سے بھی کم ہیں ،بھر حال اب ہم ان مطالب اوراحادیث کو نقل کرتے ہیں ،جنھیں خلفائے ثلاثہ سے متعلق ان دو کتابوں میں نقل کیاگیا ہے، لیکن اس سے قبل مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ نقل کردیں جو آپ نے امامت،خلافت اور حکومت کے بارے میں بیان کیا ہے اور نشان دھی فرمائی ہے کہ جو امت کا حاکم ہو اس کے لئے کون سے شرائط لازمی ہیں ۔(65)

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۱، صفحہ ۱۳۸، خطبہ نمبر۲۔

[2] الملل و نحل جلد۱، المقدمۃ الرابعۃ:دربیان شبہ اول ، الخلاف الخامس، صفحہ ۲۴۔

[3] صحیح بخاری ج ۷، کتاب الطب۔ سنن ترمذی کتاب الطب۔ صحیح مسلم کتاب الطب ، حدیث۲۲۱۷۔

[4] سورہ زمر،آیت ۳۰، پ۲۴۔

[5] سورہ آل عمران آیت ۱۴۴ پ ۴۔

[6] سورہ بقرہ، آیت ۱۸۰، پ۲۔

[7] صحیح بخاری ج۴، کتاب الوصایا، باب(۱) ح ۲۵۸۷۔ صحیح مسلم ج ۵، کتاب الوصیہ۔ سنن ابی داود ج ۱، باب "ما جاء فی یومر بہ من الوصیة"، ح ۲۸۶۲، ص ۶۵۴۔ سنن نسائی کتاب الوصایا، باب الکراهیة فی تاخیر الوصیة، ص ۲۳۹۔ سنن ابن ماجہ ج ۲، کتاب الوصایا، باب "الحث علی الوصیة" ۔ سنن دارمی کتاب الوصایا باب من استحب الوصیہ ص ۴۰۲۔ سنن ترمذی، کتاب الوصیہ ابواب الجنائز باب ما جاء فی الحث علی الوصیہ، ص ۲۲۴۔ مسند ج ۲، مسند عبد اللہ ابن عمر، ص ۲، ۴، ۸۰،۵۷۔

[8] صحیح مسلم جلد ۵، کتاب الوصیہ ۔

[9] الکامل جلد ۱، "ذکر امر اللہ تعالی بنبیه باظهار دعوته "ص ۵۸۶، مولفہ ابن اثیر، تاریخ طبری حوادث ۳ھ ۔

[10] افسوس کہ کچھ ایسے نافرمان صحابہ رسول ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، جنہوں نے رسول ﷺ کو نوشتہ نہ لکھنے دیا اور عذاب الیم کے مستحق بن گئے۔

صحیح بخاری جلد ۱ کتاب العلم باب کتابۃ العلم و جلد۷، کتاب المرضی باب "قول المریض قوموا عنی" دیکھئے :مزید معلومات کے لئے اسی کتاب کی فصل دوم بحث "امامت و خلافت صحیحین کی روشنی میں، واقعہ قرطاس اور حضرت عمر کا رویہ" مترجم۔۵۷۳۔

[11] سورہ احزاب، آیت ۳۳، پ ۲۲۔

[12] صحیح مسلم جلد۷، کتاب فضایل الصحابۃ، باب "فضائل اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ح ۲۴۲۴۔

[13] سورہ آل عمران، آیت ۶۱، پ ۴۔

[14] صحیح مسلم جلد۷، کتاب فضائل الصحابۃ، باب "فضائل علی علیہ السلام" حدیث ۲۴۰۴۔ ۲۴۰۵۔ ۲۴۰۶۔ ۲۴۰۷۔

مسلم نے مذکورہ روایات کو دیگر متن و طریق کے ساتھ بھی نقل کیا ہے۔

[15] صحیح مسلم ج۷، کتاب فضایل الصحابۃ، باب "فضائل علی علیہ السلام" حدیث ۲۴۰۸۔

[16] مستدرک حاکم، جلد۳، ذکر زید بن ارقم، ص۵۳۳۔ مسند احمد ابن حنبل، جلد۴، حدیث زید بن ارقم، ص ۳۷۲ ۔

[17] سر العالمین وکشف ما فی الدارین، باب فی المقالۃ الرابعۃ فی ترتیب الخلافۃ ص ۲۱، مولفہ امام غزالی، مطبوعۃ نعمان پریس، دوسرا ایڈیشن، ۱۹۶۵ء، نجف عراق۔

[18] صحیح بخاری: جلد ۸، کتاب الدعوات، باب(۳۱) "الصلاة علی النبی ﷺ "حدیث ۵۹۹۶۔۵۹۹۷۔ جلد ۳، کتاب الانبیاء، باب "یزفون النسلان فی المشی" (آیت نمبر ۹۴) حدیث ۳۱۹۰۔ جلد ۶، کتاب التفسیر تفسیر، سورہ احزاب، باب ۱۰ "آیة ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی" ﷺ حدیث ۴۵۱۹،۵۴۲۰۔ صحیح مسلم جلد ۲، کتاب الصلوۃ، باب "الصلوٰۃ بعد التشہد علی النبی" حدیث ۴۰۵،۴۰۶،۴۰۷۔

[19] صحیح مسلم ج ۱، کتاب الصلوۃ، باب "الصلوٰت النبی ﷺ بعد التشہد" ح ۴۰۵، ۴۰۷، ۴۰۶۔

[20] سورہ لقمان، آیت ۲۱، پ ۲۱۔

[21] صحیح بخاری ج۹، کتاب الاحکام، باب(۵۲) "استخلاف" حدیث ۶۷۹۶۔ صحیح مسلم ج ۶، کتاب الامارۃ، باب(۱۱) "الناس تبع القریش و الخلافۃ فی قریش" حدیث ۱۸۲۱۔

[22] صحیح مسلم ج ۶، کتاب الامارہ، باب ا حدیث ۱۸۲۱۔(کتاب الامارۃ کی حدیث نمبر۹)۔

[23] صحیح مسلم جلد۸، کتاب الفتن، باب" لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل" حدیث ۲۹۱۳۔۲۹۱۴۔

[24] صحیح مسلم جلد۸، کتاب الفتن، باب "لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل" حدیث ۲۹۱۴،۲۹۱۳۔

[25] صحیح بخاری جلد۴، کتاب الانبیاء، باب "نزول عیسی ابن مریم "حدیث ۳۲۶۵۔

[26] فتح الباری شرحا لبخاری ج۷، کتاب الانبیاء باب قولہ تعالی: واذکر فی الکتاب مریم ص ۳۰۵۔

[27] عمدۃ القاری جلد۱۶، کتاب الانبیاء باب قولہ تعالی: واذکر فی الکتاب مریم۔

[28] الاصابۃ جلد۴، عیسی المسیح بن مریم الصدیقۃ بنت عمران، ص۶۳۸۔

[29] اضواء علی السنۃ المحمدیہ، مصنفہ، شیخ محمود ابوریہ۔

[30] سورہ حج آیت ۹، پ ۱۷۔

[31] صحیح بخاری: جلد ۵، کتاب المغازی، باب(۸)" قتل ابی جھل" حدیث ۳۷۴۷، ۳۷۵۱، ۳۷۵۰، ۳۷۴۸، ۳۷۴۹۔ جلد ۶، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ الحج، باب (۳) آیہ <ھٰذَانِ خَصمَانِ اختَصَمُوا فِی رَبِّہِم> حدیث ۴۴۶۷۔

[32] صحیح بخاری: جلد ۵، کتاب المغازی، باب(۸)" قتل ابی جھل" حدیث ۳۷۴۷، ۳۷۵۱، ۳۷۵۰، ۳۷۴۸، ۳۷۴۹۔ جلد ۶، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ الحج، باب (۳) آیہ <ھٰذَانِ خَصمَانِ اختَصَمُوا فِی رَبِّہِم> حدیث ۴۴۶۷۔

[33] صحیح مسلم جلد ۳، کتاب الایمان، باب(۳۳) "ان حب الانصار وعلی علیہ السلام من الایمان" حدیث۷۸۔

[34] صحیح بخاری جلد ۱، کتاب الصلوۃ، باب" اتمام تکبیر فی الرکوع "حدیث ۷۵۱، باب" اتمام التکبیر فی السجود" حدیث ۳۵۳۔ مترجم:(صحیح بخاری جلد ۱، کتاب الصلوۃ، باب "یکبر وھو ینھض من السجدتین" حدیث ۷۹۲۔) صحیح مسلم جلد ۲، کتاب الصلوۃ، باب(۱۰)" اثبات التکبیر فی کل خفض ورفع" حدیث ۳۹۳۔

[35] صحیح بخاری جلد۴، کتاب فضایل الصحابۃ، باب" مناقب علی ابن ابی طالب علیہ السلام " حدیث ۳۵۰۰۔ جلد ۱، کتاب الصلاۃ ابواب المسجد، باب "نوم الرجل فی المسجد" حدیث ۴۳۰، جلد۴، کتاب الادب، باب" التکنی بابی تراب" حدیث ۵۸۵۱۔ جلد۸، کتاب الاستئذان، باب" القائلہ فی المسجد" حدیث ۵۹۲۴۔ صحیح مسلم جلد۷، کتاب فضائل الصحابۃ، باب" فضائل علی ابن ابی طالب علیہ السلام" حدیث ۲۴۰۹۔

[36] صحیح بخاری، جلد ۶، کتاب التفسیر سورہ بقرہ، باب "تفسیر ما ننسخ من آیۃ"(۱۰۶) حدیث ۴۲۱۱۔

[37] سنن ابن ماجہ جلد ۱۔(اس کتاب میں حقیر نے اس جملہ کو نہیں دیکھا ہے۔ مترجم۔) استیعاب جلد ۱، حرف العین باب علی صفحہ ۸۔ (اس کتاب میں اقضانا اور اقضاہم آیا ہے۔ مترجم)

[38] صحیح بخاری: جلد۴،کتاب الجھاد و السیر، باب ۱۲۱ "ما قیل فی لواء النبی ﷺ "حدیث ۲۸۱۲، باب۱۴۳ "فضل من اسلم علی یدیہ رجل" حدیث۲۸۴۷،کتاب فضایل الصحابہ، باب(۹)" مناقب علی ابن ابی طالب "حدیث۳۴۹۹،۳۴۹۸۔ صحیح مسلم :جلد۷،کتاب فضائل الصحابۃ،باب" فضائل علی ابن ابی طالب" حدیث۲۴۰۵، کتاب الجھاد و السیر، باب(۴۵)" عزوہ ذی قرد وغیرھا" حدیث۱۸۰۷۔

مترجم:(صحیح بخاری: جلد۴ ، کتاب الجھاد و السیر،باب " دعاء النبی ﷺ الی الاسلام النبوۃ"حدیث۲۷۸۳۔کتاب فضائل الصحابۃباب "عزوہ خیبر"حدیث۳۹۷۳،۳۹۷۲۔

مسلم نے ایک حدیث میں اس شعر کو بھی نقل کیا ہے جسے حضرت علی علیہ السلام نے مرحب کے مقابل پڑھا تھا:

انا ا لذی سمّتنی امی حیدرہ

کلیث غابات کریہ المنظرہ)

[39] صحیح مسلم جلد۷، کتاب فضائل الصحابۃ،باب (۴)" فضائل علی ابن ابی طالب"حدیث ۲۴۰۵۔

[40] صحیح بخاری :جلد۵،کتاب فضایل الصحابۃ،باب(۹) "مناقب علی ابن ابی طالب علیہ السلام"حدیث ۳۵۰۳۔

جلد ۵،کتاب المغازی، باب(۷۴) "عزوہ تبوک "حدیث۴۱۵۴۔

صحیح مسلم جلد ۲ ،کتاب فضائل الصحابۃ، باب" فضائل علی علیہ السلام "حدیث۲۴۰۴

(یہ حدیث دیگر سند کے ساتھ بھی اس کتاب میں مذکور ہے)۔

[41] سورہ طہ، آیت ۳۰، پ ۱۶۔

[42] سورہ اعراف، آیت۱۴۲،پ۹۔

[43] سورہ طٰہٰ ،آیت نمبر۳۱، ۳۲، ۳۶، پ ۱۶۔

[44] تفصیل دیکھئے: کتاب "المراجعات " مصنفہ علامہ سید شرف الدین، و "کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب ص ۲۸۱، باب (۶۰) "فی تخصیص علی بقولہ ﷺ انت بمنزلۃ ھارون من موسی " مطبوعہ:۱۳۹۰ "(اس کتاب کے ساتھ گنجی شافعی کی دوسری کتاب "البیان فی اخبار صاحب الزمان "بھی شائع ہوئی ہے۔ مترجم.

آٹھویں فضیلت: علی علیہ السلام رسول ﷺ سے اور رسول ﷺ علی علیہ السلام سے ہیں۔

"اَنْتَ مِنّی وَاَنَا مِنْکَ" حضرت رسالتمآب ﷺ نے فرمایا: اے علی! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

صحیح بخاری ،جلد۵، کتاب فضایل الصحابۃ، باب "مناقب علی" ۔ جلد۴، کتاب المغازی، باب(۴۱) "عمرۃ القضاء (صلح حدیبیہ)"حدیث۴۰۰۵ ۔ کتاب الصلح ،باب(۶) "کیف یکتب: ھذا ماصالح فلان بن فلان"۲۵۵۲ ۔ مترجم.

نویں فضیلت:رسول ﷺ وقتِ وفات علی علیہ السلام سے راضی رخصت ہوئے

حضرت عمر کا بیان ہے: جب رسول ﷺ نے وفات پائی تو آپ حضرت علی علیہ السلام سے راضی تھے۔ صحیح بخاری جلد ۵، کتاب فضائل الصحابۃ، باب "مناقب علی ﷺ (قبل از حدیث نمبر ۳۴۹۸)" باب "قصہ البیعۃ والاتفاق علی عثمان "حدیث ۳۴۹۷۔ مترجم۔

محترم قارئین! جیساکہ آپ نے مولا علی علیہ السلام کے فضائل صحیحین کی روشنی میں ملاحظہ فرمائے اور پھر قول حضرت عمر بھی ملاحظہ فرمایا کہ رسول ﷺ کی وفات جب ہوئی تو آپ ﷺ علی علیہ السلام سے راضی تھے، لیکن خود قائل کی پوزیشن کیا تھی؟ معلوم نہیں، کیونکہ صحیح بخاری کے بموجب آنحضرت ﷺ نے بوقت وفات جب قلم و دوات مانگی تو حضرت عمر نے منع کردیا تھا جس کی وجہ سے رسول ﷺ ناراض ہوگئے اور آپ نے حضرت عمر کو اپنے گھر سے باہر نکال دیا، چنانچہ محترم مولف صاحب نے بحث "واقعہ قرطاس" ص ۲۲۶ پر اس بات کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

[45] صحیح بخاری: جلد ۴، کتاب المناقب، باب (۲۲) "علامات النبوۃ فی الاسلام" حدیث ۳۴۲۶۔ جلد ۸، کتاب الاستیذان، باب "من ناجی بین یدی الناس" حدیث ۵۹۲۸۔ صحیح مسلم جلد ۷، کتاب فضائل الصحابۃ، باب "فضائل فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا"۔

[46] صحیح بخاری: جلد ۴، کتاب المناقب، باب (۲۵) "علامات النبوت فی الاسلام" حدیث ۳۴۲۶۔ جلد ۵، کتاب فضایل الصحابۃ، باب (۱۲) "مناقب قرابۃ الرسول ﷺ حدیث ۳۵۱۱۔

مترجم: (صحیح بخاری جلد ۴، کتاب المغازی، باب "مرض النبی" ﷺ حدیث ۴۱۷۰۔)

صحیح مسلم جلد ۵، کتاب فضائل الصحابۃ، باب (۱۵) "فضائل فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا" حدیث ۲۴۵۰۔

[47] .3.4. صحیح بخاری: ج ۵، کتاب فضایل الصحابۃ، باب "مناقب قرابۃ الرسول ﷺ "حدیث ۳۵۱۰۔ ج ۷، کتاب النکاح، باب "الذب الرجل عن ابنتہ "حدیث ۴۱۳۲۔ ج ۳، کتاب فضایل الصحابۃ، باب "مناقب فاطمۃ الزہرا (س)" حدیث ۳۵۵۶۔ مترجم: (صحیح بخاری ج ۳، کتاب فضایل الصحابۃ، باب (۱۶) "ذکر اصہار النبی" حدیث ۳۵۲۳۔) صحیح مسلم ج ۷، کتاب فضایل الصحابۃ، باب "فضائل فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا" حدث ۲۴۴۹۔

[48] صحیح بخاری: جلد ۴، کتاب الخمس، باب (۶) "الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول ﷺ اللہ" حدیث ۲۹۴۵۔ جلد ۵، کتاب فضایل الصحابۃ، باب "مناقب علی علیہ السلام" حدیث ۳۵۰۲۔ جلد ۷، کتاب النفقات، باب (۶) "عمل المرءۃ فی بیت زوجہا" حدیث ۵۰۴۶،

مترجم: (صحیح بخاری جلد ۷، کتاب النفقات، باب "خادم المرءۃ" حدیث ۵۰۴۷۔ کتاب الدعوات، باب (۱۱) "التکبیر والتسبیح عند المنام" حدیث ۵۹۵۹۔)

صحیح مسلم جلد ۸، کتاب الذکر و الدعا، باب "التسبیحا ول النہار و عند النوم" حدیث ۷۲۷۲۔

[49] صحیح بخاری جلد ۱، کتاب الوضوء، باب (۶۹) "اذا اُلقِی علی ظہرِِ المصلی قذر" حدیث ۶۹۔ صحیح مسلم جلد ۳، کتاب الجہاد و السیر، باب (۳۹) "ما القی النبی ﷺ من اذیٰ المشرکین" حدیث ۱۷۹۴۔

[50] صحیح بخاری: جلد ۱، کتاب الوضوء، باب (۷۲) "غسل المرءۃ ابابا الدم عن وجہہ" حدیث ۲۴۰۔ جلد ۴، کتاب فضل الجہاد، باب "لبس البیضۃ" حدیث ۲۷۵۴، مترجم: (صحیح بخاری جلد ۴، کتاب فضل الجہاد، باب "المجن ومن یتترس بترس الصحابۃ" حدیث ۲۷۴۷، باب (۱۶۰) "دواء الجرح باحراق الحصیر" حدیث ۲۸۷۲، باب "ما اصاب النبی ﷺ من الجراح یوم احد" حدیث ۳۸۴۷۔ جلد ۵، کتاب النکاح، باب (۱۲۲) "ولایبدین زینتہن الا بعولتہن "حدیث ۴۹۵۰۔ کتاب الطب، باب "حرق الحصیر لیسدّ بہ الدم" حدیث ۵۳۹۰۔) صحیح مسلم جلد ۵، کتاب الجہاد، باب (۳۷) "غزوۃ احد" حدیث ۱۷۹۰۔

[51] صحیح بخاری جلد ۶، کتاب المغازی، باب (۷۸) "مرض النبی ﷺ و وفاتہ "حدیث ۴۱۹۳۔

[52] بخاری ج ۲، کتاب الزکاۃ، باب "اخذ صدقۃ التمر عند صرام النخل" حدیث ۱۴۱۴۔

[53] مترجم: مذکورہ حدیث سے یہ واضح طور پر ثابت جاتا ہے کہ آل محمد علیہ السلام پر صدقہ حرام ہے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اصحاب کے لئے جائز ہے گویا حرمت صدقہ آل محمد اور اصحاب کرام کے درمیان حد فاصل ہے، اس حدیث میں امام بخاری نے تھوڑا سا اضافہ کیا ہے وہ یہ کہ "حسنین علیہ السلام نے کھجور کو دہن اقدس میں رکھ لیا تب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع فرمایا "ایسا نہیں ہے بلکہ حسنین کھانے کے ارادہ سے بظاہر دیکھنے والوں کی نظر میں اٹھا رہے تھے، مگر حقیقت یہ تھی کہ آپ دنیا والوں کی زبان پر اپنی فضیلت زبانِ رسالت سے سنوانا چاہتے تھے کہ آل محمد علیہ السلام اور اصحاب میں زمین و آسمان کا فرق ہے، یعنی آپ علیہ السلام یہ بتانا چاہتے تھے کہ اے مسلمانو! کبھی آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقابلہ میں اصحاب کا قیاس نہ کرنا:

"لایُقاسُ بِآلِ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من هذه اُلامَّةِ اَحَدٌ وَ لَایُسوَّی بهم مَنْ جَرَتْ نِعَمَتُهم علیه اَبَداً هُم اَساسُ الدِّین وَ عِمادُ الیقین اِلیهم یَفِئُ الغَالِی و بهم یُلْحَقُ التَّالِی و لَهُم خَصائِص حَقِّ الوِلَایَةِ وَ فِیهم الوَصِیَّةُ وَ الْوِراثَةُ" شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۳۸ (خطبہ نمبر ۲)

ترجمہ: اس امت میں کسی کو آل محمد (علیہم السلام) پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں، وہ ان کے برابر نہیں ہوسکتے، یہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں، آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آکر ملنا ہے، حقِ ولایت کی خصوصیات انھیں کے لئے ہیں، انھیں کے بارے میں پیغمبر کی وصیت اور انھیں کے لئے نبی کی وراثت ہے۔ ۱۲

[54] صحیح بخاری جلد ۲، کتاب الزکاۃ، باب "مایذکر فی الصدقۃ للنبی" صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حدیث ۱۴۲۰۔ جلد ۴، کتاب فضل الجهاد و السیر، باب" من تکلم بالفارسیۃ" حدیث ۲۹۰۷۔

[55] صحیح بخاری جلد ۵، کتاب فضایل الصحابۃ، باب" مناقب الامام الحسن و الحسین علیہ السلام " حدیث ۳۵۴۲، ۳۵۴۰

[56] صحیح بخاری جلد ۴، کتاب المناقب، باب" صفۃ النبی" حدیث ۳۳۴۹، ۳۵۰۔

[57] صحیح بخاری جلد ۵، کتاب فضایل الصحابۃ، باب "مناقب الامام الحسن و الحسین علیہ السلام " جلد ۴، کتاب المناقب، باب" صفۃ النبی" ۳۵۴۲، ۳۳۵۰۔

[58] صحیح بخاری جلد ۵، کتاب الفضایل الصحابۃ، باب "مناقب الحسن و الحسین علیہ السلام " حدیث ۳۵۳۸۔

[59] صحیح بخاری جلد ۸، کتاب الادب، باب (۱۷)" رحمة الولد و تقبیله و معا نقته" حدیث ۵۶۵۱۔

[60] مسند احمد بن حنبل جلد ۲، مسند ابو ہریرۃ، ص ۲۴۱۔

مترجم: ایک جگہ امام بخاری نے اس طرح نقل کیا ہے: علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اللّٰهم انی اُحبّه فاَ حبّه، اے خدا! تو حسن علیہ السلام کو دوست رکھ کیونکہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔

صحیح بخاری جلد ۳، کتاب الفضایل الصحابۃ، باب "مناقب حسن علیہ السلام حسین" حدیث ۳۵۳۷، ۳۵۳۹، باب "ذکر اسامۃ بن زید" حدیث ۳۵۲۸۔

[61] صحیح بخاری جلد ۸، کتاب الادب، باب "رحمۃ الولد و تقبیلہ" حدیث ۵۶۴۸۔

مترجم: (صحیح بخاری ج ۳، کتاب الفضایل الصحابۃ، باب (۲۴)"مناقب الحسن و الحسین" ح ۳۵۴۳۔)

[62] صحیح بخاری جلد ۲، کتاب الانبیاء، باب "(سورہ صٰفات آیت ۹۴) یزفون النسلان" حدیث ۳۱۹۱۔

[63] صحیح بخاری جلد۳، کتاب البیوع، باب(۴۹)" ماذکر فی الاسواق" حدیث ۲۰۱۶۔ جلد ۷، کتاب اللباس، باب(۵۸)" السخاب للصبیان" حدیث۵۵۴۵ ، صحیح مسلم جلد ۷ ،کتاب فضایل الصحابۃ، باب(۸)"فضائل الحسن و الحسین علیھما السلام" حدیث ۲۴۲۱۔ (معانقہ کے جملے صحیح مسلم میں آئے ہیں صحیح بخاری میں نہیں ۔مترجم)

[64] نوٹ:لکع بمعنی چھوٹا بچہ استعمال کیا جاتا ہے ، دیکھئے: نہایہ ابن اثیر۔

[65] اگر آپ اس خطبہ کی روشنی میں خلفائے ثلاثہ کی زندگی کو دیکھیں تو پھر آپ کو اس بات کے تسلیم کرنے میں کسی طرح کی شرم اور جھجھک محسوس نہ ہوگی کہ منصب خلافت کے واحد حقدار حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔مترجم۔

حاکم ؛ حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں

شرائط امامت

۱ اَللّٰھم اِنّی اول من اناب، وسمع و اجاب، لم یسبقنی الارسول ﷺ اللہ بالصلٰوۃ، وقد علمتم انّہ لاینبغی ان یکون الوالی علی الفروج،والدماء، والمغانم والاحکام،وامامۃ المسلمین اَلْبخیلُ، فتکون فی اموالھم نَھْمَتُہ، ولاالجاھل فیَ ُضِلَّھُمْ بجھلہ، ولاالجافی فیَ َقْطعُھم بجفائہ، ولاالحا ئِفُ للدول،فیتخِذَ قوماً دون قوم، ولا المرتشِی فی الحکم فیذھب بالحقوق،ویَقِفَ بھادون المقاطِعَ ولاالمعَطِّلُ للسنۃ فیُھلکُ الأُمَّۃَ "(66)

اے اللہ ! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کیا اور تیرے حکم کو سن کر لبیک کھی، رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی نے بھی نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی، اے لوگو! تمھیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت، نفاذِ احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو، کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو اس کے دانت مسلمانوں کے مال پر لگے رہیں گے اور نہ کوئی جاہل ہو کہ وہ انھیں اپنی جھالت کی وجہ سے گمراہ کردے گا، نہ کوئی کج خلق ہو کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چر کے لگاتا رہے گا اور اپنے اور لوگوں کے درمیان فاصلہ کردے گا، نہ کوئی مال ودولت میں بے راہ روی کرنے والا (ظالم) کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم کردے گا، نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ وہ دوسروں کے حقوق کو رائگاں کردے گا اور انھیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کردینے والا کہ وہ امت کو تباہ و برباد اور ضائع کردے گا۔

اس خطبہ میں مولا علی علیہ السلام نے اس شخص کے لئیجو مسلمانوں کی امامت و سرپرستی اور ان کے درمیان قوانین اسلام نافذ کرنا چاہتا ہے ،جنگ و صلح کے احکام صادر کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کے درمیان احکام خدا کی تبیین وتوضیح کرنا چاہتا ہے چھ بنیادی شرائط بتلائے ہیں :

۱۔ امام اور حاکم، بخیل نہ ہو کہ وہ لوگوں کے مال وثروت میں ہمیشہ لالچ کی نظر جمائے رکھے گا،(اورامت اسلام پرمال و دولت خرچ کرنے کے بجائے خود ہی دولت جمع کرنے کی فکر میں بتلا رہے گا)۔

۲۔ امام اور حاکم، اسلام کے تمام جزئیات اور قوانین کا بحد کافی علم رکھتا ہو۔

۳۔ حاکم، اخلاق حسنہ رکھتا ہو اور غصہ و خشونت سے دور ہو۔

۴۔ حاکم، ظالم و ستمگر نہ ہو کہ دوسرے کے حق کو پائمال کردے۔

۵۔ حاکم اور امام رشوت خور نہ ہو۔

۶۔ امام، قوانین اسلام اور قرآن کے نافذ کرنے سے گریز نہ کرے، بلکہ وہ ہمیشہ قوانین الٰہی کو نافذ اور ان کی حفاظت کرے ۔

یہ ہیں اسلامی حکومت کی باگ ڈور سنبھانے والے حاکم کے چند شرائط، لیکن مسلمانوں کی صحیح، معتبر اور مھم ترین کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کھتی ہیں کہ خلفائے ثلاثہ مذکورہ شرائط (حسن اخلاق، علم وآگاہی) سے عاری اور خالی ہی نہیں بلکہ وہ ان شرائط کے مقابل متضاد صفات کے حامل تھے !! [67]چنانچہ اس بات کے ثبوت کے لئے ہم چند نمونے کتب صحیحین سے پیش کرتے ہیں، جنھیں علمائے اہل سنت اپنے دین کا مدرک و ماخذ سمجھتے ہیں، (اور ان میں نوشتہ احادیث کو قرآن کی آیت کے مساوی مانتے ہیں) کیونکہ ہم نے اپنی بحث کا مدرک انھیں دو کتابوں کو بنایا ہے، وگرنہ اس بارے میں کتب تواریخ و حدیث میں بھت زیادہ مطالب موجودہیں، جن کا نقل کرنا ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہے۔

۱۔ حاکم کا صاحبِ حسن اخلاق ہوناضروری ہے

"ولا الجافی فیقطعھم بجفائه"(قول حضرت علی علیہ السلام)

اور امام کوکج خلق اورتندمزاج نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی کج خلقی اورتندمزاجی سے لوگوں کو ہمیشہ اپنے پاس سے بھگاتا رہے(کیونکہ اس طرح اسلامی احکام صحیح طریقے سے نافذ نہ ہوسکیں گے)"

محترم قارئین! جیساکہ ہم نے گزشتہ فصلوں میں نقل کیا کہ ایک رھبر اور ھادی امت کیلئے ضروری ہے کہ وہ نرم دل اور حسن اخلاق رکھتا ہو، تند خو اور غصہ ور شخص کیلئے منصب امامت سازگار نہیں، لیکن صحیحین کی بعض احادیث اور سنیوں کی دیگر معتبر کتابوں کے مطابق خلفائے ثلاثہ ان صفات سے بے بھرہ تھےچنانچہ اس کے دو نمونے ذیل میں نقل کرتے ہیں:

۱ ...عن ابی ملیکة؛ قال کاد الخیران ان تهلکا ابو بکر وعمر ،لما قدم علی النبی وفد بنی تمیم، اشار احدهما با لاقرع بن حا بس الحنظلی اخی بنی مجاشع، واشارالآخر بغیره ،فقال ابوبکر لعمر: انما اردت خلافی؟فقال عمر:ما اردت خلافک، فارتفعت اصواتهما عند النبی ﷺ ، فنزلت الآیه:< (یٰا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ...) < [68]

امام بخاری نے ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے:

نزدیک تھا کہ ایک واقعہ میں وہ دو نیک مرد (ابوبکر و عمر) ھلاک ہوجاتے، جب بنی تمیم کا ایک وفد رسول ﷺ کی خدمت بابرکت میں مشرف ہوا تو ان دونوں (ابوبکر و عمر) میں سے ایک نے اقرع بن حابس حنظلی برادر بنی مجاشع کو اس قبیلہ کا سرپرست ظاہر کر دیا اور دوسرے نے کسی اور شخص کی سفارش کی، اس پرابوبکر نے عمر سے کھا: تونے اس کام میں میری مخالفت کی ہے؟

عمر نے کھا: میں اس امر میں تیری مخالفت کرنے کا قصد نہیں رکھتا تھا، بالآخر جب دونوں کے درمیان تو تو، میں میں، ہوئی اور ایک شور و ھنگامہ ہونے لگا(اور رسول ﷺ کی موجودگی کا کسی کو خیال نہ رھا، لہٰذا جب خداوند عالم نے اس بدتمیزی اوربدتہذیبی کو دیکھا) تو یہ آیت نازل فرمائی:

(یا اَیُّھَاْ لَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْھَرُوْا لَہُ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعمالَکُمْ وَ اَنْتُمْ لاَتَشْعُرُوْنَ) (69)

اے ایماندارو !بولنے میں تم اپنی آوازیں رسول ﷺ کی آواز پر بلند مت کیا کرو اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور زور بولا کرتے ہو ان (رسول ﷺ) کے روبرو زور سے نہ بولا کرو، ایسا نہ ہو کہ تمھارے سارے اعمال حبط (ختم) ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

ابن حجر نے فتح ا لباری(شرحا لبخاری) میں قلمبند کیا ہے: قبیلہ بنی تمیم کے وفد کا آنا اور یہ واقعہ پیش آنا ہجرت کے نویں سال میں تھا ۔(70)

عرض مولف

مذکورہ حدیث مسند احمد ابن حنبل میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ (71)

مذکورہ حدیث کے مضمون اور بنی تمیم کے وفد کے مدینہ آمد کی تاریخ میں غور کرنے سے ایک سوال جو ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو افراد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ بیس سال سے زندگی گزار رہے تھے، وہ نبی کے ساتھ رہ کر تہذیب یا فتہ کیوںنہ ہوئے ؟!آخر ان کو احترام رسالت کا خیال کیوں نہ تھا؟!یہ لوگ کیوں نبی ﷺ کے سامنے اس قدر ھلڑ ھنگامہ کرتے تھے کہ خدا کو ان کی تھدید اور تنبیہ کے لئے آیت نازل کرنا پڑی؟!(72) بتایئے ایسے افراد کیا جانشین نبی، عظیم الشان قائد، اسلامی رھبر اور مقام خلافت کے حقدار ہو سکتے ہیں ؟!ھرگز نہیں ۔

۲ ...سعد بن ابی وقاص؛ قال: استأذن عمرعلی رسول ﷺ اللہ ،وعندہ نسآء من قریش،یُکَلِّمْنَہُ و یَسْتَکْثِرْنَہُ عالیة اصواتھن، فلما استأذن عمر، قمن یبتدرن الحجاب، فأذ ن لہ رسول ﷺ اللہ ،ورسول ﷺ اللہ یضحک، فقال عمر: اضحک اللہ سنک یا رسول ﷺ اللہ !قال: عجبت من ھٰولاء الّاتی کن عندی، فلم ا سمعن صوتک، ابتدرن الحجاب، قال عمر: فانت یا رسول ﷺ اللہ !کنت احق ان یھبن، ثم قال: ای عد وات انفسھن! اتھبنی ولا تھبن رسول ﷺ اللہ ؟قلن انت افظ واغلظ من رسول ﷺ اللہ ۔(73)

سعد بن ابی وقاص سے بخاری نے نقل کیا ہے:

ایک مرتبہ عمر نے رسول کی خدمت میں شرفیاب ہونے کی درخواست کی اس وقت بعض زنان قریش رسول ﷺ کی خدمت میں باتیں کررھی تھیں اور زیادہ تیز آواز میں رسول ﷺ سے سوال و جواب کررھی تھیں ، لیکن جب عمر نے چاہا کہ خدمت رسول ﷺ میں حاضر ہوں تو قریش کی یہ سب عورتیں گھر کے ایک گوشے میں پوشیدہ ہوگئیں ۔

رسول ﷺ اس ماجرا کو دیکھ کر مسکرانے لگے اور تبسم کی حالت میں عمر کو گھر میں وارد ہونے کا اذن دیا، عمر نے کھا: یارسول اللہ! اللہ آپ کو ہمیشہ خوشحال رکھے یہ مسکرانے کا کیا مطلب ہے؟!

رسول ﷺ نے فرمایا: مجھے اس امر نے تعجب میں ڈال دیا ہے کہ جب ان قریش کی عورتوں نے تیری آواز سنی تو سب متفرق ہوگئیں اور گوشہ میں پوشیدہ ہوگئیں !

عمر نے کھا: یا رسول اللہ! ان کو آپ سے ڈرنا چاہیئے نہ کہ مجھ سے، اس وقت ان عورتوں سے مخاطب ہوکر بولے : اے اپنے وجود کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول ﷺ سے نہیں ؟

عورتوں نے اس کیجواب میں کھا: ھاں ہم لوگ آپ سے ڈرتے ہیں لیکن رسول ﷺ سے نہیں، کیونکہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنسبت بڑے بدمزاج، غصہ ور اور تند خو آدمی ہیں ۔"قلن انت افظ واغلظ من رسول الله"

عرض مولف

خلیفہ دوم کی سخت مزاجی اور بداخلاقی کے بارے میں کتب احادیث میں بھت سارے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں بعض کتابوں میں آیا ہے :جب حضرت عمر غصہ ہوتے تھے تو بعض اوقات ان کا غصہ اس وقت تک ختم نہ ہوتا جب تک کہ اپنے ہی دانتوں سے اپنا ھاتھ چبا کر زخمی نہ کرلیا کرتے تھے!(یہ حالت میرے خیال سے اس وقت ہوتی ہوگی جب انھیں غصہ اتارنے کے لئے کوئی ملتا نہ ہوگا) زبیر بن بکار اس مطلب کو نقل کرنے کے بعد کھتے ہیں:ھاتھ کو دانتوں سے چبا نے والا واقعہ اس وقت بھی پیش آیا جب آپ کے کسی فرزند کی شکایت کوئی کنیز آپ کے پاس لائی ،اس وقت بھی خلیفہ صاحب نے اپنا ھاتھ چبا لیا تھا!!

اس کے بعد ابن بکار کھتے ہیں:خلیفہ کی اسی تند مزاجی کی وجہ سے ابن عباس" مسئلہ عول "کی مخالفت میں حق بات کے اظھار سے خاموش رہے اور جب خلیفہ دوم کی موت واقع ہوگئی تب آپ نے اس حقیقت کا اظھار کیا، لوگوں نے ابن عباس سے کھا: آپ نے اس حقیقت کو خلیفہ دوم کے سامنے کیوں نہ ظاہر کیا ؟ آپ نے فرمایا : میں اس سے ڈرتا تھا ،کیونکہ وہ ایک خوف ناک اورغصہ ور حاکم تھا۔ (74)

۲۔ حاکم کو احکام الہٰیہ سے آگاہ ہوناچاہیئے

,,وَلَا اْلجَاهل فَيُضِلُّهُمْ بِجَهله" (فرمان امام علی علیہ السلام)

حاکم اور امام کو جاہل نہیں ہونا چاہیئے ، کیونکہ اگر جاہل ہوگا تو وہ اپنیجہل کی بنا پر لوگوں کو گمراہ کردے گا۔

حاکم اورامام کے لئیجھاں اوردیگر شرائط ضروری ہیں ، ان میں سے ایک شرط یہ بھی لازم ہے کہ وہ احکام اور قوانین الٰھیہ سے آگاہ اور آشنا ہو،چنانچہ اگر حاکم اسلامی قوانین اور احکام کے تمام جزئیات و جوانب سے واقف نہ ہو اور ضرورت کے وقت ایرے غیرے سے دریافت کرنے کا محتاج ہو اور اسلامی احکام کو فلاں ڈھکاں سے معلوم کرے گا، تو ایسا شخص منصب ِخلافت کے لائق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ غلط اورخلاف واقع احکام کو صادر کرکے لوگوں کو گمراہی و ضلالت میں بتلا کردے گا یا پھر لوگوں کو شک وتردید میں ڈال دے گا ۔

لیکن کتب تواریخ و احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے : خلفائے ثلاثہ جو اسلامی حاکم تھے، یہ لوگ اسلامی احکام کی کچھ اطلاع نہیں رکھتے تھے! اور اسلامی احکام اور دینی مسائل دریافت کرنے کی غرض سے دوسروں کے دروازوں پر دستک دیتے تھے، اسی وجہ سے بسا اوقات یہ حضرات متضاد اور عجیب و غریب، خلاف ِواقع فتاویٰ صادر کردیتے تھے۔

(یھاں تک کہ مدینہ کی عورتیں تک ان پر اعتراض کردیتی تھیں !)چنانچہ حضرت امیرالمو منین علی علیہ السلام نیجب یہ دیکھاتو ایک خطبہ ارشادفرمایا ،جس میں آپ نے ان حکام کی تصویر کشی کی جو بغیر علم کے حکومت کرتے ہیں ۔

,,ترد علی احدهم القضیةُ فی حکم من الاحکام فیحکم فیها برایه، ثم ترد تلک القضیةبعینها علی غیره فیحکم فیها بخلاف قوله، ثم یجتمع القضاة بذالک عند الامام الذی استقضاهم، فیصُوّب آرائهم جمیعاً، و اِلٰهُهُمْ واحدٌ !و نبیهم واحد !وکتابهم واحدٌ !افامر هم الله تعالی بالاختلاف فاطاعوه! ام نهاهم عنه فعَصَوْه! ام انزل الله تعالی دیناً ناقصاً فاستعان بهم علی اتمامه !ام کانوا شرکاءِ له ،فلهم ان یقولوا ،و علیه ان یرضیٰ؟ ام انزل الله تعالی دیناً تاماً فقصَّر الرسول ﷺ عن تبلیغه وادائه!؟ والله سبح ا نه یقول:< مَا فَرَّطْنَا فی الْکِتَابِ مِنْ شَیءٍ...> (75) وفیه تبیان کل شیء"[76]

جب ان میں کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لئے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے، پھر وھی مسئلہ بعینہ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پھلے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے، پھریہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ(حاکم) کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انھیں قاضی بنا رکھا ہے، تو وہ سب کی رائے کو صحیح قرار دیدیتا ہے! حا لانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے ، انھیں غور تو کرنا چاہیئے!کیا اللہ نے انھیں اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کر کے اس کا حکم بجا لاتے ہیں ؟یا اس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور وہ اختلاف کر کے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں ؟یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑا تھا اور ان سے تکمیل کے لئے ھاتھ بٹانے کا خواہش مند ہوا ؟یا یہ اللہ کے شریک تھے کہ انھیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضامند رہے؟ یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اتارا تھا،مگر اس کے رسول

ﷺ نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی، حالانکہ اللہ نے قرآن میں یہ فرمایا ہے: ھم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ھر چیز کا واضح بیان ہے۔[77]

قارئین محترم! اب ہم خلفائے ثلاثہ کے چند شواہد پیش کرتے ہیں، جنہوں نے متعدد مقامات پر الٹے سیدھے اور خلافِ واقع حکم اور فتوے صادر فرمائے، جو قرآن و حدیث کے صریحا مخالف تھے، جس کی وجہ سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس رویہ کو اپنی محکم اور مضبوط دلیل و برھان کے ذریعہ ہدف تنقید قرار دیا، چنانچہ اسبارے میں اہل سنت کی معتبر کتابوں میں کثرت کے ساتھ شواہد پائیجاتے ہیں، ھم صرف اس جگہ گیارہ عدد مقامات صحیحین سے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمر نے حکم تیمم کی صریحا خلاف ورزی کی!!

قرآن مجید کی صریحایت اور رسول اسلام ﷺ کا واضح دستور اس بارے میں موجود ہے کہ جب انسان (مثلاً) مجنب ہو جائے اور پانی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو، یا پانی کا استعمال ضرر رساں ہو، توانمقامات پر انسان کے اوپر واجب ہے کہ وہ تیمم کرکے اپنی عبادت بجا لائیجب تک کہ عذر زائل نہ ہو جائے، لیکن جب یہ قضیہ عمر کے سامنے پیش کیا گیا تو بجائے اس کے کہ آپ اس صورت میں حکمِ تیمم بیان کرتیجو قرآن و حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ وارد ہوا ہے، آپ نے فوراً "لَاتُصَلِّ" کا علی الاعلان حکم صادر فرمادیا یعنی نماز نہ پڑھے!! اتفاقاً عمار یاسر اس وقت موجود تھے لہٰذا آپ نے خلیفہ وقت پر اعتراض کیا اور فرمایا: ایسی صورت میں تیمم کرکے انسان اپنی عبادت بجالائے گا اور یہ بات روایاتِ نبوی سے ثابت ہے، لیکن خلیفہ صاحب کو عمار یاسر کی بات پر اطمینان نہ ہوا اور الٹے عمار یاسر کو تھدید کرنے لگے! (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) جس کی وجہ سے عمار یاسر کو یہ کہنا پڑا کہ اگر خلیفہ صاحب مصلحت نہیں سمجھتے تو میں اپنی بات واپس لیتا ہوں!! ہم اس جگہ اس بارے میں دو عدد روایتیں مع ترجمہ و متن نقل کرتے ہیں:

۱ سعید بن عبدالرحمان عن ابیہ؛ان رجلااتی عمر،فقال: انی اجنبت فلم اجد ماءً ،فقال:لا تصل، فقال عمار:اما تذکر یا امیرالمومنین! اذاانا وانت فی سریة فاجنبنا فلم نجد ماءً فاما انت فلم تصل،واما انا فتمعکت فی التراب وصلیت،فقال النبی ﷺ انم ا یکفیک ان تضرب بیدیک الارض ثم تنفخ،ثم تمسح بھماوجھک وکفیک؟فقال عمر:اتق اللہ یا عمار! فقال ان شئت لم احدث بہ!!

سعید بن عبد الرحمن اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں:

ایک مرد عمر کے پاس آیا اور سوال کیا: میں مجنب ہو گیا ہوں اور پانی دستیاب نہیں ہے بتائیے اس حالت میں کیا کروں؟ عمر نے کھا: نماز مت پڑھو! (اتفاقاً) عمار یاسر اس وقت موجود تھے، انھوں نے کھا: اے امیر المومنین! کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم اور آپ کسی جنگ میں تھے اور مجنب ہو گئے اور کسی جگہ پانی نہ ملا، تو آپ نے نماز نہیں پڑھی، لیکن میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ کر نماز کو انجام دیا، جب رسول خدا ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: اسی اندازہ بھر کافی ہے کہ تیمم کی غرض سے (نماز کیلئے) دونوں

ھاتھوں کو زمین پرمارواور خاک کے ذرات کو ہر طرف کر کے (ھاتھوں کو جھاڑ کے)دونوں ھاتھوں کو چھرے پر پھیر لو اور پھر اپنے ھاتھوں کے اوپر مسح کرلو؟ عمر نے کھا: اے عمار! خدا سے ڈرو! عمار نے کھا: آپ اگر چاہیں تو میں اس واقعہ کو نقل نہ کروں؟!![78]

عرض مولف

مذکورہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں منقول ہے، لیکن امام بخاری نے اپنے شدید تعصب کی بنا پر اس روایت میں کاٹ چھانٹ فرمادی ہیجیساکہ ہم نیجلد اول میں اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اس روایت میں حضرت عمر کا جواب (لا تصل)کو حذف کردیا ہے:

۲,,... عن شقیق ابن سلمة؛ قال:کنت عند عبدالله بن مسعود وابی موسی الاشعری، فقال له ابو موسی: یا اباعبد الرحمان! اذا اجنب المکلف فلم یجد ماءً کیف یصنع ؟قال عبد الله : لا یُصَلّی حتی یجد الماء، فقال ابو موسیٰ: فکیف تصنع بقول عمارحین قال له النبی ﷺ '' کان یکفیک ...؟قال: الم ترعمرلم یقنع بذالک؟ فقال ابو موسی: دعنا من قول عمار، فما تصنع بهٰذه الآیة ؟:و تلی علیه آیة الما ئدة: قال: فمادری عبد الله ما یقول ۔

امام بخاری نے شقیق ابن سلمہ سے نقل کیا ہے:

میں عبد اللہ ابن مسعود اور ابو موسی اشعری کے پاس تھا ابوموسی اشعری نے ابن مسعود سے پوچھا: اگر کوئی مجنب ہو اور پانی حاصل نہ کرسکتا ہو تو کیا کرے گا؟ ابن مسعود نے کھا: اگر پانی نہ ہو تو نماز نہ پڑھو، ابو موسیٰ نے اس پر اعتراض کیا اور کھا: عمار یاسر کا وہ قول کھاں جائے گا جو تیمم کے بارے میں انھوںنے رسول ﷺ سے نقل کیا ہے:''ان تضرب بیدیک الارض ثم تنفخ،ثم تمسح بهما وجهک وکفیک''؟

ابن مسعود نے کھا :مگر عمار یاسر کے قول کو حضرت عمر نے تو قبول نہیں کیا تھا؟ ابو موسی اشعری نے کھا: چلو عمار یاسر کے قول کو نہ مانو، لیکن یہ آیہ قرآن کھاں جائے گی؟ جو حکم تیمم کو صراحت کے ساتھ بیان فرما رھی ہے؟ فَلَمْ تَجِدُوامَاءً فَتَیَمَّمُوْاصَعِیْداً طِیّباً[79]اور جب تم کو پانی نہ ملے تو پاک خاک سے تیمم کر لو۔ ابن مسعود اس وقت خاموش ہوگئے اور کچھ نہ کہہ سکے ۔[80]

متذکرہ حدیث بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آئی ہے لیکن بعض علمائے اہل سنت نے اس واقعہ کو دوسرے انداز میں پیش کرنے کی بیجا کوشش کی ہے، تاکہ اپنے ہیرو کی کچھ خدمت اور ان کے علمی مقام کا دفاع کر سکیں کھتے ہیں: حضرت عمر کا یہ اعتراض ان کے اجتھاد کی بنا پر تھا اور یہ ان کا اپنا ذاتی نظریہ اور اجتھاد تھا کبھی کھا جاتا ہے: خلیفہ صاحب کو اس بارے میں اس

وجہ سے ہدف تنقید نہیں بنایا ج اسکتا کیونکہ آپ حدیث رسول فراموش کر گئے تھے، ان کے اوپر نسیان غالب آگیا تھا، جس کی وجہ سے وہ عمار کو اس طرح تھدید کر رہے تھے۔

چنانچہ ابن حجر فتح ا لباری میں لکھتے ہیں :

جب غسل جنابت کرنے کے لئے پانی نہ ہو تو نماز ترک کرنا یہ صرف حضرت عمر کا ان کے اجتھاد کی بناپر ذاتی نظریہ تھا ، چنانچہ مشہور ہے کہ عمر اس مسئلہ میں یہ نظریہ رکھتے تھے۔

اس کے بعد ابن حجر کھتے ہیں :

ان واقعات سے استفادہ ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کے زمانہ سے ہی صحابہ نے اجتھاد کرنا شروع کردیا تھا !![81]

ابن رشد جو سنیوں کے مشہور دانشور، فلسفی اور فقیہ ہیں، آپ اپنی استدلالی کتاب "بدایۃالمجتھد" میں تحریر کرتے ہیں :

"حضرت عمر نے عمار سے یہ بحث ومباحثہ اس لئے کیا تھاکہ وہ حکم تیمم فراموش کر گئے تھے، ان پر نسیان طاری ہوگیا تھا، آپ نے اس طرح خلیفہ صاحب کو معذور قرار دیا ، البتہ علمائے اسلام کی اکثریت کا عقیدہ یھی ہے کہ نماز کو تیمم کرکے پڑھے گا اور شخص مجنب پر نماز کا واجب ہونا آیت کے علاوہ حضرت عمار اور عمران بن حصین کی حدیث سے بھی ثابت اوریقینی ہے ، عمران ابن حصین کی حدیث کو امام بخاری نے بھی نقل فرمایا ہے، لہٰذا حضرت عمر کا نسیان و فراموشی کی بنا پر حضرت عمار کی حدیث پر عمل نہ کرنا جناب عمار کی حدیث کے مضمون پر کوئی اثر نہیں کرتا "

"لٰکن الجمهور راو ا ان ذالک قد ثبت من حدیث عمار و عمران بن حصین......"[82]

۲۔ شراب خور کی حد اور حضرت عمر کی خلاف ورزی!!

"...قتادة یحدث عن انس بن مالک؛ان النبی ﷺ اتی برجل قد شربالخمرفَجَلَدَه بجرید تین نحواربعین،قال:ففعله ابوبکرفلما کان عمر،استشارالناس،فقال عبد الرحمان:اخف الحدود ثمانین، فامربه عمر"

قتادہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے:

ایک ایسے شخص کو خدمت رسول ﷺ میں لایا گیا جس نے شراب پی تھی رسول ﷺ نے حکم صادر فرمایا : اس کو خرمہ کی چوب سے چالیس ضرب لگائی جائیں ، حضرت ابوبکر نے بھی اپنے دور خلافت میں شراب پینے والے کو چالیس ضرب لگوائیں ، لیکن جب عمر کا دور خلافت آیا تو آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا: آیا چالیس ضرب شراب خور کی حد کمتر نہیں ہے؟! تو عبد الرحمان بن عوف نے کھا: اسی (۸۰) کوڑے (قرآن مجید میں) کمترین حد (سزا) بیان کی گئی ہے ، عمر نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور اسی وقت سے اسی (۸۰) کوڑے لگائیجانے لگے۔[83]

اس حدیث کو مسلم نے کئی طریق سے نقل کیا ہے اور بخاری نے اسے دو جگہ پر نقل کیا ہے، لیکن حدیث کاآخری حصہ حذف کر دیا ہےجس میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں سے مشورہ کر کے اسی (۸۰) کوڑے مارنے کا حکم اجراء کیا۔(84)

محترم قارئین !حقیقت حال یہ ہے کہ شارب الخمر کی حد صدر اسلام سے ہی اسی (۸۰) کوڑے تھی ، ایسا نہیں تھا کہ رسول ﷺ کے زمانہ میں چالیس کوڑے تھی اور خلیفہ صاحب نے مشورہ کرکے اسی کوڑے کردی ، کیونکہ رسول ﷺ کے زمانہ میں اکثر لوگ جنگ و جدال میں بتلا رہتے تھے، شراب پینے کا موقع ہی نہ ملتا تھا ، یا پھر اسلامی قوانین پر زیادہ عمل پیرا تھے، لہٰذا حد خمر جاری کرنے کا بھت ہی شاذ ونادراتفاق ہوتا تھا ، اس وجہ سے خلیفہ صاحب(اپنی بھترین ذھانت کی بنا پر) یہ حکم فراموش کر گئے ، لیکن جب وفات رسول ﷺ کے بعد عمر کے زمانہ تک مسلمان معنویت اور روح انیت سے رفتہ رفتہ دور ہو نے لگے اور کچھ آسائش ، عیش و عشرت کا زمانہ ملا اور شراب نوشی عام ہونے لگی تو شراب پینے کی حدجاری کرنا پڑی، لیکن اس طرف چونکہ حضرت عمر اس مسئلہ کا حکم بھول چکے تھے، لہٰذا موصوف کو یہ سزا کم معلوم ہوئی چنانچہ آپ نے اسی (۸۰) کوڑے کر دی ، جبکہ پھلے سے ہی اسی (۸۰) کوڑے سزا تھی۔(85)

اور اسی کوڑے کے بارے میں حضرت عمر کا رھنما عبدالرحمان بن عوف نہ تھا بلکہ اس بارے میں در اصل حضرت امیر علیہ السلام نے رھنمائی فرمائی تھی، جیسا کہ اھل سنت کی معتبر اور اصلی کتابوں سے ثابت ہے ،چنانچہ ابن رشد اندلسی شراب خوری کی حد کے بارے میں علمائے اہل سنت کے درمیان اختلاف نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"اکثر فقھاء بلکہ تمام فقھاء کا نظریہ شراب خور کی حد کے بارے میں اسی کوڑے ہے ، اس کے بعد آپ مزید تحریر کرتے ہیں : شراب خوری کے بارے میں اسی تازیانے کی حد کی دلیل ان اکثر فقھاء کے نزدیک حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یھی نظریہ ہےجیسے آپ نے اس وقت جب عمر کے زمانہ میں زیادہ شراب پی جانے لگی اور اس کی حد پر ایک شور و ھنگامہ ہوا کہ شراب خور کی حد کمتر ہے، عمر اور دیگر صحابہ اس بارے میں مشورہ کرنے کیلئے بیٹھے تو بیان فرمایا : شراب خور کی حد وھی ہےجو قذف کی ہے یعنی اسی (۸۰) کوڑے"(86)

بھر کیف ان مطالب سے یہ استفادہ ہوتاہے کہ خلیفہ صاحب نے اسی کوڑے مارنے کاحکم دوسروں کے مشورے اور راھنمائی سے حاصل کرنے کے بعدجاری فرمایا ، راھنما کوئی بھی ہو حضرت امیر المومنین علیہ السلام یا عبد الرحمن بن عوف ۔

۳۔ جنین کی دیت اور حضرت عمر کا رویہ!!

"....عن المِسْوَربن مخرمة؛قال:استشارعمربن الخطاب الناس فی املاص المرأة،فقال المغیرة بن شعبةشهدتُ النبی ﷺ قضی فیه بغرة عبدٍ اوامةٍ،قال: فقال عمر:ائتنی بمن یشهد معک؟قال:فتشهد محمدُ بن مسلمة"[87]

مسور بن مخرمہ کھتے ہیں :

حضرت عمر نے ایک مرتبہ اس بچہ کی دیت کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا جو شکم مادر سے ساقط کر دیا جائے ، اس وقت مغیرہ بن شعبہ نے کھا: میں رسول ﷺ کی خدمت بابرکت میں ایک مرتبہ حا ضر تھا کہ رسول ﷺ نے سقط جنین کے بارے میں ایک غلام کی قیمت یا ایک کنیز کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیا، عمر نے کھا : اے مغیرہ اپنی رائے پر شاہد پیش کرو، اس وقت مغیرہ کی بات کی گواہی محمد بن مسلمہ نے دی۔

عرض مولف

قارئین محترم ! صحیحین کی روایت کے اعتبار سے مذکورہ حکم ان احکام میں سے ایک ہیجن کو خلیفہ صاحب نے مشورہ سے حاصل کیا اور حضرت عمر نے صرف مغیرہ بن شعبہ کی گواہی پر بات کو تسلیم کر لیا ، لیکن مایہ افسوس یہ ہے کہ وہ مغیرہ جو ظالم ترین اور زناکار ترین لوگوں میں سے شمار کیا جاتا تھا ، اس کی بات کو آپ نے تسلیم کر کے ایک اسلامی حکم کوجاری فرمایا!! اس سے زیادہ خلیفہ صاحب کی نا اہلی اور کیا ہو سکتی ہے ؟!

۴۔حضرت عمر اور حکم استیذان!!

..." سمعت عن ابی سعیدالخدری؛یقول:کنت جالساًبا لمدینة فی مجلس الانصار، فاتانا ابو موسیٰ فزعاًاو مذعوراً،قلنا ما شأ نک ؟قال ان عمرارسل اليَّ ان آتیه،فاتیت با به فسلمت ثلاثاً فلم یرد عليَّ،فرجعت،فقال:ما منعک ان تاتینا؟ فقلت انی اتیتک فسلمت علی بابک ثلاثاًفلم یردوا علی، فرجعت، و قد قال رسول ﷺ الله :اذا استأذن احدکم فلم یوذن له فلیرجع ،فقال عمر: اقم علیه البینة والا اوجعتک ،فقال ابی بن کعب: لا یقوم معه الا اصغر القوم، قال ابو سعید: قلت: انا اصغرالقوم، قال: فاذهب به"[88]

ابو سعید کھتے ہیں :

ایک مرتبہ میں مدینہ میں انصار کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ابوموسی اشعری اضطراب و پریشانی کی حالت میں وارد مجلس ہوئے ، میں نے اضطراب ک اسبب پوچھا :تو ابوموسی نے کھا : مجھے عمر نے بلایا تھا ، لیکن جب میں ان کے گھر گیا ان کے دروازے پر میں نے تین مرتبہ سلام کر کے وارد ہونے کی اجازت چاہی، مگرجب کسی نیجواب نہیں دیا تو میں پلٹ آیا ، لیکن بعد میں جب عمر نے مجھے دیکھا تو کھا: میں نے تجھے بلایا تھا کیوں نہ آیا؟ میں نے سارا واقعہ کہہ سنایا اور کھا: رسول ﷺ نے چوں کہ فرمایا ہے :

اگرتین مرتبہ تک کوئی جواب نہ دے تو پلٹ جانا چاہیئے ، عمرنے اس بات کو جب سنا تو کھا : قسم خدا کی اگر تونے اس بات پر کسی کو گواہ پیش نہ کیا تو سخت سزادوں گا۔ ابو سعید کھتے ہیں : میں اس مجلس میں سب سے چھوٹا تھا اور ابی بن کعب نے کھا : اس مجلس ک اسب سے چھوٹا اس بات کی گواہی دے گا ، میں نے کھا : میں سب سے چھوٹا ہوں ،چنانچہ میں نے ابی بن کعب کی رائے سے ابو موسیٰ کی گواہی دی۔

عرض مولف

مسلم نے اس مطلب کو "باب الاستیذان" میں مختلف اسناد و مضامین کے ساتھ نو (۹) حدیثیوں کے ضمن میں نقل کیا ہے،چنانچہ جب حضرت عمرپر یہ بات واضح وثابت ہوگئی کہ وہ اس سادہ حکم کے بارے میں نابلدہیں ،تو وہ اپنی بوریت ختم کرنے کیلئے ایک حدیث کے مطابق اس طرح توجیہہ کرتے ہوئے بولے:

ممکن ہے کہ رسول اسلام ﷺ کا یہ حکم میرے اوپر اس لئے پوشیدہ رہا ہو کہ میں اکثر بازار میں خرید و فروخت کرتا رھتا تھا ، لہٰذا خرید و فروخت نے مجھے اس حکم رسول ﷺ کیجاننے سے قاصر رکھا:

"خفی علی ھٰذا من امررسول ﷺ اللہ الھانی عنہ الصفق بالاسواق"!![89]

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں اس طرح آیا ہے:

ابی ابن کعب نے اس موضوع کی گواہی خود دی تھی اور حضرت عمرپر اعتراض کرتے ہوئے کھا: اے خطاب کے بیٹے! اصحا ب رسول ﷺ پر عذاب مت بن:

,,فلا تکن یا ابن الخطاب عذاباًعلی اصحا ب رسول ﷺ اللہ۔"[90]

عرض مولف

محترم قارئین ! صحیحین کی نقل کے مطابق مسئلہ استیذان خلیفہ صاحب کے لئے اس قدر مشکل مرحلہ تھا کہ گواہی اور سختی وغیرہ کی نوبت آگئی، جبکہ یہ مسئلہ ایک اخلاقی اورانسانی اقدارکی عکاسی کرتا ہے ،جو لوگ صاحب اخلاق اور غیرت مند ہوتے ہیں وہ اپنے وجدان وفطرت میں ان احکام کو اچھی طرح درک کرتے ہیں ، چنانچہ مسئلہ اذن ایک ڈھکا چھپا مسئلہ نہ تھا بلکہ رسول ﷺ نے اس مسئلہ کو بارھا بیان فرما دیا تھا، اس کے علاوہ قرآن مجید میں بھی خدا وند متعال نے اس مسئلہ کو ببانگ دھل بیان کر دیا تھا:

(یٰاْ اَیُّھَاْ اْلَّذِیْنَ آمَنُوْاْ لَاْ تَدْخُلُوْاْبُیُوْتاً غیر بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْاْ وَتُسَلِّمُوْاْ عَلیٰ اَھلھَاْذَاْلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۔ فَاِٴنْ لَمْ تَجِدُوْاْ فِیْھَاْ اَحَداً فَلَاْ تَدْخُلُوْھَاْ حَتّٰی یُوذَنَ لَکَمْ وَاِنْ قِیل لَکُمْ اِرْجِعُوْ اْ فَاْرْجِعُوْ اْ ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللہ بِمَاْ تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ)

اے ایماندارو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں (درّانہ) نہ چلیجاو، یھاں تک کہ ان سے اجازت لے لو اور ان گھروں کے رھنے والوں سے صاحب سلامت کرلو یھی تمھارے حق میں بھتر ہے (یہ نصیحت اس لئے ہے) تاکہ یاد رکھو۔ پس اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاو تو تا وقتیکہ تم کو (خاص طور پر) اجازت نہ حاصل ہو جائے ان میں نہ جاو اور اگر تم سے کھا جائے کہ پھر جاو تو تم (بے تامل) پھر جاو یھی تمھارے واسطے زیادہ صفائی کی بات ہے اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو خدا اس سے خوب واقف ہے ۔[91]

ابی بن کعب کا یہ کہنا کہ اس چیز کی گواہی کے لئے سب سے چھوٹا شخص جائے، یہ بعنوان اعتراض اور تنقید تھا، بتلانا یہ چاہتے تھے کہ یہ حکم اس قدر عام ہے کہ بوڑھوں کی کیا بات بچے بھی جانتے ہیں، لیکن خلیفہ صاحب بچارے ھر وقت بازاروں میں مصروف رہتے تھے، جس کی بنا پر اتنے سادہ مسئلہ سے واقف نہ ہو سکے، اس جگہ سے ہمیں اس بات کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ خلیفہ صاحب مشکل مسائل کا کتنا علم رکھتے ہوں گے !![92]

۵۔ مسئلہ کلالہ سے حضرت عمر کی نادانی!!

"...عن سالم، عن معدان بن ابی طلحة؛ان عمر بن الخطاب خطب یوم الجمعة، فذکر نبی الله ﷺ وذکرابابکر،ثم قال:انی لاادع بعدی شیٔاًھم عندی من الکلالة، ماراجعت رسول ﷺ الله فی شیءٍ ما راجعته فی الکلالة،وماغلظ لی فی شیءٍ ما اغلظ فیه حتیٰ طعن باصبعه فی صدری وقال ﷺ :یا عمرالا تکفیک آیة الصیفَ الّتِی فی آخرسورةالنساء؟وانی ان اعش اقض فیها بقضیةیقضی بھامن یقرئالقرآن ومن لا یقرء القرآن"[93]

سالم نے معدان بن ابی طلحہ سے نقل کیا ہے:

ایک روز عمر ابن خطاب نے نماز جمعہ کے خطبہ میں رسول ﷺ اور ابوبکر کو یاد کیا اور کھا کہ کلالہ سے زیادہ مشکل ترین مسئلہ اپنے بعد کوئی نہیں چھوڑ رہا ہوں، کیونکہ کلالہ کے علاوہ میں نے رسول ﷺ سے اور کسی مسئلہ کو نہیں پوچھا ہے اور رسول ﷺ بھی مجھ سے کلالہ کے علاوہ اور کسی مسئلہ کے پوچھنے پر ناراض نہیں ہوئے ہیں اور اس مسئلہ کے دریافت کرنے پر رسول اس قدر ناراض ہوئے کہ ایک مرتبہ آپ نے میرے سینے پر انگلی مار کر فرمایا: اے عمر! آیہ صیف جو سورہ نساء کے آخر میں ہے کیا وہ تیرے لئے کافی نہیں ہے؟! بھر حال حضرت عمر نے اپنے خطبہ کو ان جملوں پر ختم کیا کہ اگر میں زندہ رہ گیا تو کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ جو قرآن پڑھنے والے اور نہ پڑھنے والے کرتے ہیں ۔

وضاحت

آیہ صیف[94] میں کلالہ کی میراث بیان کی گئی ہے اور اس آیت کو آیہ صیف کھتے ہیں کیونکہ یہ آیت گرمی کے موسم میں نازل ہوئی تھی (صیف کے معنی گرمی کے ہیں)۔

مرحوم علامہ امینی (رہ) اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں :

شریعت اسلامیہ کے قوانین کو خداوند عالم نے آسان و سھل بنایا ہے اسی وجہ سے اس کو شریعتِ سھلہ کھا جاتا ہے مگر عمر کے لئے یہ شریعت، شریعتِ مشکلہ تھی کیونکہ آپ منبر کے اوپر جاکر فرماتے تھے:

" میرے نزدیک سب سے زیادہ مشکل مسئلہ کلالہ ہے اس سے زیادہ میں کوئی مشکل مسئلہ اپنے بعد نہیں چھوڑیجا رہا ہوں۔"

اس کے بعد علامہ امینی (رہ) کھتے ہیں :

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عمر رسول ﷺ سے باربار کلالہ ک اسوال کرتے تھے تو حضرت رسالتمآب ﷺ اس کا جواب دیتے تھے یا نہیں ؟اگر آپ جواب دیتے تھے تو پھر عمر یاد کیوں نہیں کرتے تھے ؟یا پھر یاد کرتے تھے، مگر بھول جاتے تھے کیونکہ آپ کی عقل اس کو درک کرنے سے عاجز تھی! اور اگر رسول ﷺ جواب نہیں دیتے تھے بلکہ مسئلہ کو لاینحل اور مبھم بیان فرماتے تھے، تو یہ رسول ﷺ سے بعید ہے کیونکہ جو مسئلہ روزمرہ کا بتلا بہ ہو اس کا امت کے لئے واضح کردینا آنحضرت ﷺ کی خدا کی جانب سے ذمہ داری ہے ۔اور پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جس شخص کے سامنے قرآن کی اس سے مربوط آیات موجود ہوں، وہ کلالہ کے معنی نہ جانتا ہو جبکہ اسی آیت کے ذیل میں خدا ارشاد فرماتا ہے:یُبَیّنُ الله لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَالله بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ :خدا واضحا ور روشن بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاو آخر خدا نے اس حکم کو کیسے بیان کیا تھا کہ خلیفہ صاحب کی سمجھمیں نہیں آیا اور اپنے نزدیک اس سے مشکل ترین مسئلہ کوئی نہیں جانا ؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول ﷺ خدا کلالہ کی توضیح میں آیت کو کافی سمجھیں لیکن کلالہ پھر بھی ایک غیر قابل حل مشکل کے طور پر باقی رہے ؟!![95]

عرض مولف

ان تمام باتوں کے باوجود خلیفہ صاحب فرماتے ہیں :

"اگر میں زندہ رہا تو ایسا فیصلہ کروں گا جو قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے والے کرتے ہیں۔"

اس سے ان کی کیا مرادھے؟آیا حکم قرآن کے مقابلہ میں کوئی جدید فیصلہ کرنا چاہتے ہیں؟!یا پھر حکم قرآن سے صحیح تر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جو قرآن کے مطابق ہو مگر صراحت اور تسھیل میں قرآن سے زیادہ روشن اور واضح ہو جسے ھر شخص کا ذوق سلیم تسلیم کرلے ؟!جبکہ خدا فرماتا ہے کہ میں نے اس مسئلہ کو روشن بیان کیا ہے ،یا پھر اور کوئی مطلب تھا ؟!ھمارے نزدیک موصوف کی مراد مجھول ہے!!

۶۔ حضرت عمر کا پاگل عورت کو سنگسار کرنا!!

امام بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے :

ایک مرتبہ عمر کے پاس ایک پاگل عورت کو لایا گیا جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا ، حضرت عمر نے چند لوگوں سے مشورہ کر کے حکم دیا کہ اس عورت کو سنگسار کر دیا جائے لہٰذا اس عورت کو سنگسار کرنے کے لئے لیجا رہے تھے، ابن عباس کھتے ہیں : جب حضرت علی علیہ السلام نے اس عورت کو دیکھا تو دریافت کیا : لوگوں نے بتایا: یہ عورت دیوانی ہے اور فلاں قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے اوراس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، اس لئے اس کو حضرت عمر کے حکم کی بنا پر سنگسار کرنے کے لئے لیجایا جارہا ہے۔

ابن عباس کھتے ہیں : حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا :اس کو واپس لے چلو اور خود عمر کے پاس آئے اور فرمایا: اے عمر! کیا تمھیں نہیں معلوم کہ خدا نے تین لوگوں سے تکلیف اٹھالی ہے؟!

۱۔ ایک وہ شخص جو دیوانہ ہو یھاں تک کہ عقل مند ہو جائے ۔

۲۔ وہ شخص جو محو خواب ہو یھاں تک بیدار ہو جائے۔

۳۔ بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہوجائے۔

عمر نے کھا :کیوں نہیں امیرالمومنین! حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:تو پھر کیوں اس کی سنگساری کا حکم دیا؟اس کی آزادی کا حکم دو ! ابن عباس کھتے ہیں : عمر نے اس حال میں کہ زبان پر کلمہ اللہ اکبر تھا حکم دیا کہ اس عورت کو آزاد کردیا جائے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو دو جگہ تحریر کیا ہے لیکن حضرت عمر کی عزت بچانے کے لئے حدیث کے آخر اور اول کےجملے حذف کر دئے ہیں، صرف خلیفہ صاحب کے وسط والےجملہ قسمیہ کے الفاظ نقل کئے ہیں جو یہ ہیں :

”قال علی لعمر:اماعلمت ان القلم رفع عن المجنون حتی یفیق، وعن الصبی حتی یدرک، و عن النائم حتی یستیقظ؟!“[96]

علی علیہ السلام نے عمر سے کھا:کیا تمھیں نہیں معلوم کہ مجنون سے قلمِ تکلیف اٹھا لیا گیا ہے یھاں تک کہ وہ ہوش میں آجائے ، اسی طرح بچے سے تکلیف ساقط ہیجب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے، اسی طرح سونے والے سے تکلیف ساقط ہیجب تلک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے؟!

اس حدیث کا کامل متن علم حدیث و تراجم کی مختلف کتب میں نقل کیا گیا ہے۔[97]

ابن عبد البر نے تو اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ بھی تحریر کیا ہے:

جب عمر نے یہ سنا تو حضرت علی ؑ سے فرمانے لگے: "لَوْلَا عَلِيٌّ لَهلکَ عُمَرُ" اگر آج حضرت علی ؑ میری مدد نہ کرتے تو عمر ھلاک ہو جاتا۔[98]

۷۔ حضرت عمر نماز عید میں سورہ بھول جایا کرتے تھے!!

"عن عبید الله بن عبد الله ان عمرابن الخطاب؛ سأل اباواقد اللیثی ما کان یقرأ به رسول ﷺ الله فی الاضحیٰ والفطر؟فقال: کان یقرأ فیهما بقٓ والقرآن المجید واقتربت الساعة وانشق القمر"

مسلم نے عبید اللہ ابن عبد اللہ سے نقل کیا ہے:

ایک مرتبہ حضرت عمر نے ابو واقد لیثی سے پوچھا: رسول ﷺ اسلام نماز عیدین میں کون سے سورے پڑھتے تھے؟ ابو واقد لیثی نے کھا: رسول ﷺ ان دونوں نمازوں میں سورہ قٓ والقرآن المجید اور سورہ (اِقتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ القَمَرُ) پڑھتے تھے۔[99]

یہ حدیث صحیح مسلم کے علاوہ موطا امام مالک، سنن ترمذی اور سنن داوٴد میں بھی نقل کی گئی ہے، لیکن ابن ماجہ میں یوں منقول ہوئی ہے:

"خرج عمر یوم عید فارسل الی ابی واقد لیثی..."

جب حضرت عمر نماز عید پڑھانے کے لئے باہر نکلے تو کسی کو ابو واقد لیثی کے پاس بھیج کر معلوم کروایا کہ رسول اسلام ﷺ نماز عیدین میں کون سے سورے پڑھتے تھے؟[100]

قارئین محترم! یھاں پر علامہ امینی (رہ) کتاب "الغدیر" میں فرماتے ہیں:

اس جگہ خلیفہ صاحب سے سوال کرنا چاہئے کہ کیا وجہ تھی کہ وہ ان سوروں کو بھول گئیجنھیں رسول ﷺ نماز عیدین میں پڑھتے تھے؟! کیا واقعاً (کند ذھنی کا نتیجہ تھا کہ) یادنہ رکھ پائے اور فراموش کردیا جیسا کہ علامہ جلال لدین سیوطی نے کتاب "تنویر الحوالک" میں یہ عذر تحریر کیا ہے؟! یا حضرت عمر کو بازاروں میں خرید و فروخت سے فرصت نہ ملتی تھی کہ نماز عیدین ادا کرتے؟ چنانچہ حضرت عمر خود بھی کبھی کبھی اس عذر کو بعض مواقع پر پیش کرتے تھے!! لیکن جھاں تک فراموشی کا مسئلہ ہے تو یہ بعید معلوم ہوتا ہے کیونکہ نماز عیدین ھر سال دو دفعہ پڑھی جاتی تھی لہٰذا ایسے بڑے لوگ (رووس الاشھاد) کیسے بھول سکتے ہیں یا پھر اس کا کچھ اور ہی مقصد تھا؟[101]

عرض مولف

اس واقعہ میں دقت کرنے سے ایک بات ظاہر ہوتی ہے کہ خلیفہ صاحب اس بارے میں بھت ہی تذبذب اور پریشانی میں بتلا تھے لہٰذا ایسے حساس موقع پر چلتے وقت بحالت مجبوری ابو واقد لیثی سے نماز عیدین کی صورت حال کو معلوم کیا!!

۸۔ زیوراتِ کعبہ اور حضرت عمرکی بدنیتی!!

...''عن ابی وائل ؛قال: جلست الی شیبة فی ھٰذاالمسجد، قال: جلس الی عمر فی مجلسک ھٰذا،فقال:هممت ان لاادع فیها صفراء ولابیضاء الاقسمتهابین المسلمین،قلت:ماانت بفاعل،قال لم؟ قلت:لم یفعله صاحباک، قال هما المرء ان یقتدی بهما'' (102)

امام بخاری نے ابو وائل سے نقل کیا ہے:

ایک روز میں مسجد الحرام میں شیبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، تو مجھ سے شیبہ نے کھا: ایک روز میں اور عمر اسی جگہ بیٹھے تھے تو عمر نے کھا: میرا ارادہ ہے کہ خانہ کعبہ پر جتنا بھی سونا چاندی ہے سب کو اتروا کر مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دوں؟ میں نے عمر سے کھا: آپ اس کام کو نہیں کرسکتے، حضرت عمر نے کھا کیوں نہیں کرسکتا؟ میں نے کھا: چوں کہ حضرت رسول ﷺ اسلام و حضرت ابوبکر نے ایسا کام نہیں کیا، عمر نے کھا: صحیح ہے وہ لوگ کامل مرد تھے لہٰذا ان کی پیروی کرنا بھتر ہے۔

عرض مولف

بخاری نے اس روایت کو صحیح بخاری میں کچھ الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ دو جگہ نقل کیا ہے، لیکن کتب تواریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر نے یہ ارادہ ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ کیا ،مگر مسلمانوںاور رسول ﷺ کے معزز صحابہ کی مخالفت کی وجہ سے اس کام کے انجام دینے سے باز رہے ، ایک دفعہ شیبہ نے باز رکھا اوردوسری دفعہ مولا علی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو حضرت علیہ السلام نے محکم دلائل کے ساتھ ان کو قانع کیا اور انھیں اس کام کے انجام دینے سے منصرف کردیا۔

چنانچہ اس واقعہ کو خود مولا علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں بیان فرمایا ہے:

''جب کعبہ کے سونے چاندی کی کثرت کو لوگوں نے عمر سے بیان کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ اگر یہ سونا چاندی مسلمانوں کے اوپر جنگ کے وسائل فراہم کرنے پر خرچ کردیا جائے تو اس کا زیادہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، کیونکہ خانہ کعبہ کو سونے چاندی کی کیا ضرورت ؟! لہٰذا عمر نے مصمم ارادہ کرلیا کہ اس بارے میں اقدام کیا جائے، لیکن جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیاتو آپ نے فرمایا:

''ان هٰذاالقرآن انزل علی النَّبِی صلَّی الله علیه وآله وسلم والاموال اربعة: اموال المسلمین فقسمها بین الورثة فی الفرائض،والفیٔ فقسمه علی مستحقیه، والخمس فوضعه الله حیث جعلها،والصدقات فجعلها الله حیث جعلها...''

جس وقت قرآن مجید رسول اسلام ﷺ پر نازل ہوا تو مال و ثروت کی چار قسمیں تھیں اوررسول اسلام ﷺ نے ان چار قسموں میں سے ہر ایک کا حکم بیان فرما دیا تھا۔

۱۔ مسلمانوں کا وہ مال جو ارث میں رہ جائے: اس کو ورثاء میں تقسیم کیا جائے۔

۲۔ مال غنیمت:ان لوگوں میں تقسیم کیا جائیجو استحقاق رکھتے ہیں ۔

۳۔ مال خمس: یہ معین افراد کا حق ہے۔

۴۔ زکاۃ: یہ بھی ان لوگوں پر صرف کیا جائیجو مستحقین زکاۃ ہیں ۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:

یہ سونا و چاندی جو خانہ کعبہ پر موجود ہے یہ نزول قرآن کے وقت موجود تھا لیکن خدا نے اس کو اسی طرح اپنے حال پرچھوڑدیا اور اس سلسلے میں کچھ نہیں.بیان فرمایا کہ کھاں صرف کیا جائے اور اس کا حکم.بیان نہ کرنا فراموشی یا خوف کی وجہ سے نہیں تھا،بلکہ قصداًاور عمداً تھا ، لہٰذا اے عمر!تو بھی اس سونے و چاندی کو اسی حال پرچھوڑ دیجس طرح خدا ورسول ﷺ نے چھوڑ ا ہے، اس وقت عمر نے کھا:اے علی! علیہ السلام اگر آپ نہ ہوتے تو میں ذلیل ہو جاتا چنانچہ عمر نے کعبہ کے سونے چاندی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ۔

ابن ابی الحدید اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں :

جو کچھ حضرت علی علیہ السلام نے استدلال فرمایا تھا وہ درست ہے اوراس کو ہم دو طرح سے.بیان کر سکتے ہیں یعنی حضرت کے.بیان کیتصدیق پر ہم دو طریقہ سے استدلال پیش کرسکتے ہیں :

۱۔ کسی بھی مال و منفعت میں (جب تک اس کے مالک کی اجازت نہ ہو) اصل، حرمت اور منع ہے، لہٰذا بغیرِاذنِ شرعی اپنے سے غیر متعلق اموال کا استعمال کرنا درست نہیں ہے ،چنانچہ کعبہ ک ا سوناچاندی (کہ جس کے ہم مالک نہیں ہیں)استعمال کرنا اس اصلِ حرمت اور عدمِ تصرف کے تحت باقی ہے،کیونکہ اس کے تصرف کیلئے شریعت کی طرف سے کوئی اجازت موجود نہیں ہے ۔

۲۔ امام علی علیہ السلام کا مقصدیہ تھاکہ تمام وہ اموال جو خانہ کعبہ سے متعلق ہیں وہ خانہ کعبہ پر وقف ہیں جیسے خانہ کعبہ کے دروازے اورپردے وغیرہ، لہٰذاجب یہ چیزیں بغیر شارع کی اجازت کے استعمال کرنا جائز نہیں ہیں تواسی طرح خانہ کعبہ کے سونے

چاندی کا استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، بھرحال جامع وجہ یھی ہے کہ چونکہ یہ اموال خانہ کعبہ سے مخصوص اوراس پر وقف ہیں لہٰذا ان کا شمار بھی کعبہ کیجزئیات سے ہو گا، جس کی بنا پر ان میں تصرف نہیں ہو سکتا ۔

" وروی انہ ذکر عند عمر بن الخطاب فی ایامہ حلی الکعبۃ وکثرتہ ، فقال قوم: فجہزت بہ جیوش المسلمین ان ہٰذا القرآن نزل علی محمد والاموال اربعۃ"(103)

عرض مولف

اس واقعہ کو زمخشری نے بھی اپنی کتاب "ربیع الابرار" میں تحریر کیا ہے۔(104)

۹۔ واہ! یہ بھی ایک تفسیرِ قرآن ہے !!

''ان رجلاًسـأل عمـر بـن الخطـاب عـن قولـه < (وَفَاكِهَـةً وَاَبّاً) >:مـا الاب؟ قـال: نهينـا عـن التعمـق والتكلف!''(105)

ایک شخص نے عمر بن خطاب سے آیہ وَفَاکِہَۃً وَاَبّاً میں اب کے معنی دریافت کئے تو کہنے لگے: خدا نے ہمیں قرآن مجید کے اندر غور وفکر اور زحمت کرنے سے روکا ہے!

اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، لیکن انھوں نے حسب عادت خلیفہ صاحب کی عزت بچانے کی خاطر جملہ اُولیٰ کو حذف کر کے صرف حدیث کا آخری یہ جملہ تحریر کر دیا: نهيٰنا عن التعمق۔۔۔۔ لیکن اس بات سے غافل رہے کہ حق چھپانے سے چھپتا نھیں ،چنانچہ شارحین صحیح بخاری، مورخین اور مفسرین نے کتب احادیث، تواریخ و تفاسیر میں مکمل حدیث کو نقل کیا ہے، جیسا کہ ہم نے ابتداء میں من و عن آپ کی خدمت میں پیش کیا،بلکہ بعض شارحینِ صحیح بخاری نے اس بات کی تصریح بھی کی ہے کہ امام بخاری کی نقل شدہ حدیث مقطوع ہے اور اس کی تکمیل اسطرح ہوتی ہے ۔(106)

---

[66] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ،جلد ۸ ، صفحہ ۲۶۳، خطبہ نمبر ۱۳۱۔

[67] اے فرزندانِ توحید! اے سواد اعظم !کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ مذکورہ تمام اوصاف وشرائط خلفائے ثلاثہ میں نہ ہونے کے باوجود آپ حضرات آج تلک انھیں ان کی کارکردگی پر داد تحسین دے رہے ہیں ؟! مترجم۔

[68] صحیح بخاری: جلد۹، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب(۴) " ما يكره من التعمق والتنازع والغلو فى الدين والبدع" حدیث ۶۸۷۲۔ جلد۵، کتاب المغازی، باب وفد بنی تمیم حدیث ۴۱۰۹۔ جلد۴، کتاب التفسیر سورہ حجرات ،باب "تفسیر آیہ " لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبى "(آیت ۶) حدیث ۴۵۶۵ ، ۴۵۶۶۔

[69] حجرات، آیت۲، پ ۲۶۔

[70] فتح الباری ج۱۰، کتاب الطب، باب ان البیان سحرا، ص ۲۱۲۔

[71] مسند ج ۴، حدیث عبد اللہ ابن زبیر، ص ۶۔

[72] نوٹ: یہ تمام باتیں اس بات کا اشارہ کرتی ہیں کہ حقیقتاً یہ ان افراد میں سے تھے جن کے لئے قرآن نے سورہ منافقون میں ارشادفرمایا:<قَالَتِ الْاِعْرَابُ آمَنَّاقُوْلُوْالَمْ تُومِنُوْا وَلَاکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْ حُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ> (سورہ حجرات آیت ۱۴)یعنی ظاہری طورپر ان کے چہروں پر اسلامی نقاب تھی ورنہ اسلام تو ان کے دلوں میں داخل بھی نہ ہوا تھا۔ مترجم۔

[73] صحیح بخاری: جلد۴، کتاب بدء الخلق، باب(۱۱)"صفۃ ابلیس وجنودہ" حدیث۳۱۲۰۔ جلد۵، کتاب فضایل الصحابۃ، باب "مناقب عمربن الخطاب" حدیث۳۴۳۸۔ جلد۸، کتاب الادب، باب" التبسم والضحک" حدیث۵۷۳۵۔

[74] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۶، خطبۃ۸۳ کے ذیل میں صفحہ ۲۸۰۔

[75] انعام، آیت ۳۸، پ ۷۔

[76] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱، ص۲۸۸، خطبہ ۱۸۔

[77] یہ جملہ قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ کرتا ہے: و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی ۔ سورہ نحل، آیت۸۹، پ ۱۴۔ مترجم۔

[78] صحیح مسلم جلد۱، کتاب الحیض، باب "التیمم" حدیث۳۶۸، طریق دوم۔

عرض مترجم: محترم مولف صاحب نے جلد اول میں صحیح بخاری سے امام بخاری کی تقطیع شدہ روایت اس طرح قلمبند کی ہے:"

عن سعید بن عبد الرحمان بن ابزیٰ عن ابیه قال:جاء رجل الی عمر بن الخطاب فقال انی اجنبت فلم أُصبِ الماءَ؟ (اس جگہ راوی یا نے حضرت عمر کے جواب کو حذف کر کے صرف حضرت عمار یاسر کے قول کو نقل کیا ہے جو یہ ہے)فقال عمارابن یاسرلعمر بن الخطاب:اما تذکرانّا کناّ فی سفراناوانت ، فاماانت فلم تصلِّ، وامااانا فَتَمَعَّکْتُ فصلیتُ فذکرتُ للنبی، ﷺ فقال النبی: اِنَّمَ ا یکفِیْکَ هٰذَاْ فضرب النبی بکفیه الارض،ونفخ فیهما،ثم مسح ، بهما وجهه وکفیه؟" صحیح بخاری جلد۱، کتاب التیمم،ب(۴) " المتیمم هل ینفخ فیهما" حدیث ۳۳۱۔

[79] سورہ مائدۃ، آیت نمبر ۶، پ ۶۔

[80] صحیح بخاری: ج ۱، کتاب التیمم، باب "اذا خاف الجنب علی نفسه المرض اوالموت" حدیث۳۳۸۔۳۳۹، مترجم: (صحیح بخاری ج ۱، کتاب التیمم، باب "التیمم للوجہ والکفین" حدیث ۳۳۲ سے ۳۳۶۰ تک میں اسی طرف اشارہ ہے) صحیح مسلم ج۱، کتاب الحیض، باب "تیمم" حدیث۳۶۸۔

[81] فتح الباری شرح البخاری جلد۱، کتاب التیمم، باب "هل المتیمم هل ینفخ فیهما" ص۳۷۶۔

[82] بدایۃ المجتهد، جلد۱، کتاب التیمم باب فی معرفۃ الطهارۃ ص۵۶۔

[83] صحیح مسلم جلد۵، کتاب الحدود، باب(۸)" حد الخمر" حدیث ۱۷۰۶۔

[84] صحیح بخاری: جلد۸، کتاب الحدود، باب "مَاَجاَء فی ضرب شارب الخمر" حدیث ۶۳۹۱، باب "الضرب بالجرید والنعال" حدیث۶۳۹۳۔

[85] یہ واقعہ صرف خلیفہ دوم کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے گڑھا گیا ہے ،تاکہ مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ حضرت عمر نے جو حد مقرر کردی تھی وھی قانون اسلام بن گئی اس قدر خدا کو عمر کا فعل پسند تھا!مترجم۔

[86] بدایۃالمجتھد جلد۲ ،کتاب القذف باب " فی شرب الخمر "صفحہ ۴۴۴۔

[87] صحیح مسلم جلد ۵،کتاب القسامۃوالمحاربین، باب(۱۱) " دیۃالجنین" حدیث۱۶۸۳۔ صحیح بخاری جلد ۹،کتاب الدیات، باب "جنین المرئۃ" حدیث ۶۵۰۹۔۶۵۱۰-۶۵۱۳،۶۵۱۲،۶۵۱۱۔مترجم(صحیح بخاری جلد۹، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب(۱۳) "ماجاء فی اجتھاد القضاء بما انزل اللہ تعالیٰ " حدیث ۶۸۸۷۔)

[88] صحیح مسلم جلد ۴،کتاب الآداب ،باب(۷) " الاستیذان" حدیث۲۱۵۳ ۔

صحیح بخاری جلد ۸،کتاب الاستیذان، باب۱۳ " التسلیم و الاستیذان ثلاثاً"حدیث ۵۸۹۱۔

[89] مسلم ج ۴،کتاب الآداب ،باب(۷) " الاستیذان" حدیث ۲۱۵۳ ، کتاب الآداب کی حدیث نمبر۳۶۔ (مترجم:اس حدیث کے مضمون کی طرف صحیح بخاری میں بھی ایک جگہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ دیکھئے ج ۲، کتاب البیوع، باب "الخروج الیٰ التجارۃ" حدیث نمبر ۱۹۵۶۔)

[90] صحیح مسلم ج۴،کتاب الآداب،باب(۷) "الاستیذان" حدیث۲۱۵۴۔ سنن ابی داؤد جلد۲، ابواب النوم ، باب (۱۳۸) "کم مرۃ یسلم الرجل "ص۶۳۷۔

[91] سورہ نور، آیت ۲۷۔۲۸ پ ۱۸ ، رکوع ۸۔

[92] عرض مترجم: قارئین کرام ! مسئلہ اذن کے اس قدرواضح ہونے کے باوجود خلیفہ صاحب کا اس سے آگاہ نہ ہونا ان کی لاپرواہی اورجھالت کوثابت کرتا ہے، چنانچہ اسی وجہ سے موصوف بیحد شرمندہ تھے کہ اس قدر واضحاور روشن مسئلہ جس کا حکم قرآن اور حدیث میں ہے ،مجھے کیسے نہیں معلوم ! اپنی شرمندگی ختم کرنے کے لئے گواہی طلب کرتے ہیں ، لیکن اس مسئلہ میں ان کو مزید شرمندہ ہونا پڑتا ہے، کیا ایک خلیفہ وقت کے لئے یہ زیب دیتا ہے کہ احکام و قوانین الٰہی سے اس قدر لاپرواہ ہو ؟! اب آپ ہی بتلایئے کہ جو خلیفہ اس قدر اسلامی احکام کے بارے میں نا بلد ہو وہ جب اہل علم سے کسی معاملہ میں مشورہ کریگا تو حتماً اس کی فطرت اور وجدان یھی کھے گا کہ فلاں صاحب جو علم ودانش میں بلند ہیں انھوں نے جو حکم اس مسئلے میں بتایا ہے وھی صحیح ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ خلیفہ صاحب چونکہ کورے ہیں لہذا جو بھی ان سے بیس ہوگا اس کے بتائے ہوئے حکم کو اسلامی حکم سمجھ کر اسلام میں داخل کردیں گے یا پھراپنی ہٹ دھرمی کی بناپردین میں من مانی کریں گے اب آپ فیصلہ کریں کہ بیساکھی پر چلنے والے خلفاء امت کی ہدایت کیسے کر سکتے ہیں ؟!۱۲۔

[93] صحیح مسلم جلد۵ ،کتاب الفرائض، باب(۲) " میراث الکلالۃ" حدیث۱۶۱۷۔

[94] < یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللہ یُفْتیکُمْ فِي الْکلالَۃِاِنِ امْرُوا هَلَکَ لَیْسَ لَهُ وَلَدٌ وَ لَهُ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ ما تَرَکَ وَهُوَ یَرِثُهَا اِنْ لَمْ یَکُنْ لَها وَلَدٌ فَاِنْ کانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُما الُثُلُثان مِمَّا تَرَکَ وَاِنْ کا نُوا اِخْوَةً رِجالاًوَ نِساَءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ یُبَیِّنُ اللہ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللہ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ > (سورہ نساء، آیت ۱۷۶ ، پ ۶)

(اے رسول)تم سے لوگ فتوے طلب کرتے ہیں تم کھدو کہ کلالہ (بھائی بہن) کے بارے میں خدا تو تمھیں خود فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص مرجائے کہ اس کے نہ کوئی لڑکا بالا ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (صرف) ایک بہن ہو تو اس کا حصہ ،ترکہ سے آدھا ہوگا (اور اگر یہ بہن مرجائے) اور اس کے کوئی اولادنہ ہو (نہ ماں نہ باپ) تو اس کا وارث بس یھی بھائی ہوگا اور اگر دو بہنیں (یا زیادہ)ہوں تو ان کو بھائی کے ترکہ سے دو تھائی ملے گا اور اگر(کسی کے ورثہ)بھائی بہن دونوں (ملے جلے ہوں) تو مرد کو عورت کے حصہ کا دو گنا ملے گا تم لوگوں کے بھٹکنے کے خیال سے خدا اپنے احکام بھت واضح کرکے بیان فرماتا ہے اور خدا تو ھر چیز سے واقف ہے ۔

[95] الغدیر جلد ۶ ، ص ۱۳۰۔

[96] صحیح بخاری: ج۷، کتاب الطلاق، باب "الطلاق فی الاغلاق والکرہ و" ج۸، کتاب المحاربین باب(۷) "لا یرجم المجنون و المجنونۃ" اول باب۔

[97] سنن ابن ابی داؤد ج۲ "ابواب کتاب الحدود، باب (۱۶) "فی المجنون" حدیث ۴۳۹۹، ص ۴۰۲۔ سنن ابن ماجہ جلد۱، "کتاب النکاح، طلاق المعتوہ" صفحہ ۲۲۷۔

[98] کتاب الاستیعاب جلد۳، باب علی بن ابی طالب، صفحہ ۳۹۔ (یہ کتاب "الاصابہ" کے حاشیہ پر چھپی ہے)

[99] صحیح مسلم جلد سوم، کتاب صلوۃ العیدین، باب(۳) "مایقرا بہ فی صلاۃ العیدین" حدیث ۸۹۱۔

[100] سنن ابن ماجہ جلد ۱، باب "ما جاء فی القراۃ فی صلاۃ العیدین" حدیث ۱۲۸۲۔

[101] کتاب الغدیر جلد۶، صفحہ ۳۲۰۔

[102] صحیح بخاری جلد۲، کتاب الحج، باب "کسوۃ الکعبۃ" حدیث ۱۵۱۷۔ جلد۹، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، باب "الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ" حدیث ۶۸۴۷۔

[103] شرح نہج البلاغہ جلد۱۹، خطبۃ۲۷۶، صفحہ ۱۵۹۔ ۱۵۸، کلمات قصار نمبر ۲۷۰۔

[104] ربیع الابرار و نصوص الاخبار، مخطوطہ، باب(۷۵)۔ اس کتاب کا مطالعہ میں نے کتابخانہ مرعشی نجفی، قم مقدس میں کیا۔ (یہ کتاب تحقیق و تصحیح کے بعد پانچ جلدوں میں شائع ہوچکی ہے اور مذکورہ بحث جلد چھارم، باب(۷۵) "اللباس والحلی من القلائد والاسورۃ" میں مرقوم ہے۔ مترجم۔)

[105] صحیح بخاری ج ۹، کتاب الاعتصام، باب "مایکرہ من کثرۃ السوال وتکُّلفِ ما لایعنیہ" ح۶۸۶۳۔

[106] شرح البخاری فتح الباری جلد۱۳، کتاب الاعتصام، باب "مایکرہ من کثرۃ السوال وتکُّلفِ ما لایعنیہ" ص ۲۲۹۔ عمدۃ القاری جلد۲۵، کتاب الاعتصام، باب "مایکرہ من کثرۃ السوال وتکُّلفِ ما لایعنیہ"۔ ارشاد الساری جلد۱۵، کتاب الاعتصام، باب "مایکرہ من کثرۃ السوال وتکُّلفِ ما لایعنیہ"۔ نھایہ ابن اثیر، لغت اب۔ تفسیر در منثور۔ تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر کشاف و تفسیر خازن۔ تفسیر بغوی۔ تفسیر مستدرک حاکم سورہ عبس۔

۱۰۔ حضرت عثمان کا ایک انوکھا فتوی!!

غسل جنابت آیہ قرآن کی نص اور متعدد احادیث کے مطابق (جو خود صحاح ستہ میں نقل کی گئی ہیں) مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر واجب ہو جاتا ہے:

۱۔ منی کا خارج ہونا۔

۲۔ التقاء ختانین (یعنی مرد و عورت کی ختنے کی جگہ مل جائے اور جماع صادق آئے) چاہے منی خارج ہو یا نہ ہو،چنانچہ حدزنا اور لزوم مھر وغیرہ میں جنابت سے مراد یھی ہے۔

امام شافعی کھتے ہیں:

خدا نے غسل کو جنابت کی وجہ سے واجب قرار دیا ہے اور جنابت کے معنی عرب کے نزدیک عام فھم ہیں، اہل عرب جانتے ہیں: جنابت سے مراد جماع ہوتا ہے چاہے منی خارج نہ ہوئی ہو،چنانچہ جماع ہی مھر اور حد زنا کا موجب ہوتا ہے اوران موارد میں بھی منی کانکلنا لازمی نھیں، لہٰذا جو شخص عربی زبان سے واقفیت رکھتا ہے اس کے سامنے یہ کھا جائے کہ فلاں مرد فلاں عورت سے مجنب ہوگیا تو اس کے نزدیک یھی معنی تبادر کریں گے کہ اس مرد نے فلاں عورت سےجماع کیا ،چاہے منی خارج نہ ہوئی ہو۔

اس کے بعد امام شافعی کھتے ہیں:

قطعی سنت اس بات پر قائم ہے کہ جنابت دو طریقے سے حاصل ہوتا ہے، مرد عورت سےجماع کرے چاہے منی خارج نہ ہو ،یا منی خارج ہو جائے چاہے اسی جماع نہ کھیں۔ (1)

اہل سنت کی معتبر کتابوں میں منجملہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اس موضوع سے متعلق کثرت کے ساتھ روایات منقول ہیں:

اگر مرد و عورت کی ختنے کی جگہ مل جائے(جماع کریں) تو غسل جنابت واجب ہو جاتا ہے چاہے منی نہ نکلی ہو۔

چنانچہ مسلم نے تو اس بارے میں ایک مخصوص باب اس:"نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانین"عنوان سے تحریر کیا ہے۔ (2)

لیکن صحیحین کی ایک دوسری روایت کے مطابق عثمان سےجب کسی نے سوال کیاکہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سےجماع کرے اور منی نہ نکلے تو وظیفہ کیاہے؟

حضرت عثمان نے کھا: وہ شخص عضوئے تناسل کو دھو کر وضو کرلے اور میں نے یہ مسئلہ رسول اسلام ﷺ سےیوں ہی سنا ہے اورجب میں نے حضرت علی علیہ السلام ، زبیربن العوام، طلحہ بن عبید اللہ اور ابی بن کعب وغیرہ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ لوگوں نے بھی یھی جواب دیا جس کو میں نے رسول ﷺ سے سن رکھا تھا:

... "خالد الجهنی اخبرہ؛ انہ سأل عثمان بن عفان؛ فقال: أرایت اذا جامع الرجل امرأتہ فلم یمن؟ قال عثمان: یتوضأ کما یتوضأ للصلٰوة، ویغسل ذکرہ، قال عثمان :سمعتہ من رسول اللہ ﷺ ، فسألت عن ذالک علی بن ابی طالب، علیہ السلام والزبیر بن العوام ،وطلحة بن عبید اللہ ، و ابیٔ بن کعب، فامروہ بذالک "[3]

عرض مولف قارئین محترم ! یہ تھا صحیحین میں حضرت عثمان کا انوکھا فتویٰ کہ اگر انسان جماع کرے تو غسل کرنے کی ضرورت نہیں ، لیکن روایت کا دوسرا حصہ جس میں اس فتوی کی تائید کرتے ہوئے راوی نے رسول خد ﷺ ا، حضرت امیر المومنین، طلحہ ،زبیر اور ابی بن کعب وغیرہ کے قول کو نقل کیا ہے آیا یہ حقیقت ہے ؟! ھرگز نہیں ،بلکہ یہ (بالکل کھلا واکذب اور برھنہ الزام ہے)عثمان کی عزت بچانے کی خاطر اسے ان کے فتوے کے ساتھ اضافہ کر دیا گیا ہے اور یہ کوئی تعجب خیزبات نہیں بلکہ ایسے شواہد کثرت کے ساتھ پائیجاتے ہیں ((وکم لہ من نظیر)) یا پھر یہ کہئے کہ جو فتویٰ عثمان نے دیا یہ صدر اسلام سے مربوط ہے، کیونکہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے صدراسلام میں فرمایا تھا (الماء من الماء) لیکن ابن عباس فرماتے ہیں : یہ جملہ احتلام سے مربوط ہے نہ کہ جماع سے۔[4]

بھر صورت جو مسئلہ روز مرّہ کا بتلا بہ ہو اس میں خلیفہ صاحب کا نا بلد ہونا تعجخیز ہیجبکہ اس سلسلے میں اصحاب کے درمیان حدیثیں کثرت کے ساتھ پائی جاتی تھیں !(اذا جاوز الختان وجب الغسل) ممکن ہے کہ عثمان نے صدر اسلام میں کھیں سے سن لیا تھا کہ خالی دھونا کافی ہے، چنانچہ صدر اسلام کا یہ جملہ یا د کرلیا اور انھیں اس حکم کے نسخ کی اطلاع نہ ملی، لہٰذا اپنی سابقہ ذھنی معلومات کی بناپر فتوی صادر کردیا بھر کیف مسئلہ ھر حال میں محل تعجب ہے!!

۱۱۔ احراق قرآن بدست حضرت عثمان !!

اما م بخاری نقل کرتے ہیں :

جب حذیفہ یمانی اہل شام وعراق کے ہمراہ آرمینیہ اور آذربائیجان کی جنگ میں مصروف تھے تو قرآن کی قراتوں میں مسلمانوں(اہل شام و عراق) کے درمیان اختلاف دیکھ کر گھبرا گئے اور حضرت عثمان سےجا کر کھا کہ قبل اس کے کہ یہود و نصاری کی طرح مسلمان بھی اپنی آسمانی کتاب کے بارے میں اختلاف کا شکار بن جائیں کتاب خدا کی خبر لیجئے، حضرت عثمان نے ایک گروہ کو حکم دیا کہ جتنے قرآن دسترس میں ہیں انھیں جمع کرلیا جائے اور پھر جو رسول ﷺ کے زمانہ میں قرات تھی اسی کے اعتبار سے نسخہ بر داری کریں اور اگر اختلاف نظر ہوجائے تو قریش کے لہجے اور قرات میں قرآن لکھنا کیونکہ قرآن قریش کے لہجے میں نازل ہوا ہے، المختصر یہ کہ اس قرآن سے متعدد نسخے بناکر اطراف و نواح کے شھروں میں بھیج دئے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ اس قرآن کے علاوہ جھاں بھی دوسرا قرآن ہے اسے فوراً جلا دیا جائے:

"وارسل الیٰ کل افق بمصحف ممانسخواوامربماسواہ من القرآن فی کل صحیفةاومصحف ان یحرق"[5]

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ تمام دیگر قرآنوں کو جمع کر کیجلا دیا گیا، اگر کوئی قرآن ہڈی وغیرہ پر لکھا تھا تو اسے سرکہ سے دھو دیا گیا!!
عصر حاضر کے ایک مشہور محقق کھتے ہیں :

حضرت عثمان نے اپنے دور خلافت میں جس قرات پر قرآن جمع کروایا تھا وہ وھی قرات تھی جو اُس وقت مسلمانوں کے درمیان رائج، متواتر اور قطعی الصدور تھی جس کا آنحضرت ﷺ سے نقل ہونا یقینی تھا، لہذا حضرت عثمان نے اس کام کو انجام دیکر امت مسلمہ کو ایک قرات پر جمع کر دیا اور دیگر بے اساس، ناشائستہ او رغلط قراتوں سے بچا لیا جو مسلمانوں میں اختلاف ک ا سبب بنتیں چنانچہ حضرت عثمان کا یہ عمل بجا اور شائستہ تھا، اسی وجہ سے آپ اس عمل کی بنا پر مسلمانوں کے درمیان لعن طعن کا نشانہ نہیں قرار پائے، کیونکہ اگر حضرت عثمان یہ کام نہ کرتے تو اسی قرات کے اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کو کفر کا فتویٰ دیکر قتل و خونریزی کرتے! البتہ جو چیز اعتراض کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے دیگر قرآنوں کو جلوادیا ! اور یھی نہیں بلکہ یہ کام آپ نے خود کیا اور لوگوں کو اس بات کا حکم بھی دیا! حضرت عثمان کی یہ بات قابل تنقید ومذمت ہے یھاں تک کہ کچھ مسلمانوں نے آپ پر اعتراض بھی کیا اور آپ کو "حرّاق المصاحف" قرآن جلانے والا کہنے لگے۔[6]

عرض مولف

آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید اسلام کی نظر میں ایک خاص احترام کا حامل ہے اور اس کے احترام، عظمت اور حفاظت کے بارے میں اسلام میں باقاعدہ قوانین اور شرائط پائیجاتے ہیں۔ مثلاً اس قرآن کو بغیر وضو مس کرنا حرام ہے، مجنب و حائض کے لئے سورہ عزائم کا پڑھنا شیعوں کے نزدیک اور تمام سورتوں کاپڑھنا اکثر علمائے اہل سنت کے نزدیک حرام ہے، اسی طرح قرآن کا نجس کرنا بھی حرام ہے۔ کلی طور پر علمائے اہل تشیع و تسنن کا اتفاق ہے کہ قرآن کے ساتھ ھر وہ عمل انجام دینا حرام ہیجو قرآن مجید کی بے احترامی ک ا سبب بنے، چنانچہ احترام قرآن سے متعلق اسلامی کتابوں میں متعدد احادیث کو نقل کیا گیا ہے، ترمذی اپنی سنن میں رسول ﷺ سے یہ حدیث (مجنب اور حائض قرآن نہیں پڑھ سکتے) نقل کرنے کے بعد کھتے ہیں :

یھی فتوی صحابہ کرام، تابعین عظام اور موجودہ ومتقدمین علمائے اسلام کا ہیجیسے سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمدبن حنبل، اسحاق، وغیرہ ان تمام علماء نے فتوی صادر فرمایا ہے کہ مجنب اور حائض قرآن نہیں پڑھ سکتے البتہ کسی آیت کے ایک کلمہ کواور اسی طرح تسبیح و تھلیل کرنا ان کے لئیجائز ہے۔[7]

عرض مولف

جی ھاں! یہ تمام تاکیدیں قرآن مجید کی عظمت، اہمیت اور احترام کی حفاظت کی خاطر دین اسلام میں بیان کی گئی ہیں، لیکن اس کے باوجود خلیفہ وقت کا مدینہ اور دیگر تمام اسلامی ممالک میں موجودہ قرآن جلانے کا حکم دینا کس مدرک کی بنا پر تھا ؟! آخر ایسا فتوی

کیسے صادر کیا؟ قرآن کی اس قدر عظمت اوراس کے صریحا حکام کے ہوتے ہوئے خلیفہ صاحب کی کیسے ہمت ہوئی کہ قرآن کیجلانے میں حکم صادر فرمائیں؟!ان مطالب کو ہم قارئین کی صوابدید پر چھوڑتے ہیں ۔[8]

اوراگر دیگر قرآن جلانے کا مقصد یہ تھا کہ دوسری قرائتوں کو ختم کیا جائے تاکہ مسلمانوں میں اختلاف نہ ہونے پائے ،تو یہ کام دوسرے طریقے سے بھی کیا جاسکتا تھا ، جس سے احترام قرآن باقی رہ جاتا، مثلاً دوسرے قرآنوں کو کسی پاک جگہ دفن کردیاجاتا ،یا کسی محفوظ جگہ حفاظت سے رکھ دیا جاتا، یادریا برد کردیاجاتا وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ خلفاء اوراسلامی احکام

امام ؛احکام الٰہیّہ کامحافظ اور قرآنی قوانین کاجاری کرنے والاہے

قال علی علیہ السلام:"وَلَا الْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهلِکُ ٱلأُمَّةَ""قدعملت الولاة قبلی اعمالا خالفوا فیها رسول ﷺ الله"

,,اورامام کو احکام خدا معطل نہیں کرنا چاہئے کیونکہ امام کااحکام خداترک کرنا امت مسلمہ کے ھلاک ہونے ک ا سبب ہوتا ہے،بالتحقیق مجھ سے پھلی جو خلفاء گزرے انہوں نے کچھ ایسے اعمال انجام دئیجن میں رسول اللہ کی صریحا مخالفت کی گئی تھی"

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ امام اور اسلامی حاکم کے لئے سب سے اہم شرط بلکہ خلافت الٰھیہ کا اصل فلسفہ اور مفہوم ہی یہ ہے کہ وہ احکام خداوندی کا پاسبان اور قرآن کے قوانین کا اجراء کرنے والا ہو، مولائے متقیان علیہ السلام خلیفہ کے لئے اس شرط کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"امام کو احکام خدا معطل نہیں کرنا چاہئے کیونکہ امام کااحکام خداترک کرنا امت مسلمہ کے ھلاک ہونے ک ا سبب ہوتا ہے"۔

لیکن تاریخ اسلام اور صحیحین کی مختلف احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں احکام خدا کوا علانیہ اور ظاہر بظاہر ترک کیا گیا، احکام خداوندی میں تغییر و تحریف کی گئی ،اسلامی احکام کو ذاتی نظریات ، مقاصد اور مصالح میں رنگ دیا گیا ،ھر شخص جیسے چاہتا اسلامی حکم کو اپنی رائے کے مطابق تبدیل کردیتا !جیسے چاہتا اسلامی قوانین میں اظھار نظر فرماتا !چنانچہ خلفائے ثلاثہ نے بھی حکمِ خدا میں خوب من مانی کی اورجب محل لعن و طعن قرار دیا گیا تو کچھ نام نھاد اور زر خرید علمائے اہل سنت نے اس تحریف وتغیر کو علمی رنگ میں پیش کرنے کے لئے اسے اجتھاد کا نام دیکر ان عیوب پرپردہ ڈالنے کی کوشش کی اور انھونےجھاں اس قسم کی مخالفت اور تحریف دیکھی اسے اجتھاد کے خوش نما لفافہ میں رکھ کر اسلامی امت کے سامنے پیش کردیا،تاکہ اسلامی معاشرہ کے نزدیک قابل قبول قرار پائے، حالانکہ اجتھاد ایک جدا بحث ہے اورصریحا قرآن و سنت کی مخالفت ایک جدا بحث ہے، دونوں میں کوئی ربط نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں :

''قد عملت الولاة قبلی اعمالاخالفوا فیهارسول ﷺ الله معتمدین بخلافه، ناقضین لعهده، مغیرین لسنته، ولوحملت الناس علی ترکها وحولتها الی مواضعهاوالی ما کانت فی عهد رسول الله لتفترق عنی جندی، حتی ابقی وحدی اومع قلیل من شیعتی الذین عرفوا فضلی وفرض اما متی من کتاب الله و سنةرسوله''[9]

مجھ سے پہلے خلفاء ایسے اعمال انجام دے چکے ہیں کہ جن میں عمداًرسول ﷺ اللہ کی صریحا مخالفت اورپیمان شکنی کی گئی،آپ کی سنت کو بدلا گیا،چنانچہ اگرمیں لوگوں کو ان بدعتوں کے ترک کرنے پر مجبور کروںاور اسلامی قوانین کواصلی صورت پر پلٹاوں جس روش پر رسول ﷺ اللہ کے زمانہ میں تھے،تو میرے لشکر والے ہی سب سے پہلے مجھ سے دور ہو جائیں گے اور میں اپنے شیعوں کے چند افراد کے ساتھ تنھا رہ جاوں گا، جنھوں نے میری فضیلت اور امامت کو قرآن وسنت سے پہچانا ہے۔

دوسری جگہ امام فرماتے ہیں:

جس روز میں نے اپنے داخلی اختلاف سے نجات پائی اسی دن بھت سے ان بدعتی احکام کو ان کی اصلی صورت پر پلٹاوں گا:

''لوقد استوت قدما ی من هٰذه المداحض لغیرت اشیاء''

ابن ابی الحدید امام کے اس قول کے ذیل میں کھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام احکام شرعی اور قضاوت میں گزشتہ خلفاء کے فتاوی اور ان کے نظریات کے خلاف عمل کرتے تھےجیسے چور کی حد، ام ولد کا حکم، امام نے گزشتہ خلفاء کے بر خلاف چور کی حد میں انگلیوں کو کاٹا اور ام ولد کو فروخت کیا[10]

ابن ابی الحدید آخر میں تحریر کرتے ہیں:

جو چیز امیر المومنین علی علیہ السلام کو بطور کلی بدعتی احکام بدلنے سے مانع تھی وہ آپ کا باغی اور خوارج کے ساتھ مصروف جنگ رھنا ہے،امام کو اس اختلاف نے فرصت نہیں بخشی کہ خلفاء کے زمانہ والے بھت سے بدعتی احکام تبدیل کرتے۔[11]

عرض مولف

جو اسلامی احکام خلفاء کے زمانہ میں تبدیل کئے گئے وہ کثرت کے ساتھ کتب تواریخ، تفاسیر اور احادیث میں موجودہیں لیکن ہم اپنی روش کے مطابق صرف صحیحین سے چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ خلیفہ کے حکم سے مسلمانوں کا قتل عام اور اسلامی احکام میں تبدیلی

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس نے کلمہ شھادتین زبان پر جاری کر دیا اور خدا کی وحدانیت اور رسول ﷺ کی رسالت کا اعتراف کر لیا، اس کی جان و مال اسلام کی رو سے محفوظ و محترم ہوجاتی ہے اور کسی کو اسیجانی اور مالی نقصان پہنچانے کا حق نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی ذاتی حق رکھتا ہو، چنانچہ رسول خدا ﷺ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا: لا الٰه الا الله ،فمن قال: لا الٰه الا الله، فقد عَصَمَ منّی مالَه و نفسَه الا بحقّه وحسابُه علی الله''

مجھے خدا کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک منکرین خدا سیجنگ کروں جب تک کہ کلمہ لاالہ الا اللہ کوزبان پر جاری نہ کریں، لہٰذا اگر کوئی کلمہ توحید پڑھنے لگے تو اب اس کی جان و مال محفوظ ہوجاتی ہے، البتہ اگر کوئی شخصی حق رکھتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اور اس کا حساب یوم آخرت اللہ کے اوپر ہے۔[12]

لیکن افسوس کہ رسول ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے وقت نے کچھ ایسے مسلمانوں کا خون مباح کر دیا تھا جو تمام اسلامی احکام اور زکاۃ کے پابند تھے صرف خلفائے وقت کو زکاۃ دینے سے انکار کر رہے تھے در حقیقت ان لوگوں نے خلیفہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے ان کے مردوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا اور ان کی عورتوں، بچوں کو اسیر کر کے کنیزا ور لونڈی بنا لیا گیا(جو اسلام کی رو سے قطعاً جائز نہ تھا)۔[13]

البتہ اس قتل وغارت کی توجیہہ اور خلیفہ صاحب کے دامن کو تنقید سے بچانے کی خاطر کچھ زرخرید راویوں نے روایتیں گڑھنا شروع کردیں! جن کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ جن لوگوں کو خلیفہ وقت نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا وہ مرتد ہوگئے تھے!! اس طرح ان لوگوں کو مانند مسیلمہ اور طلیحہ، کفار کی صف میں کھڑا کردیا! زمان رسالت سے مسلمانوں سے نبرد آزما ں تھے، حالانکہ کتب تواریخ وروایات اس اتھام کو صراحت کے ساتھ رد کرتی ہیں، چنانچہ صحیحین میں بھی اس واقعہ کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، لہٰذا پھلے ہم اس بارے میں صحیحین سے نقل کرتے ہیں، اس کے بعد تاریخ کے لحاظ سے اس واقعہ کا خلاصہ نقل کریں گے:

''....عن ابن شهاب؛اخبرنی عبید الله بن عبدا لله بن عتبة؛ان ابا هریرة قال:لما توفّی النبی ﷺ واستخلف ابوبکر وکفر من کفر من العرب،قال عمر:یا ابابکر کیف تقاتل الناس وقد قال رسول ﷺ الله: امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا:لا اله الا الله، فمن قال لا اله الا الله عَصَمَ منی مَاْ لَهُ ونفسه الا بحقه وبحسابه علی الله؟قال ابوبکر؛واللهَ لاُ قاتِلَنَّ من فرّق بین الصلٰوة والزّکٰوة،فان الزکاة حق المال والله لو منعونی عَناقا کانوایودونها الی رسول ﷺ الله، لقاتلَتْهُمْ علی منعها، قال عمر:فوالله ما هو الّا ان رَأیتُ ان قد شرّحا لله صدرَابی بکر للقتال، فعرفتُ انه الحق''[14]

امام بخاری اور مسلم نے تمام اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے:

جب رسول خدا ﷺ کی وفات ہوئی اور ابوبکر تخت خلافت پر جانشین ہوئے تو عرب کے بعض قبیلے اپنے کفر کی طرف پلٹ گئے، عمر نے ابوبکر سے کہا: اے ابوبکر! تم ان لوگوں سے کیسیجنگ کرو گے حالانکہ رسول ﷺ کا فرمان تھا: میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اس وقت تک لوگوں سیجنگ کروں جب تک یہ خدا کی وحدانیت کے قائل نہ ہو جائیں اور جو شخص خدا کی وحدانیت کو قبول کرلے اس کی جان و مال محفوظ ہے، البتہ اگر کوئی شخصی حق رکھتا ہو تو اس کی جان مباح ہو سکتی ہے؟ (بطور خون بھا وغیرہ) ،ابوبکر نیجواب میں کہا: خدا کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جنہوں نے نماز و زکاۃ میں فرق کیا کیونکہ زکاۃ مالی حق ہے (اسلامی حکومت کا حق ہے) قسم خدا کی جو زکاۃ یہ لوگ رسول خدا ﷺ کو دیتے تھے وہی مجھے نہ دی اور اس میں سے ایک بکری کا بچہ بھی روک لیا تو میں ان سیجنگ کروں گا۔

عمر نے کہا: قسم خدا کی یہ جواب ابوبکر کو اس شرح صدر کی وجہ سے عطا ہوا تھا جو خدا نے کیا یعنی یہ جواب خدا کی طرف سے القاء ہوا تھا لہٰذا میں سمجھ گیا کہ ابوبکر کی بات کاملاً ٹھیک ہے۔[15]

عرض مولف

اس حدیث کے پہلے ٹکڑے میں یہ کہا گیا ہے: عرب کے بعض قبیلے کافر ہوگئے، یہ سراسر غلط اور جھوٹا الزام ہے اور در حقیقت خلیفہ صاحب کی غلطیوں پرپردہ ڈالنے کے لئے یہ جملہ اضافہ کیا گیا ہے، چنانچہ مزے کی بات یہ ہے کہ اسی روایت کے بعد والی جملوں سے اس کا جعلی ہونا ثابت ہے کیونکہ:

۱۔ اس روایت میں آیا ہے کہ جب عمر نے ابو بکر سے پوچھا کہ آپ ان سے کیسیجنگ کریں گے؟ تو ابوبکر نے کہا میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز و زکاۃ میں فرق کر رہے ہیں، اس جملہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ نہ صرف کافر نہیں ہو ئے تھے بلکہ خدا کے حکم کے مطابق نماز و روزہ و اصول دین وغیرہ پریقین رکھتے تھے اور ان کی بجا آوری بھی کرتے تھے۔

۲۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ لوگ کافر ہوگئے تھے تو حضرت عمر نے ابوبکر پر کیوں اعتراض کیا تھا کہ ان سے کیسیجنگ کی جائے گی حالانکہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول ﷺ اللہ کہتے ہیں اور رسول اسلام ﷺ کو حکم بھی یہی دیا گیا تھا کہ جب تک لا الہ الا اللہ نہ کہے اس وقت تک جنگ کرو؟

مشہور فقیہہ اور فلسفی جناب ابن رشید کہتے ہیں:

زکاۃ کے احکام میں سے ایک حکم اس کا یہ بھی ہے کہ کوئی شخص زکاۃ کے وجوب کا انکار نہ کرے لیکن زکاۃ دینے سے انکار کرے اورابوبکر کا عقیدہ یہ تھا کہ جو شخص زکاۃ کے وجوب کا قائل ہو مگر دینے سے انکار کرے وہ مرتد کے حکم میں ہے، چنانچہ جب عرب کے قبائل نے ابوبکر کو زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر نے ان سیجنگ کی اور ان کے بال بچوں کو اسیر کر لیا، لیکن عمر کا یہ

نظریہ نہیں تھا لہٰذا انھوں نے اس حکم میں ابو بکر کی مخالفت کی اور جن لوگوں کو ابوبکر نے اسیر کر رکھا تھا آزاد کر دیا اور اکثر علمائے اہل سنت بلکہ تمام علماء اس مسئلہ میں عمر کے ہم عقیدہ ہیں ۔

"وخالفه فی ذالک عمر واطلق من کان استرق منهم و بقول عمر قال الجمهور..."[16]

یہ سارا قتل وغارت کا قضیہ عکرمہ ابن ابی جھل کی سرپرستی میں " حضرموت " کے مقام پر مختلف قبائل (کندہ، مآرب) کے ساتھ اور اطرافِ مدینہ میں " عبس و ذبیان، بنی کنانہ " سے خالد بن ولید کی سرپرستی میں وقوع پذیر ہوا، یہ تمام افراد جن کو مسلمانوں نے خالد بن ولید و عکرمہ کی سرپرستی میں قتل کیا مرتد نہیں ہوئے تھے، بلکہ سب یھی کہہ رہے تھے کہ جب تلک ہمارے درمیان رسول ﷺ تھے ہم نے ان کی پیروی کی لیکن ابوبکر سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے "اطعنا رسول الله مادام وسطنا فیا قوم ما شانی و شان ابی بکر " اور کبھی گورنر کے سامنے یہ کھتے کہ تو ہمیں ایسے مرد کی اطاعت کو کیوں کہہ رہا ہےجس کے بارے میں ہم سے اور تجھ سے کوئی عھد نہیں لیا گیا ہے؟"انک تدعوا الی طاعۃ رجل لم یعھد الینا ولا الیکم فیھعھد " اور کبھی یہ کھتے کہ تم نے خاندان پیغمبر ﷺ کو اس معاملہ سے کیوں دور کر دیا؟منصب خلافت کے اصلی حقدار وہ ہیں جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

(وَاُوْلُواْالاَرْحا مِ بَعْضُهُم اَوْلَی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ الله) [17]

ابن کثیر کھتے ہیں :

عرب کے مختلف قبائل، گروہ در گروہ مدینہ آتے اور نماز کے سلسلے میں اقرار و اعتراف کرتے تھے، لیکن زکاۃ کے ادا کرنے سے گریز کرتے تھے اور کچھ ان میں سے ایسے تھےجو خلیفہ وقت کو زکاۃ دینے سے انکار کرتے تھے۔[18]

سنیوں کے مشہور مصنف عقاد مصری کھتے ہیں :

وہ عرب کے قبیلےجو مدینہ کے نزدیک رھتے تھے رسول ﷺ کے بارے میں بھت مخلص اور ھمدرد تھے، لیکن جب رسول ﷺ کی وفات ہوئی اور ابوبکر نے زمام حکومت سنبھالی تو ان لوگوں نے اس کی نافرمانی اور مخالفت کی اور کہنے لگے : ھم رسول خدا ﷺ کی پیروی کرتے ہیں ہم کو ابوبکر سے کیا مطلب؟ !

اس کے بعد عقاد کھتے ہیں :

کچھ افراد ایسے تھےجو اصل زکاۃ کا عقیدہ رکھتے تھے لیکن جو زکوٰۃوصول کرنے والے تھے ان کو دینے سے انکار کرتے تھے۔ [19]

مشہور مصنف محمد حسین ہیکل مصری کھتے ہیں :

"ابوبکر نے صحابہ کو جمع کیا اور ان لوگوں کے بارے میں مشورہ کیا جنہوں نے ابوبکر کو زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تھا کہ آیا ان سےجنگ کی جائے یا نہیں ؟کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ ان سےجنگ کرنا جائز ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ جنگ نہ کی جائے اور ان منع

کرنے والوں میں حضرت عمر بھی تھے، آپ کا کہنا تھا: ان سیجنگ نہ کریں کیونکہ یہ لوگ خدا و رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، بلکہ ان سے دشمنان اسلام کے مقابلہ میں فائدہ اٹھایا جائے۔"

اس کے بعد محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

شاید مجلس مشاورت میں شرکت کرنے والوں میں سے اکثر لوگ یھی عقیدہ رکھتے تھے کہ ان سیجنگ نہ کی جائے اور اس نظریہ کے مخالفین اقلیت میں تھے، بلکہ ظن قوی یہ ہے کہ جب حاضرین مجلس میں اس اہم اور خطرناک معاملہ پر بحث ومباحثہ بھت بڑھ گیا تو ابوبکر نے مجبوراً ذاتی طورپر اس میں مداخلت کرکے اقلیت کے نظریہ کی تصدیق وتائید کردی اورپرُ زور طورپر اپنی بات منوانے کیلئے کہنے لگے: "قسم بخدا وہ چیز جو رسول ﷺ کو دی جاتی تھی اس میں سے انہوں نے ایک بکری کا بچہ بھی روک لیا تو میں ان سیجنگ کروں گا"(20)

عرض مولف

اس تمام واقعہ کو سیوطی نے تاریخ الخلفاء، بلاذری نے انساب الاشراف اور اعثم کوفی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے، اعثم کوفی لکھتے ہیں:

ابوبکر نیجملہ قسمیہ "والله لو منعونی عقالاً" عمر کیجواب میں کھا تھا، کیونکہ عمر ان مسلمانوں سے قتل وکشتار کرنے کے مخالف تھے۔(21)

بھر کیف جو تفصیلات اور مطالب ہم نے تاریخ ابن کثیر اور دیگر کتابوں سے نقل کئے ہیں ان سے اور خود حضرت ابو بکر کی بات سے بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ جن کو ابوبکر کے حکم سے قتل کیا گیا وہ مرتد نہیں بلکہ مسلمان تھے اور یہ لوگ باقاعدہ اصل زکاۃ پر ایمان رکھتے تھے، البتہ ابوبکر کو زکاۃ دینے سے انکار کر رہے تھے، بس اسی بات پر ان کو ابو بکر نے تہہ تیغ کروادیا !!

مالک بن نویرہ (نمائندہ رسول ﷺ) کے قتل کاواقعہ

قارئین کرام! جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں عرب کے مختلف قبائل سے اس لئیجنگ لڑی گئی اور ان کے بچوں اور عورتوں کو اس لئے اسیر کر لیا گیا کیونکہ ان لوگوں نے زکاۃ دینے سے

انکار کیا تھا، مگر مشہور یہ کیا گیا کہ یہ لوگ مرتد ہوگئے تھے، اگر ان تمام واقعات اور جزئیات کی تفصیل لکھی جائے تو ایک مستقل کتاب مرتب ہو جائے لیکن ہم یھاں پر صرف مالک بن نویرہ اور ان کے خاندان (جنھیں بے دردی سے قتل کیا گیا) کے واقعہ کو نمونہ کے طورپر نقل کرتے ہیں:

ابن حجر اپنی کتاب" الاصابہ" میں تحریر کرتے ہیں :

رسول اسلام ﷺ نے مالک بن نویرہ کو ان کے خاندان سے صدقات وصول کرنے کیلئے اور قبیلہ بنی تمیم سے زکاۃ حاصل کرنے پر اپنا نمایندہ مقرر فرمایا تھا۔[22]

اعثم کوفی کھتے ہیں :

خالدبن ولید نے اپنے لشکر کو اس جگہ روک دیا جھاں قبیلہ بنی تمیم رھتا تھا اور گروہ گروہ کر کے تمام اطراف میں لشکر کو بھیجا، چنانچہ ایک گروہ اس باغ میں بھیجا جھاں مالک بن نویرہ اپنے خاندان کے ساتھ رھتے تھے، اس گروہ نے اچانک حملہ کر کے تمام لوگوں کو گرفتار کرلیا اورمالک اور ان کی بیوی جو بیحد خوبصورت تھی اور ان کے خاندان کو اسیر کر کے خالدبن ولید کے پاس لایاگیا، خالدبن ولیدنے حکم دیاکہ مالک کے تمام خاندان کو قتل کردیا جائے!!

مالک اور ان کے ساتھیوں نے کھا: اے خالد! تو ہم کو کیوں قتل کر رھا ہے حالانکہ ہم سب مسلمان ہیں ؟ اس وقت خالد نے کھا : خدا کی قسم میں تم سب کو قتل کردوں گا!! یہ بات سن کر ایک بوڑھے شخص نے کھا: اے خالد! کیا ابوبکر نے تجھے یہ حکم نہیں دیا ہے کہ جو کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہوں ان کو قتل نہ کیا جائے؟ خالدنے کھا: کیوں نہیں، لیکن تم لوگ اصلاً نماز ہی نہیں پڑھتے ہو!

اعثم کھتے ہیں :

اس وقت ابو قتادہ جو خالد کے لشکریوں میں سے تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور خالد سے کھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ان کو قتل کرنے کا حق نہیں رکھتا، کیونکہ جب ہم ان کو گرفتار کرنے گئے تو ان لوگوں نے پوچھا کہ تم کون ہو ؟تو ہم نے کھا: مسلمان ہیں، اس وقت انہوں نے بھی کھا : ہم بھی مسلمان ہیں اور اذان دی گئی اور ان سب نے ہمارے پیچھے نماز ادا کی۔

اس وقت خالد نے کھا: اے ابو قتادہ !اگرچہ یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں مگرچوں کہ زکاۃ دینے سے انہوں نے انکار کیا ہے لہٰذا ان کو قتل کیا جائے گا، یہ سنکر وہ بوڑھا مرد زورزور سے چیخنے لگا ، لیکن خالد نے ان کی ایک فریاداورآہ وبکا کو نہ سنا اور ان سب کو یکے بعد دیگرے بے رحمی اور بے دردی سے قتل کردیا!

اعثم کوفی کھتے ہیں :

اس وقت سے ابو قتادہ نے یہ عھد کر لیا تھا کہ جس لشکر ک اسردار خالد ہوگا اس میں شرکت نہ کرے گا۔

پھر خالد نے مالک کو پکڑ کر آگے کھینچا، مالک نے کھا: اے خالد! تو ایسے شخص کو قتل کر رھا ہیجو کعبہ کی طرف نماز پڑھتا ہے؟!

خالدنے کھا: اے مالک! تم مسلمان ہوتے تو زکاۃ دینے سے انکار نہ کرتے اور نہ اپنے قبیلے کو زکاۃ دینے سے منع کرتے، اے مالک! خدا کی قسم میں تم کو ضرور قتل کروں گا، قبل اس کے کہ تیرے لبوں تک ایک قطرہ آب پہنچے ، اس وقت مالک نے اپنی بیوی کی طرف چھرہ کیا اور فرمایا : اے خالد! تومجھے اس (بیوی) کی وجہ سے قتل کر رھا ہے؟

خالد نے کھا: میں تجھے ضرور قتل کروں گا کیونکہ تو اسلام سے خارج ہوگیا ہے، تو نے زکاۃ کے اپنے سارے اونٹ متفرق کردئے ہیں اور اپنے قبیلے کو زکاۃ دینے سے منع کردیا ہے، لہذا خدا نے تیرے قتل کا حکم دیا ہے ، اس وقت خالد نے مالک بن نویرہ کو تمام لوگوں کے سامنے قتل کر دیا۔

اعثم کوفی کھتے ہیں :

تمام مورخین نے بالاتفاق نقل کیا ہے کہ خالد نے مالک کو قتل کرکے ان کی بیوی سے شادی کرلی تھی۔ [23]

مشہور مورخِ اسلام یعقوبی کھتے ہیں :

مالک کے بھائی متمم بن نویرہ نے اپنے بھائی کے سوگ میں اشعار و مراثی بھت کھے چنانچہ ایک روز متمم شھرمدینہ میں ابوبکر کے پاس گئے اورجب نماز صبحا بو بکر کے ساتھ بجالا چکے تو اپنی کمان پرٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھنا شروع کر دئے:

نعم القتیل اذاالریاح تناوحت

خلف البیوت قتلت یابن الازور

ادعوته باللّٰہ ثم غد رته

لوھودعاک بذ مۃ لم یغد ر

کیا خوب مقتول ہے کہ جب سے قتل ہوا توفضائیں نوحہ کر رھی تھیں ، اے ازور (جھوٹے) کے بیٹے تو نے اس کو پشت خانہ کعبہ میں قتل کیا ہے، آیا پھلے تو نے خدا کی طرف اسے دعوت دی اس کے بعد اس کے ساتھ حیلہ و فریب کیا؟ اگر وہ (مالک) تجھے دعوت دیتا اور تیرے ساتھ عھد وپیمان باندھتا تو ایسا ذلیل فعل انجام نہ دیتا۔[24]

ابوبکر نے کھا: نہ میں نے اس کو دعوت دی تھی اور نہ اس کے ساتھ غدر و فریب کیا۔

یعقوبی کھتے ہیں :

عمر نے تخت خلافت پر آنے کے بعد واقعہ جو کام انجام دیا وہ یہ تھا کہ جن لوگوں کو ابو بکر نے اسیر بنا رکھا تھا ان کو آزاد کر دیا۔[25]

اعثم کوفی کھتے ہیں :

جب مرتدین کے اسیروں کو لایا گیا تو عمر نے قتل کرنے سے منع کردیا تھا چنانچہ ان لوگوں کو ابوبکر نے یں خانہ میں ڈلوا دیا تھا ، لیکن عمر نے ان لوگوں کو آزاد کر دیا۔[26]

جی ھاں! صرف ایک زکاۃ نہ دینے پر خلفاء نے کس طرح حکم خدا و رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے مسلمانوں کا خون مباح کر دیا تھا ؟! ظلم کی انتھا یہ کہ ان کے بچوں اور عورتوں کو بھی تہہ تیغ کر دیا گیا ! اور جو عورتیں بچے زندہ رہے، ان کے ھاتھ، پیروں میں زنجیرو ھتھکڑی ڈال کر اسلامی دارالحکومت کی طرف خلیفہ کے حکم سے کشاں کشاں لیجایا گیا !(اور کچھ عورتوں سے

زبردستی خود عقد کر لیا !چنانچہ) ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کو اس فعل کو خطاء کہنے پر مجبور ہونا پڑا اور پھلی فرصت میں ان قیدیوں کو آزاد کیا ، یہ ہیں مسلمانوں کے چھیتے خلفاء کے سیاہ کارنامے کہ شریعت اسلامیہ کو بالکل بالائے طاق رکھ کر جو دل چاہا حکم صادر کیا! کسی کو کوئی پاس خدا و رسول ﷺ نہ تھا!

صحیح مسلم میں آیا ہے :

مولائے متقیان حضرت علی ؑ کو جب جنگ خیبر میں علم دیا گیا تو رسول ﷺ نے فرمایا : اے علی !"امش ولا تلتفت "جاو اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا تو اب علی ؑ کی اطاعت دیکھئے !کچھ دور چلے اور بغیر اس کے کہ چھرہ کو پیچھے کریں اسی طرح کھا :یا رسول اللہ! ﷺ اس قوم سے کب تک جنگ کروں؟رسول ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ قوم خدا و رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے، بس اسی صورت میں ان کی جان و مال محفوظ ہے اس کے بعد فوراً چل دئے اور جنگ کی.[27]

یہ ہے اسلامی خلیفہ کی اطاعت ِفرمانِ رسول ﷺ ! یہ ہے اسلام کا نظام! ایسے ہی افراد پر خلافت الٰھیہ زیب دیتی اور ناز کرتی ہے۔(اور وہ ہے مسلمانوں کے خلیفہ وقت اور نام نھاد جانشین ِرسول ﷺ کا کردار !وہ ہے اسلام اور فرمان رسول ﷺ کے ساتھ کھلواڑ!!) بھر حال یہ تھا اس واقعہ کا خلاصہ جو آپ نے ان چند سطروں میں ملاحظہ فرمایا ، صحیحین میں بھی اس کی طرف قدرے اشارہ کیا گیا ہے۔

۲۔ جاگیر فدک اور میراث پیغمبر کی سرگزشت

جھاں اور بھت سی حکم خدا و رسول ﷺ کی مخالفتیں دور خلافت ابوبکر میں کی گئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ رسول ﷺ کی ساری میراث اورباغ فدک جسے رسول ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا کو ھبہ کر دیا تھا واپس لے کر بیت المال میں ملا دیا گیا، اس طرح صدیقہ طاہرہ کے دل کو رنجیدہ کیا، اس ماجرا کو صحیحین میں دوجگہ عائشہ سے اشارةً نقل کیا گیا ہے ، لہٰذا پھلے ان دو مورد کو ذیل میں ہم معہ متن و ترجمہ پیش کرتے ہیں اس کے بعد ان کی اجمالی توضیح و تحقیق کریں گے:

١...''عُرْوة بن ألزُبیر؛ان عائشة ام المومنین؛اخبرته ان فاطمة الزهراء علیهاالسلام ابنةَ رسول ﷺ الله ﷺ سأَلت ابا بکر الصد یق بعد وفاة رسول ﷺ الله ان یقسم لها میراثها مما ترک رسول ﷺ الله مما افاء الله علیه، فقال لها ابوبکر:ان رسول ﷺ الله قال''لا نورث ما ترکنا صدقة'' فغضبت فاطمة(س) بنتُ رسول ﷺ الله ، فهجرت ابابکر فلم تزل مهاجرتَه حتی توفِّیَتْ، وعاشت بعد رسول ﷺ الله ستَة اشهر،قالت وکانت فاطمة(س) تسأَلُ ابابکرنصیبها مما ترک رسول ﷺ الله من خیبروفدکٍ وصَدَقَتَهُ بالمدینة ،فابی ابوبکرعلیها ذالک...!![28]

عروہ بن زبیر نے عائشہ سے نقل کیا ہے:

وفات رسول ﷺ کے بعد حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر سے مطالبہ کیا کہ آپ کو میراث پیغمبر ﷺ کا حصہ اور پیغمبر ﷺ کی ثروت جو خداوند متعال نے آپ کو بطور خاص عطا فرمائی تھی دی جائے، ابوبکر نے کہا : رسول ﷺ نے فرمایا ہے: "لانورث ما ترکنا صدقة"ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے بلکہ جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

شہزادی کونین(س) اس جواب کو سن کرناراض ہوگئیں اور اسی ناراضگی کی حالت آپ نے دنی ا سے وفات پائی۔

عائشہ کھتی ہیں : فاطمہ(س) وفات پیغمبر ﷺ کے بعد چھ مھینے زندہ رھیں اور اس مدت میں آپ اس میراث کو طلب فرما تی رھیں جو رسول ﷺ نے خیبر ،فدک اور صدقاتِ مدینہ سے ارث کے طورپرچھوڑا تھا لیکن ابوبکر نے دینے سے انکار کردیا۔

۲ ... عن عروة عن عائشة؛ ان فاطمه بنت النبی ارسلت الی ابی بکر تسئله میراثها من رسول الله ﷺ مما افاء الله علیها بالمدینه وفدک ومابقی من خمس خیبر،فقال ابو بکر:ان رسول الله ﷺ قال:" لا نورث ما ترکناصدقة"انما یأکل آل مُحَمّد فی هٰذا المال، وانی والله لا اغیر شیئاً من صدقة رسول الله عن حا لها التی کان علیها فی عهد رسول الله ﷺ ،ولا اعملن فیها بما عمل به رسول الله ، فابی ابوبکران یدفع الی فاطمة منها شیئاً ،فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذالک، فهجرته فلم تکلمه حتی توفیت، وعاشت بعد النبی ستة اشهر، فلما توفیت دفنها زوجها علی لیلاً ،ولم یوذن بها ابا بکر، وصلی علیها،وکان لعلی من الناس وجه حیاةفاطمة(سلام الله علیها)،فلماتوفیت،استنکرعلی وجوه الناس،فالتمس مصالحة ابی بکر،ومبایعته،ولم یکن یبایع تلک الاشهر،فارسل الی ابی بکران ائتنا ولا یأتنا معک احد ...!![29]

عروہ نے عائشہ سے نقل کیا ہے :

ایک مرتبہ بنت رسول ﷺ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر کے پاس کسی کو بھیجا کہ جو رسول ﷺ نے باغ فدک و دیگر اموال مدینہ میراث کے طورپر چھوڑے ہیں وہ شہزادی کو دے دیئجائیں اور خمس خیبر بھی دیا جائے۔

ابوبکر نیجواب میں کھلایا : رسول ﷺ نے فرمایا ہے: "لانورث ما ترکنا صدقة" ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتیجو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے بس وہ(آل رسول) اس مال وثروت سے استفادہ نہیں کرسکتے ہیں، قسم بخدا میں رسول ﷺ کا ترک کردہ صدقہ اسی طرح استعمال کروں گا جس طرح رسول ﷺ کے زمانے میں استعمال ہوتا تھا اور ھرگز تغیر نہیں کرسکتا جس طرح رسو ﷺ ل عمل کرتے تھے اسی طرح میں عمل کروں گا۔ پس جب ابوبکر نے میراث رسول ﷺ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو نہیں دی تو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ابوبکر پر ناراض ہوگئیں اوراپنی وفات تک ابوبکر سے کلام تک نہ کیا۔ حضرت عائشہ کھتی ہیں : رسول ﷺ کی وفات کے بعد شہزادی کونین(س) صرف چھ ماہ زندہ رھیں اور جب آپ نے وفات پائی تو حضرت علی علیہ السلام نے شب کی تاریکی میں انھیں دفن کردیا اور خود ہی نماز وغیرہ پڑھی، ابوبکر کو خبر تک نہ دی اور جب تک فاطمہ علیہا السلام زندہ تھیں علی علیہ السلام لوگوں کے درمیان وقعت و اہمیت رکھتے تھے، لیکن جب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی وفات ہوگئی تو لوگوں کے

اخلاق و کردار علی علیہ السلام کے بارے میں بدل گئے اور وہ حضرت علی ؑ کو نفرت کی نظروں سے دیکھنے لگے ،"چنانچہ علی ؑ نے ابو بکر سے مصالحت کرنا چاہی تاکہ بیعت کریں جبکہ حضرت فاطمہ زھرا ؑ کے ہوتے ہوئے چھ مھینے تک آپ نے بیعت کرنا قبول نہیں کیا تھا، لہٰذا کسی کو ابوبکر کے پاس بھیجا کہ وہ ہمارے پاس تنہا آئیں اور کسی کو ساتھیں نہ لائیں "۔[30]

عرض مولف

یہ دونوں حدیثیں صحیحین میں مفصل مذکو رھیں ہم نے یھاں پر صرف اپنے استشھاد کے لئے اختصار کے طور پر نقل کیا ہے،بھر حال عائشہ نے اپنے زعم ناقص میں ان دونوں حدیثوں کے ذریعہ معاملہ کو لیپنے پوتنے کا کام کیا ہے، لیکن موصوفہ کی گفتگو سے در حقیقت چند قابلِ توجہ نکات کا ایک ناقابلِ انکار حقیقت سے پردہ فاش کرتے ہیں ،چنانچہ اختصار کے طور پر ذیل میں ہم ان نکات کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کراتے ہیں :

۱۔ مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول ﷺ نے صرف میراث میں باغ فدک ہی نہیں چھوڑا تھا جیسا کہ مشہور ہے بلکہ فدک کے علاوہ دیگر اموال، آراضی اور قریہ و دےھات بھی چھوڑے تھیجو اطراف مدینہ میں واقع تھے، [31]اور حضرت عائشہ کی گفتگو سے اسی نکتہ کا استفادہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ زھرا (س) ابو بکر کے ساتھ متعدد چیزوں مانند باغ فدک ، خمس ،غنائمِ خیبر، صفایا اور صدقاتِ اطراف مدینہ میں اختلاف رکھتی تھیں ۔

ممکن ہے فدک کے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہو کہ اس کی مالیت سب سے زیادہ تھی جیسا کہ سنن ابی داوٗد(متوفی ۲۷۵ ھ) میں آیا ہے :خلافت عمر بن عبد العزیز (۹۹۔ ۱۰۱ھ)کے زمانہ میں فدک کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔ [32]

۲۔ ابوبکر نے میراث رسول ﷺ حضرت فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا کو نہ دینے کے لئے ایک جعلی دلیل کا سھارا لیا اور اس دلیل (حدیث) کورسول ﷺ کی طرف منسوب کر دیا !!

۳۔ فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا نے اس جعلی قانون کو رد کرتے ہوئے تمام لوگوں کے سامنے واضح کر دیا کہ ابوبکر کا یہ کھنا کہ رسول ﷺ نے یہ فرمایا ہے بالکل غلط اور بھتان ہے کیونکہ اگر میرے بابا کا یہ فرمان ہوتا تو مجھ سے وہ یہ بیان کر کیجاتے لہٰذا یہ ابوبکر کی من گڑھت حدیث ہے، اسے میں مردود جانتی ہوں،یھی وجہ تھی کہ حضرت فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا نے ابوبکر سے تا وفات بات نہ کی اوریھی نہیں بلکہ آپ جنازے میں شرکت کے لئے بھی منع فرما گئیں تھیں ،چنانچہ حضرت علی ؑ نے ابوبکر کو شہزادی کی وفات کی خبر تک نہ دی تھی اور آپ نے خلیفہ وقت کوبغیر اطلاع کئے رسول ﷺ کی اکلوتی بیٹی کو راتوں رات نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیا ۔

۴۔حضرت فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا اپنی چھ ماہ کی زندگی میں مولائے کائنات علیہ السلام کے لئے مخالفین کے مقابلہ میں سب سے بڑی قوت تھیں ،یھی وجہ تھی کہ جب تلک فاطمہ (س) زندہ رھیں آپ نے(بقول عائشہ) خلیفہ وقت کی بیعت نہ کی اور شہزادی کے ہو تے ہوئے کسی میں ہمت نہ تھی جو علی علیہ السلام سے اعلانیہ نفرت کرتا، لیکن جیسے ہی حضرت فاطمہ زھرا(س)کی وفات ہوئی تو حضرت علی سے لوگوں کے چھرے بدل گئے یھاں تک کہ خود حضرت علی علیہ السلام نے ابو بکر سے مصالحت کی خواہش فرمائی!!

" استنکرعلی وجوه الناس فالتمس مصالحة ابی بکر"!![33]

حدیث " نَحْنُ مَعَاشِرَالَ ۃ انْبِیَاءِ لَانَرِثُ وَلَانُوْرِثُ "کی حقیقت

قارئین ہماری بحث سے مربوط مذکورہ چار مطالب میں سے صرف پھلے دو مطلب ہیں :

۱۔ میراث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غصب کرنا۔

۲۔ جھوٹا قانون جعل کرکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کردینا۔

ان دو مطلب میں سے بھی ہم میراث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصب کرنے کے بارے میں بحث نہیں کریں گے،کیونکہ یہ بات توتمام مورخین کے نزدیک مسلم الثبوت اور مسلمانوں کے درمیان متفق علیہ ہیکہ یہ حق حضرت فاطمہ زھرا (س) کا تھا جس سے انھیں محروم کردیا گیا،چنانچہ اس وقت ہماری بحث صرف دوسرے مطلب (جھوٹا قانون) سے ہے، لہٰذا ذیل میں قدرے اس بارے میں تحقیق کرتے ہیں :

چونکہ خلیفہ اول اس حساس موقع پر اپنی بات کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے اورجو اموالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زھرا کے پاس تھے انھیں بیت المال کا جزء بنانا چاہتے تھے اور اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں پبلک کے سامنے ہزیمت نہیں اٹھانا چاہتے تھے لہٰذا آپ نے حدیث کی صورت میں ایک نیاقانون گڑھا اور اس کی نسبت رسول کی طرفدے دی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" ہم (گروہ انبیاء) جوترک کرتے ہیں وہ صدقہ ہوتاہے اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا !"[34]

لیکن مذکورہ فرسودہ روایت کی قرآن صراحت کے ساتھ تکذیب کرتا ہے، اس کے علاوہ ذیل میں اس کیجعلی ہو نے پرچند دیگر شواہدو قرائن پیش کرتے ہیں تاکہ اہل انصاف کے لئے تحقیق کا راستہ باز ہوجائے :

اگر اس حدیث کا وجود تھاتو کیوں نہیں ، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعزا ، اقرباء اور اصحاب میں بیان فرمایا یھاں تک کہ اپنی بیویوں ، داماد اوربیٹی کے سامنے بھی کبھی اس کا ذکرتک نہ کیا اور حضرت ابوبکر کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہ تھا ایسا کیوں؟!

کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرلازم نہ تھا کہ آیہ (وَانْذِ رْعَشِیْرَتَکَ اَل اٴقْرَبِیْنَ) اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! سب سے پھلے تم اپنے قرابت دارو ں کوڈراؤ اور ان کو احکام الٰھی سے آگاہ کروکے مطابق سب سے پھلے اس قانون کو اپنی بیٹی ، داماد اوردیگر خاندان کے افراد سے

بیان فرماتے ،تاکہ اصحاب اور اہل بیت رسول ﷺ کے درمیان ارث کے بارے میں اختلاف نہ ہوتا؟! کیارسول نہیں جانتے تھے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی میراث میں ایک شدید اختلاف ہو جائے گا ؟!

اور اگر رسول ﷺ نے بیان فرمادیا ہوتا تو پھر حضرت فاطمہ زھرا (س)جو کہ ھر خطا و نسیان سے پاک و پاکیزہ تھیں ،جن کی شان میں آیہ تطھیر نازل ہوئی ،کیوں میراث طلب فرمانے کے لئے بنی ھاشم کی عورتوں کے ساتھ اس حالت میں جاتیں کہ غصہ سے چھرہ زرد ہورھا تھا اور چادر زمین پر خط دے رھی تھی اور آپ کی رفتار ہو بھو رسول کی مانند رفتار تھی؟چنانچہ آپ اس حالت میں مسجد نبوی میں ابو بکر کے پاس پہنچیں کہ جب ابو بکر مھاجرین ، انصار او رصحابہ کے درمیان بیٹھے محو گفتگو تھے، آپ کے پردہ کیلئے مسجد میں ایک چادرتان دی گئی ، اس پردہ کے پیچھے سے شہزادی کی دردناک آوازآہ وبکا بلند ہوئی ، جس کی وجہ سے اہل مسجد پر ایک سکوت سا طاری ہوگیا اور ایک آہ ونالہ کی فریاد بلند ہوئی، حضرت فاطمہ زھرا (س) نے تھوڑا صبر کیا، یھاں تک آوازیں خاموش ہوئیں اور گریہ رک گیا، پھر آپ نے خطبہ شروع کیا، جس میں سب سے پھلے حمد وثنائے الٰہی بیان فرمائی اور زحمات ِپیغمبر اور مسئلہ خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محکم دلیلوں کے ساتھ مسئلہ توارث کو بیان فرمایا ، جس کا یہ جملہ آج بھی تمام تواریخ نے قلم بند کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"یابن ابی قحا فۃأفی کتاب اللہ ان ترث اباک ولاارث من ابی"؟!

اے قحافہ کے بیٹے !کیا یھی کتاب خدا میں ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث بنے، لیکن میں اپنے بابا کی وارث نہ بنوں ؟!

اس کے بعد آپ نے رسول ﷺ کی قبر کی طرف رخ کیا اور ان اشعار کو پڑھا:

اے بابا!جان آپ کے بعد مصیبتوںاور بلاؤں کے پھاڑ ٹوٹ گئے۔

اے بابا!اگر آپ زندہ ہوتے تواس قدر مصائب نہ ڈھائیجاتے ۔

اے بابا!کچھ لوگوں نے اپنے سینوں میں جوکینے چھپارکھے تھے، ان کو ظاہر کردیا، جب آپ چلے گئے اور ہمارے اور آپ کے درمیان مٹی کے ڈھیر حائل ہوگئے۔

اے بابا!آپ کیجانے کے بعد کچھ لوگ ایسے ہو گئیجو ھم کو بھرے دربار میں ذلیل کرتے ہیں اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں ، اے بابا!لیجئے اب ہمارے مال کو صریحا غصب کیا جا رھاہے؟!

"لمااجمع ابو بکر علی منع فاطمۃ فدک،بلغھا ذالک،لاثت خمارھا، واشتملت بجلبابھا،واقبلت فی لمۃ من حفدتھا،ونساء قومھا،تطأ ذیولھاما تخرم مشیتھا مشیۃ رسول اللہ ﷺ ،حتی دخلت علی ابی بکر،وھو فی حشد من المھاجرین والانصاروغیرھم،فنیطت دونھا ملاۃ،فحنت ثم انت انۃ،اجھش القوم لھابالبکاء، فارتج المجلس ثم امھلت ھنیۃً،حتی اذا اسکن نشیج القوم،وھدئت فورتھم، افتتحت الکلام ... الی ان قالت:

١ قد كان بعدک انباء وهنبثه

لوكُنْتَ شاهِدَ ها لَم تكثر الخطبُ

٢ اَبد ت لنارجالٌ نجوى صدورِهم

لَمَّاقضيتَ وحا لَتْ دونک الكثبُ

٣ تَجْهمتنارجالٌ واستخف بنا

اذغِبْتَ عنا فنحن اليوم مغتصبُ(35)

اگر رسول ﷺ نے حدیث بیان فرمائی ہوتی تو ھر گز فاطمہ زھرا.کہ جس کی شان میں رسول ﷺ نے بارھا فرمایا تھا: "جس نے فاطمہ علیہا السلام کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی" (36)ابو بکر سے تاوفات ناراض نہ ہوتیں، جبکہ آپ خلیفہ سے اس قدر ناراض تھیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے وصیت بھی کردی تھی کہ ابو بکر ان کے کفن و دفن میں شریک نہ ہوں اور اگر یہ حدیث صحیح ہوتی توحضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام و حسنین علیہم السلام ،جن کی شان میں آیہ مباہلہ و آیت تطھیر نازل ہوئیں ھرگز حضرت فاطمہ زھرا (س)کے دعویٰ کی موافقت نہ کرتے۔

اور اگر یہ حدیث سچی ہوتی تو اہل بیت علیہم السلام کیسے اس بات سے راضی ہوئے کہ جو صدقہ اور فقراء کا مال ہے اس کو خود ضبط کرلیں ؟!! جبکہ خود صحیحین میں وارد ہوا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام پر صدقہ حرام ہے۔

پس مذکورہ باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرات (حضرت فاطمہ زھرا ، حضرت علی ، حسنین علیہم السلام)ابو بکر کو اس حدیث کے بارے میں جھوٹا سمجھتے تھے۔(37)

کیا صحابہ کرام "حدیث لانورث" سے مطلع تھے ؟!

جیسا کہ ہم نے ضمناً اشارہ کیا کہ حدیث میراث (ہم گروہ انبیاء نہ کسی کو وارث بناتے ہیں اور نہ کسی کے وارث بنتے ہیں)ابو بکر کے علاوہ کوئی بھی صحابی رسول ﷺ نہ جانتا تھا ،چنانچہ اس بات پر تمام علماء ، محققین اور مورخین اہل سنت کا اتفاق ہے ، ہم بطورنمونہ چند شواہد ذیل میں نقل کرتے ہیں :

١۔ ابن ابی الحدید معتزلی اپنی شرح نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں :

اس حدیث کو صرف ابوبکر نے رسول ﷺ سے نقل کیا ہے اور اس پر تمام بزرگ محدثین اتفاق رائے رکھتے ہیں، یہا ں تک علم اصول فقہ میں اس واقعہ سے استنباط کرتے ہیں کہ انسان صرف ایک صحابی کے قول کو دلیل بنا کر دینی موضوعات میں حکم صادر کر سکتا ہے، ایک جگہ تحریر کرتے ہیں: یہ بات سید مرتضیٰ(رہ)کی صحیح ہے کہ اس حدیث کو تنہا ابوبکر نے رسول ﷺ سے نقل کیا ہے ۔[38]

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں تحریر کرتے ہیں:

رحلت رسول اکرم ﷺ کے بعد اصحاب کے درمیان آپ کی میراث کے سلسلے میں اختلاف ہوگیا تھا اور اس بارے میں کسی کو کوئی اطلاع نہ تھی، تنہا ابوبکر تھیجنھوں نے فرمایا: میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "اِنَّامَعْشِرَ اْلاَن ُبْ ِیَاء لانورْ ِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَة ً" "ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے، بلکہ جو کچھ ترک کرتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے ۔[39]

۳۔ علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

جب میراث پیغمبر ﷺ میں اختلاف ہوگیا اور اس بارے میں کسی کے پاس کوئی اطلاع نہ ملی، تب ابوبکر نے کہا: میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے: "اِنَّا مَعْشِرَ اَلانْبِیَاءِ لَانُوْرِثُ مَاتَرَکْنَا صَدْقَةً"[40]

کیا ازواج رسول ﷺ حدیث "لانورث" سے واقف تھیں؟

جس طرح اصحاب رسول ﷺ مذکورہ حدیث سے مطلع نہ تھے، اسی طرح ازواج رسول ﷺ کو بھی اس حدیث کی مطلقاً خبر نہ تھی، لہٰذا اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو کم سے کم رسول ﷺ دوسرے لوگوں سے پہلے اپنی ازواج کو تو ضرور بتلا کر جاتے؟(یہاں تک کہ آپ نے اپنی چھیتی بیوی حضرت عائشہ سے بھی اس بات کو نہ بتلایا !!) کیونکہ آپ کی ازواج بھی میراث میں حصہ دار تھیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں عائشہ سے منقول ہے:

خود ازواج پیمبر ﷺ نے بھی وفات رسول ﷺ کے بعد میراث میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ عثمان کے ذریعہ ابوبکر تک پہنچایا، پس اس مطالبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی عملاً ابوبکر کو مذکورہ حدیث نقل کرنے میں منفرد اور کاذب سمجھتی تھیں، ان کا بھی یھی عقیدہ تھا کہ میراث کا یہ نیا قانون خود ابو بکر کا گڑھا ہوا ہے اور رسول خدا ﷺ نے ایسی کوئی حدیث بیان نہیں فرمائی ہے نہ اسلام میں ایسا کوئی قانون پایا جاتا ہے(اور بالخصوص حضرت عائشہ کا مطالبہ میراث کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ بھی اپنے بابا کو اس معاملہ میں جھوٹا جانتی تھیں) چنانچہ امام بخاری نے اس بارے میں ایک مفصل حدیث نقل کی ہے ملاحظہ ہو:

"...عن عروة ابن الزبیر:سمعت عایشة زوج النبی: تقول؛ ارسل ازواج النَّبِی صلّی الله علیه وآله وسلم، عثمان الیٰ ابی بکریسئلنه ثمنهن ممّاافاء الله علیٰ رسوله، فکنت اناارُدُهن فقلت لهن: الا تتقین الله الم تَعْلَمْنَ ان النبی ﷺ کان یقول:"لانورث ماترکنا صدقة"؟یریدبذالک نفسه انمایاکل آلُ مُحَمَّد ؑ فی هذاالمال؟!..." [41]

عروہ بن زبیر نے عائشہ سے نقل کیا ہے:

ازواج رسول ﷺ نے عثمان کو ابوبکر کے پاس بھیجا کہ ان کے حصہ (۸۱)کی میراث ان کو دی جائے،جو اللہ نے رسول ﷺ کو عطا کی تھی عائشہ کہتی ہیں: میں نے ان کو جواب دیا کہ کیا تم کو خوف خدا نہیں، کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:"لَانُوْرِثُ مَاتَرَکْنَا صَدَقَةً"ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، بلکہ جو ترک کرتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے، لہٰذا رسول ﷺ کے اہل بیت ؑ اس مال سے دیگر مسلمین کی طرح بقدر حاجت اخذ کرسکتے ہیں؟!

عرض مولف

جیساکہ ہم نے پہلے اشارہ کیاکہ اس حدیث کو سوائے ابوبکر کے کسی نے نقل نہیں کیا ہے، چنانچہ متذکرہ روایت میں بھی عائشہ نے دیگر ازواج رسول ﷺ کے سامنے اپنے باباجان کے قول کو ہی دھرایا ہے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی۔ اور یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ دوران خلفائے ثلاثہ تمام ازواج کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا اور یہ وظیفہ اس میراث کی خانہ پری کرتا تھا،جس کو ابوبکر نے حدیث کے سہارے سے دبا لیا تھا اور حضرت عائشہ کو بنسبت دیگر ازواج رسول ﷺ کے ہمیشہ زیادہ ملتارہاہے، بہر حال حقیقت وہی ہےجیسے ابن ابی الحدید کے ہم عصر جناب علی ابن الفارقی استاد مدرسہ غربیہ بغداد نے ابن ابی الحدید سے کہا تھا کہ جب ابن ابی الحدید نے آپ سے پوچھا:

آیا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا دعویٰ فدک کے بارے میں صحیح تھا؟

ابن الفارقی نے کہا:جی ہاں !بالکل حق بجانب تھا، اس وقت ابن ابی الحدید نے کہا: پھر استاد ابوبکر نے فدک واپس دینے سے گریز کیوں کیاجبکہ خود ابو بکر اس بات کو درست سمجھتے تھے؟ابن الفارقی جوکہ ایک باوقار اور ہنسی مذاق سے دور رہنے والے شخص تھے مسکرائے اور اس لطیف جملہ کو بیان کیا: اگر اس روز ابوبکر اس کو مان جاتے اور صرف حضرت فاطمہ(س) کے دعویٰ کرنے پر باغ فدک واپس کردیتے تو آگے چل کر اگر حضرت فاطمہ زہرا (س) اپنے شوہر نامدار کے لئے خلافت کے سلسلے میں دعویٰ کرتیں تب ابوبکر کو ماننا پڑتا اور ابوبکر کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ جب آپ حضرت فاطمہ زہرا (س) کو مسئلہ فدک میں سچا اور صادق تسلیم کرچکے ہوتے تو پھر مطالبہ خلافت پر کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہ ہوتی۔ پھر ابن ابی الحدید کہتے ہیں: اگرچہ استاد نے

مجھ سے یہ بات مزاح و شوخی کے طورپر کھی تھی مگر حقیقت میں یہ مطلب صحیح تھا!! یعنی حضرت فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا اپنے قول میں بالکل صادق تھیں:

"ھٰذا الکلام صحیح و ان کان اخرجه مخرج الدعابة والھزل"[42]

۳۔ صلح حدیبیہ اور حضرت عمر کی کٹ حجتی!!

ابو وائل کھتے ہیں کہمیں جنگ صفین میں تھا، جب لشکر علی ؑ و معاویہ میں جنگ بندی پراتفاق ہو نے کے بعداس کا اعلان کر دیا گیاتو حضرت علی علیہ السلام کے لشکر سے تعلق رکھنے والے بعض افراد نے مخالفت کردی، اس وقت سھیل بن حنیف، لشکر کے درمیان کھڑے ہو کریوں کہنے لگے:

یاایھاالناس اتّھموا انفسکم فانا کنّا مع رسول ﷺ اللہ یوم الحدیبیة،ولونری قتالا لَقتلنا،فجاء عمربن الخطاب،فقال یارسول ﷺ اللہ !ألسنا علی الحق وھم علی الباطل؟فقال:بلی فقال:ألیس قتلا نا فی الجنة وقتلا ھم فی النار؟قال: بلی،قال:فعلیٰ مانعطی الد نّیه فی دیننا أَ نرجع ولما یحکم اللہ بینناوبینھم؟فقال:یا بن الخطاب! انی رسول ﷺ اللہ ولن یُضَیِّعَنِی اللہ ابدا،فرجع متغیظا فلم یصبرحتی جا ء ابوبکر، فقال: یا ابابکر! ألسنا علی الحق وھم علی الباطل؟ قال:یا بن الخطاب اِنه رسول ﷺ اللہ ولن یضیّعه اللہ ابدا، فنزلت سورة الفتح:<اِنَّا فَتَحْنَالَکَ فَتْحا مُّبِیْناً...

اے لوگو! امیر المومنین ؑ کے سامنے اپنا نظریہ بیان نہ کرو اور خود خواہی سے دور رھو، کیونکہ میں صلح حدیبیہ میں رسول ﷺ کے ساتھ تھا اور ہم تیار تھے کہ اگر جنگ ہوگی توجنگ کریں گے (لیکن جب صلح پر معاہدہ طے پایا) توعمرابن خطاب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور معاہدہ صلح پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور کہنے لگے: یا رسول ﷺ اللہ! کیا ہم حق پر اور مشرکین باطل پر نہیں ہیں؟! رسول ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، ھم حق پرہیں اور مشرکین باطل پرہیں، اس پر عمر نے کھا: کیا ہم میں سےجو قتل ہوں گے وہ جنت اور مشرکین کے مقتولین جہنم میں نہیں جائیں گے؟ رسول ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، عمر نے کھا: پھر کیوں ہم اپنے موقف میں ذلت اختیار کریں اور بغیر جنگ و فتحیابی کے اپنے وطن واپس چلیجائیں؟! رسول نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں، میں جو بھی اقدام کروں گا، خدا اس کو بے نتیجہ اور ضائع نہیں کریگا، عمر پھر بھی رسول ﷺ کے کلام سے مطمئن نہ ہوئے اور حالت غیظ میں واپس آگئے، یھاں تک کہ جب ابوبکر آئے تو ان سے کھا: اے ابوبکر! کیا ہم حق پر اور مشرکین باطل پر نہیں ہیں؟ ابوبکر نے کھا: اے عمر! وہ خدا کے رسول ﷺ ہیں، خدا ان کے اقدام کو ھرگز ضائع نہیں کرتا، چنانچہ اسی وقت خدا نے سورہ فتح نازل کرکے مسلمانوں کو فتحیابی کا مژدہ سنایا۔[43]

مذکورہ حدیث صحیحین میں کئی سند کے ساتھ وارد ہوئی ہے، ان میں سے ایک حدیث میں یہ جملہ بھی ملتاہے کہ جب سورہ فتح نازل ہواتو رسول ﷺ نے وہ سورہ عمر کے پاس بھجوایا، عمرنے کھا: کیا یہ مژدہ فتح ہے؟رسول ﷺ نے فرمایا: ھاں عمر فتح کی خوشخبری ہے، تب عمر خاموش ہو کر چلے گئے۔[44]

عرض مولف

قارئین کرام ! آپ حضرات مذکورہ حدیث اورآئندہ آنے والے واقعہ قرطاس سے رسول ﷺ کے سامنے خلیفہ دوم کی جسارت اورجرات کااچھی طرح اندازہ لگ اسکتے ہیں اور ان واقعات سے اس بات کا بھی علم ہو جاتا ہے کہ آپ کا رسول اسلام ؑ کے قول و فعل پر کس قدر ایمان ، اعتقادا وراعتماد تھا ؟ اسی طرح صاحبِ (<وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ. اِنْ هُوْاِلَّاوَحْيٌ يُوْحىٰ>) کے فرمان کے سامنے خلیفہ صاحب کا رد عمل بھی ہمارے لے واضحا ور روشن ہو جاتا ہے ۔

اے ایماندارو ! بولنے میں تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور زور سے بولا کرتے ہو ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو ، ایسا نہ ہو کہ تمھارا کیا کرای اسب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو .بے شک جو لوگ رسول خدا ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کرلیا کرتے ہیں یھی لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرھیزگاری کیلئیجانچ لیا ہے ان کیلئے آخرت میں بخشش اور بڑا اجر ہے ۔[45]

۴۔ واقعہ قرطاس اور حضرت عمرکارویہ!!

١ . . . "عبیدالله بن عبد الله بن عتبةعن ابن عباس؛ قال:لماحُضِررسول ﷺ الله وفی البیت رجال فیهم عمر بن الخطاب،فقال النبی ﷺ :هَلُمَّ اکتب لکم کتابالاتضلون بعده ،فقال عمر:ان رسول الله ﷺ قد غلب علیه الوجع،و عندکم القرآن حسبنا کتاب الله ،فاختلف اهل البیت،فاختصموا،فمنهم من یقول قرّبوا یکتب لکم رسول الله ﷺ لن تضلّوابعده،ومنهم یقول ماقال عمر،فلما اکثرواللغووالاختلاف عند رسول ﷺ الله ،قال رسول ﷺ الله :قومواقال عبید الله :فکان ابن عباس یقول:ان الرزیة کل الرزیة ماحال بینَ رسول ﷺ الله وبین ان یکتب لهم ذالک الکتاب من اختلافهم ولغطهم "[46]

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ ، ابن عباس سے نقل کرتے ہیں :

جب رحلت پیمبر ﷺ نزدیک ہوئی اس وقت آپ کے اصحاب کا ایک گروہ آپ کے خانہ اقدس میں موجود تھا ،جن میں حضرت عمر بھی تھے ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے (قلم و دوات) دیدوتاکہ تمھارے لئے ایک نوشتہ لکھتاجاوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو ،عمر نے کھا:ان کے اوپر وجع(شدید بخار) کا غلبہ ہے (اس لئے یہ اَوَل فول بک رہے ہیں) ھمارے درمیان کتاب خدا ہے، جو ہمارے لئے کافی ہے ، پس تمام حاضرین کے درمیان اختلاف ہو گیا اور ایک دوسرے کی آوازیں آنحضرت ﷺ کے سامنے بلند ہونے لگیں ، بعض لوگ کہنے لگے : رسول اللہ ﷺ کو کاغذو قلم دیدیا جائے تاکہ وہ کچھ لکھ دیں جو ہم کو گمراہ ہو نے سے بچالے

اور بعض لوگ عمر کی پیروی میں انکار کررہے تھے، جب بھت زیادہ ھلڑ ھنگامہ رسول ﷺ کے سامنے بلند ھو گیا ،تو رسول ﷺ نے فرمایا:یھاں سے چلیجاو! عبید اللہ کھتے ہیں : ابن عباس کھا کرتے تھے: سب سے بڑی مصیبت اسلام میں یھی تھی کہ اس قدر رسول ﷺ کے سامنے اختلاف اور ھنگامہ برپاھوا کہ رسول ﷺ وصیت نامہ نہ لکھ سکے!!

۲ ...''عن سعید بن جبیر عن ا بن عباس؛انه قال:یوم الخمیس ومایوم الخمیس؟ثم بکیٰ حتیٰ خَضَبَ دمعهُ الحصباءَ،فقال اشتد برسول ﷺ الله وجعُه یوم الخمیس،فقال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابالن تضلوابعده ابدا،فتنازعواولا ینبغی عند نبی ﷺ تنازُعٌ ،فقالوا:هجررسول ﷺ الله!وقال ﷺ :دعونی فاالذی انافیه خیر مماتدعوننی الیه،واوصٰی عند موته بثلاث:اخرجواالمشرکین من جزیرة العرب، واجیزواالوفَد بنحوماکنتُ اجیزُهم،ونسیت الثالثة!!! [47]

سعید بن جبیر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے:

آپ فرماتے تھے: جمعرات کا دن کس قدر عظیم مصیبت کا دن تھا ، اس کے بعد آپ گریہ کرنے لگے اور اس قدر گریہ کیا کہ آپ کے آنسووں سے پوری ڈاڑھی تر ہو گئی اور کہنے لگے : روز جمعرات جب رسول ﷺ کا مرض شدت اختیار کرگیاتوآنحضرت ﷺ نے حکم صادر فرمایا : مجھے قلم ودوات دیدو تاکہ تمھارے لئے نوشتہ لکھدوں اور تم گمراہی سے میرے بعد محفوظ رہو۔ لیکن اس حکم پیغمبر ﷺ پر لوگ آپس میں جھگڑا کرنے لگے، حا لانکہ نبی ﷺ کے سامنےجھگڑا انھیں کرنا چاہیئے تھا،چنانچہ بعض افراد (جیسے عمر)کہنے لگے: رسول ﷺ ہذیان بک رہے ہیں ، (ان کی بات مت مانو)اس وقت آنحضرت ﷺ نے (ناراضگی کی حالت میں) ارشاد فرمایا : تم لوگ میرے گھر سے نکل جاؤ، کیونکہ میرے لئے مرض کی تکلیف تمھاری نافرمانی اور حکم عدولی کی تکلیف سے بھتر ہے۔

ابن عباس کھتے ہیں : رسول ﷺ نے اپنی وفات کے وقت تین باتوں کی وصیت کی تھی :

۱۔ حکم دیا کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دو۔

۲۔ جو لوگ شھرمدینہ آئیں ان کو انعام وعطای اسے نوازا جائے، جس طرح میں اپنی زندگی میں ان کو نوازتا تھا۔

۳۔ تیسری چیز میں (راوی) فراموش کر گیا!!

عرض مولف

یہ حدیث صحیح مسلم میں ابن عباس سے دو طریق (سند) سے نقل کی گئی ہے : پھلا طریق؛ سعید بن جبیر تک پہنچتا ہے اوردوسرا طریق ؛عبیداللہ بن عتبہ تک پہنچتا ہے۔ [48]

صحیح بخاری میں سات (۷) مواردپر مختلف اسناد کے ساتھ اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے ۔

چونکہ یہ حدیث متن و الفاظ کے اعتبار سے صحیح بخاری میں ھر جگہ کچھ نہ کچھ مختلف نقل کی گئی ہے، لہٰذا ان میں قابلِ توجہ نکات اوراختلاف کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

پھلانکتہ:۔ صحیح بخاری کے سات مواردمیں سے تین ایسے موردہیں جھاں پر صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ حضرت عمر نے رسول ﷺ اسلام کے حکم کی مخالفت کی اورآپ کو وصیت لکھنے سے روک دیا اور ان میں یوں آیا ہے کہ عمر نے کھا: ''فقال عمر:ان رسول الله قد غلب علیه الوجع...''[49] رسول ﷺ پر بخار کا غلبہ ہے، اس لئے آپ الٹی سیدھی باتیں بک رہے ہیں!!

اورچار جگہ پرراوی نے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے کے نام کو ذکر نہ کرکے لفظ ''بعض" اور''قالوا" وغیرہ کہہ کر نام چھپانے کی کوشش کی ہے،ان میں سے ایک جگہ'' بعض" اور'' قد غلب علیہ الوجع" کے ساتھ یوں استعمال ہوا ہے:''فقال بعضھم: ان رسول ﷺ الله ، قد غلب علیه الوجع ((پس بعض لوگوں نے کھاکہ رسول ﷺ پر بخار کا غلبہ ہے))[50]اور تین ''قد غلب" کی جگہ ہجر اور بعض کی جگہ''فقالوا" کے ساتھ اس طرح آیا ہے:''فقالوا:ھجر رسول الله "((پس لوگوں نے کھا: رسول ﷺ ہذیان بک رہے ہیں))۔[51]

بھر کیف مذکورہ احادیث کے مضمون اوران میں موجود تمام قرائن کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ جس نے رسول ﷺ کو وصیت لکھنے سے باز رکھا ، جس نے اس معاملہ میں سب سے پھلے شبہ کا القاء کیا، وہ حضرت عمرھی تھے، لہٰذاان حدیثوں میں مذکورہ اختلافِ الفاظ:''فقال بعضھم "اور''فقالوا

ہجر رسول اللہ "حقیقت کو نہیں چھپ اسکتا ،کیونکہ اگرچہ کچھ روایتوں میں لفظِ''بعض"آیا ہے لیکن بعض روایتوں میں صراحت کے ساتھ خلیفہ صاحب کے نام کا ذکر ہیجو لفظ ''بعض" کے پیچھے چھپے ہوئے شخص کی نشان دھی کرتا ہے اور جو لوگ حا ضرین میں رسول ﷺ کی وصیت قبول او ردکرنے کے بارے میں مخالفت کررہے تھے، وہ حضرت عمرہی کی وجہ سے وجودمیں آئی، کیونکہ ان کے قول کے بعد کچھ لوگوں نے آپ(عمر)کی موافقت کی اور کچھ لوگوں نے مخالفت کی ،پس جس جگہ لفظِ''بعض"کا استعمال ہوا ہے، وہ بھی حضرت عمر کے اشارہ او رایماء سے ہی وجود میں آیا:

''فقال عمر:ان رسول ﷺ الله قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب الله ،فاختلف اهل البیت، فاختصموا،فمنهم من یقول قربو ا یکتب لکم رسول الله کتاباً لن تضلوا بعده ،ومنهم من یقول ما قال عمر ''

ابن ابی الحدیدنے ابن عباس اورعمر میں ایک مرتبہ ملاقات کے درمیان جو گفتگوہوئی اس کو بالتفصیل نقل کیا ہے، جس میں حضرت عمرنے صریحا اس بات کو قبول کیا ہے کہ میں ہی نے آنحضرت ﷺ کو وصیت لکھنے سے باز رکھا:

''و لقد اراد ان یصرح باسمہ، فمنعت من ذالک "

رسول ﷺ حالت مرض میں چاہتے تھے کہ خلافت کے بارے میں علی ؑ کے نام کی تصریح کردیں، لیکن میں نے ان کو اس بات سے باز رکھا۔"

ابن ابی الحدید اس کے بعد لکھتے ہیں:

"ذکر ھٰذاالخبر احمد بن ابی طاھرصاحب کتاب تاریخ بغداد فی کتابه مسندا۔"[52]

اس واقعہ کو احمد بن ابی طاہر تاریخ بغداد کے مولف نے اپنی کتاب میں باقاعدہ تمام اسناد کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

دوسرانکتہ:۔ دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ جب رسول اسلام ﷺ نے وصیت لکھنے کے لئے قلم دوات طلب فرمایا تو جواب میں آنحضرت ﷺ کے لئے "ھجر رسول اللہ" اور "قد غلب علیہ الوجع" جیسے کلمات استعمال کئے گئے!جو مفہوم اور معنی کے لحاظ سے ایک ہیں، یعنی جس طرح "ھجر رسول اللہ" سے توھین رسالت ہوتی ہے، اسی طرح "قد غلب علیہ الوجع" سے توھین رسالت ظاہر ہوتی ہے اور "ہجر رسول اللہ" کہہ کرہذیان اور بیہودہ گوئی کی نسبت خاتم الانبیاء ﷺ کی شان میں دینا تو نھایت ہی بدتمیزی اور گستاخی ہے!! یھی وجہ ہے کہ جب رُواۃِ احادیث اور مورخین ِ اہل سنت و الجماعت نے اس چیز کو دیکھا کہ اس روایت میں ہجر وہذیان کی نسبت رسول ﷺ کی طرف خلیفہ صاحب کی جانب سے صراحت کے ساتھ دی گئی ہیجو قابل ِتنقید واعتراض ہے اور اس طرح کی نسبت رسول ﷺ کی طرف دینا صریحا قرآن کے مخالف ہے :مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰى(نہ تمھارادوست گمراہ ہوا اور نہ بھکا) لہٰذا اپنی پرانی خصلت کے مطابق روایت کے الفاظ میں اس طرح ردو بدل کردی کہ جھاں ہجر (ہذیان) کا لفظ تھا وھاں لفظ ِعمر کو چاٹ گئے اور ہذیان کی نسبت حاضرین ِمجلس(فقالوا ہجر رسول اللہ) کی طرف دے دی!!

اورجھاں خلیفہ صاحب کا نام صراحتاً یا کنایۃً جیسے لفظ بعض کی آڑ میں مذکور تھا وھاں جملہ "قد غلب علیہ الوجع"(ان کے اوپر بخار کا غلبہ ہے) جوکنایہ کی صورت میں ہے اضافہ کردیا ،تاکہ اپنے محبوب کو تنقید سے کچھ حدتک بچایا جا سکے!! لیکن اگر غور کیا جائے تو جیسا کہ پھلے ہم نے اشارہ کیا کہ حاضرین کے درمیان اختلاف کرنے کا شوشہ حضرت عمر ہی کی جانب سے چھوڑا گیا تھا یعنی حضرت عمر سے پھلے رسول ﷺ کی بات قبول کرنے میں کوئی بھی آنا کانا نہیں کر رہا تھا، یہ تو صرف آپ کی ہی دین تھی جس کی وجہ سے لوگوں میں حکم ِرسول کی بابت چہ می گوئیاں ہونے لگیں، لہٰذا حاضرین کی جانب سے اگر رسول ﷺ کی طرف ہذیان کی نسبت دی گئی تھی تووہ حضرت عمر ہی کے الفاظ دھرا رہے تھے اوراس سلیقہ سے پےش آنے کا طریقہ حضرت عمر نے ہی بتلایا تھا!![53]

تیسرانکتہ:۔تیسرانکتہ جو اس حدیث کے ذیل سے مربوط ہیجیسے اہل سنت کے بعض محدثین و مولفین نے نقل کیاہے اور بعض نے نھیں، یہ ہے کہ جب رسول ﷺ تحریری وصیت نامہ نہ لکھ سکے تواس وقت آپ نے تین چیزوں کی وصیت کی، لیکن ان تینوں وصیتوں میں سے(بعض ناقلین ِحدیث نے) صرف دو کو تو قلمبند کیا ہے مگر تیسری چیز کے بارے میں کھا گیا کہ راوی فراموش کرگیا!!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تیسری کون سی شے تھی جسے راوی فراموش کرگیا ؟!آخر تیسری وصیت کے یاد رکھنے کے موقع پر ہی کیوں راوی کے ذھن پر مکڑی نے فراموشی کا جالا تنا ؟! یقینا کوئی ایسی شیتھی جس کے فراموش کرنے میں راوی کو مصلحت نظر آئی اور بقیہ یا د رہ گئیں ؟!

بھر حال اتنی بات تو مسلم ہے کہ تیسری کوئی ایسی خاص شے تھی جس کے اہتمام کے لئے رسول ﷺ نے حساس موقع پر لکھنے کی ضرورت محسوس کی اور زبانی بتانے پر اکتفاء نہ کی اور ارشاد فرمایا : قلم و دوات دے دو تاکہ میں لکھدوںٹاور تم گمراہی سے محفوظ رہو۔

پس اتنا تو ماننا ہی پڑے گاکہ جس تیسری شےکی رسول وصیت کر رہے تھے وہ گمراہی سے بچانے والی تھی ، لہٰذا اب ہمیں جستجو اس بات کی کرنا ہے کہ آخر وہ شےجو گمراہی سے امتِ محمد ﷺ کو بچانے والی ہے وہ کیا ہے ؟کیا دیگر مورخین ومحدثین نے کوئی ایسی شے بتلائی ہیجو رسول ﷺ کی امت کو گمراہی سے بچالے ؟تواس کے لئے اکثر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے اور اس کو مسلم نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیاہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا ابداً کتاب اللہ و عترتی ..."

اے لوگو! میں تمھارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ یجارھا ہو ں ایک کتاب خدا ہے اور ایک میری عترت جو میرے اہل بیت علیہ السلام ہیں ، اگر تم نے ان سے تمسک کیا توگمراہی سے محفوظ رھو گے اور یہ دونوں چیزیں کبھی ایک دوسرے سیجدا نہیں ہوں گی یھاں تک کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ ہمارے پاس حوض کوثرپر واردھوں گی ۔

چنانچہ اسی بات کیلئے رسول ﷺ باربار قلم مانگ رہے تھے:

"فقال ائیتونی بکتاب اکتب لکم کتابالن تضلوا بعدہ ابدا"

اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ جو چیز نجاتِ مسلمین کا باعث ہووھی راوی بھول جائے(اورجو قابل اہمیت نہ ہو ں وہ یاد رہ جائے) تعجب خیز نھیں تو کیاہے ؟!!

پس ثابت ہوا کہ رسول ﷺ بوقت وفات ایک بھت ہی اہم امرکی وصیت کرنا چاہتے تھے کہ جس کی وجہ سے بعض صحا بہ کی طرف سے ایسا رد عمل ہوا کہ آنحضرت ﷺ جیسی بلند شخصیت کے مقابلہ میں بھی مخالفت کرنے کھڑے ہو گئے!![54]اوریھی نہیں کہ رسول اسلام ﷺ کے حکم کی ان لوگوں نے نافرمانی کی، بلکہ یہ لوگ باقاعدہ آپ کی اہانت کرنے پر تل گئے !اور کہنے لگے:

رسول ﷺ کا دماغ خراب ہو گیا ہے ! معاذاللہ یہ دیوانے ہو گئے ہیں!ان کی باتیں کوئی نہ سنے !یہ پاگل پن اورہذیان کی باتیں کرتے ہیں !!!

بهرحال ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول ﷺ بوقت آخر ایک ایسی اہم شے لکھنا چاہتے تھےجو بعض لوگوں کو ہضم نہ ہو سکی اور مخالفت کربیٹھے! اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ سلسلہ رواۃ میں سے ابن عباس اور سعید بن جبیر نے تیسری وصیت کو نقل کیا تھا لیکن جب یہ سلسلہ تیسرے راوی جناب سلیمان تک پہنچا تو وہ تیسری شے بھول گئے:(ونسیت الثالثھاور میں تیسری وصیت فراموش کر گیا!) کیونکہ بخاری تصریح کرتے ہیں :

''سفیان بن عینیہ اس حدیث کے سلسلہ رواۃ میں سے چوتھے فرد تھے :یہ قول (نسیت الثالثہ'' میں تیسری وصیت بھول گیا) سعید بن جبیریا ابن عباس کا نہیں بلکہ سلیمان کا ہے ''قال سفیان بن عینیہ: ھذا من قول سلیمان''سفیان کہتے ہیں :'' مجھ سے سلیمان نے کھا: میں تیسری وصیت فراموش کر گیا''۔(55)

پس نتیجہ یھی نکلتا ہے کہ جس چیز کو فراموشی کا نام دیا گیا وہ صرف اہل بیت علیہم السلام کی حاکمیت اور بالاخص علی علیہ السلام کی خلافت کا مسئلہ تھا جس کو دیگر مقامات پر مثلاً ابن عباس اور عمر کے درمیان کی گفتگو میں وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ۔

عرض مولف

مردہ باد ایسی سیاست جس نے رسول ﷺ کو واضحاور روشن حقائق کے بیان سے باز رکھا ،زائل ہو جائیں وہ ذھن جو عالی اور لازمی مطالب کو سیاست میں فراموش کر جائیں !! لعنت ہو ایسی سیاست پر جس کی وجہ سے حقائق میں تحریف کردی جائے!!!

ایک اعتراض

بعض علمائے اہل سنت اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اس قدر رسول ﷺ کی وصیت اہمیت رکھتی تھی تو پھر رسول ﷺ بعض لوگوں کی مخالفت کی بنا پر لکھنے سے باز کیوں رہے ؟کیوں نہیں آپ نے اپنی وصیت کو تحریر کیا جو امت کے نفع کے لئے تھی ؟

مذکورہ اعتراض کاجواب

اس سوال کیجواب میں ہم علامہ سید شرف الدین مرحوم کے قول کو نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں جو معترضین کا منھ توڑ جواب ہے :

''وھی نظریہ جو (ہذیان یا غلب علیہ الوجع) حاضرین مجلس کی طرف سے پیش کیا گیا، اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول ﷺ وصیت لکھنے سے باز رہے ،کیونکہ جب رسول اسلام ﷺ کے سامنے ہی اس قدر اختلاف وتندمزاجی بڑھ گئی اور ایک

ھنگامہ اٹھ کھڑا ہوا تھا؟ تو اب اگر رسول ﷺ کچھ لکھتے بھی تو اس کا اثر کیا مرتب ہوتا؟ سوائے فتنہ وفساد بڑھ جانے کے اور وھیں پرجنگ و جدال کی نوبت آجاتی، لہٰذا رسول ﷺ کے لئے بھتر یھی تھا کہ آپ کہہ دیں:" یھاں سے نکل جاو!"(قوموا عنی) اور اگر رسول ﷺ اپنے حکم کے صادر کرنے میں اصرار کرتے تو وہ افراد اس سے بھی زیادہ سرکشی اور سختی کرتے ،جس کو رسول ﷺ کی نظریں دیکھ رھی تھیں اور رسول ﷺ کے ہذیان پر زیادہ سے زیادہ دلائل پیش کرتے اوران کی اندھی تقلید کرنے والوں کی طرف سے آج رسول ﷺ کے ہذیان پر سینکڑوں کتابیں لکھ دی جاتیں ! ہزاروں صفحات پر کئیجاتے !چنانچہ رسول ﷺ نے بغیر کسی اصرار کے اپنی بات کو دبا لیا اور خاموش ہو گئے ، دوسری جانب رسول خدا ﷺ جانتے تھے کہ چاہے وصیت لکھی جائے ،یا نہ لکھی جائے ، حضرت علی علیہ السلام اور ان کے صحیح چاھنے والے رسول ﷺ کی بات کے سامنے مطیع اور خاضع ہیں اور مخالفین کو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ تسلیم ہی نہیں کرنا ہے ، لہٰذا وصیت لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں تھا۔ (56)

خلاصہ یہ کہ جب رسول ﷺ نے یہ احساس کرلیا کہ یہ لوگ میرے سامنے ہی مجھے پاگل اور دیوانے کی نسبت دے رہے ہیں تو اگر میں اس وقت حضرت علی علیہ السلام کے حق میں وصیت لکھ دوں گاتو یہ لوگ میری جانے کے بعد میرے ہذیان اور دیوانے پن کوثابت کرنے میں اور کوشاں ہو جائیں گے اور یہ وصیت نامہ میری نبوت کو درجہ اعتبار سے ساقط کر دے گا اور نتیجہ وھی ہو گا جو اس وقت میں ملاحظہ کر رھا ہوں، بلکہ اس سے بھی بدتر حال ہو جائے گا، لہٰذا رسول ﷺ کی حکمت ِبالغہ اور دور اندیشی کا تقاضہ یہ تھا کہ وصیت لکھنے سے اجتناب فرمائیں تاکہ اصل نبوت پر اعتراض اور انتقاد کرنے کا دروازہ بند رہے۔

۵۔حج تمتع اورخلفائے اسلام!

تاریخ اسلام کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت عمر کے دور حکومت میں بھت سے اسلامی احکام کی مخالفت کی گئی اور بغیر کسی جھجھک کے حضرت عمر نے دستور خدا و رسول ﷺ میں تغیرو تبدل کیا، ان میں سے ایک حکم حج تمتع ہیجسے حضرت عمر نے اپنے زمانے میں حرام قرار دے دیا تھا، لیکن حضرت علی علیہ السلام نے خلفاء کے اس بدعتی رویہ کی دور عثمان اور موصوف کے زمانہ خلافت کے بعد شدید مخالفت کی، یھاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام اورآپ کے سچے چاھنے والے اصحاب کو اس حکم کے اصلی صورت پر لانے کے لئے بھت ہی زیادہ زحمت اور کوشش کرنا پڑی تب کھیں امام کواس حکم ِخدا ورسول ﷺ کو اصلی صورت پر لانے میں کامیابی ہوئی، اس طرح عمر کے دستور کے مطابق جو ابھی تک عمل ہوتا آیا تھاوہ ختم کیا گیا اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ آج تمام علمائے اہل سنت بھی عمر ابن الخطاب کے نظریہ کے خلاف حج تمتع کیجواز کا فتویٰ دیتے اور عمل کرتے ہیں ۔ (57)

لہٰذا ضروری ہے کہ ہم یہاں پر اس حکم کی کیفیت کے بارے میں کتب احادیث بالخصوص صحیحین سے جو استفادہ ہوتا ہے اس کو قارئین کی خدمت میں نقل کریں:

حج تمتع کسے کہتے ہیں؟

حج تمتع یہ ہے کہ انسان شوال،ذیقعدہ یا ذی الحجہ کے مہینوں میں سے کسی ایک میں اپنے میقات سے عمرہ کی نیت سے احرام باندھے ، اس کے بعد مکہ میں داخل ہو اور طوافِ کعبہ ، سعی بینِ صفا و مروہ اور تقصیر (سر کے تھوڑے سے بال کٹوانا)کر کے احرام سے خارج ہوجائے یعنی وہ چیزیں جو حالتِ احرام میں حرام ہوتی ہیں وہ تقصیر کے بعد حلال ہوجاتی ہیں ،پھر تقصیر کے بعد اسی سال مکہ سے حج کے لئے احرام باندھے اور عرفات کے لئے روانہ ہوجائے ،عرفات کے بعد مشعر کی طرف کوچ کرے ، اس کے بعد منیٰ آئے اور بقیہ اعمال "رمیجمرہ،قربانی وطواف وغیرہ" انجام دے، اسے حج تمتع کہتے ہیں اوراس حج کو حج تمتع اس لئے کہتے ہیں کہ اس حج میں لذت (متعہ) حاصل کرنے کو جو محرماتِ احرام میں سے ہیجائزقرار دیاگیا ہے ،کیونکہ دو احرام (احرام عمرہ واحرام حج)کے درمیان فاصلہ ہے اس فاصلہ میں وہ کام جو حالتِ احرامِ عمرہ میں حرام تھے اور جو آئندہ احرامِ حج میں حرام ہو جائیں گے وہ حلال کر دیئجاتے ہیں ، اس طرح یہ شخص احرامِ حج کے باندھنے تک ان لذات سے استفادہ کر سکتاہے ، مگریہ ان لوگوں کے لئے ہیجو مکہ معظمہ سے تقریباً۷۸کلو میٹر دور رہتے ہیں اوریہ حکم نصِ قرآن اورقول و فعلِ رسول ﷺ کے ذریعہ پایہ ثبوت تک پہنچ چکا ہے،چنانچہ اس بارے میں ارشادالٰہی ہوتا ہے:

(<...فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِاِلیَ الْحَجِّ فَمااَسْتَیْسَرَمِنْ الْهَدْیِ فَمَنْ لَمْ یجِدْ فَصِیَامُ ثَلاَثَةِاَیَّامٍ فِیْ الْحَجِّ وَسَبْعَةٍاِذَا رَجَعْتُمْ تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ ذَالِکَ لِمَنْ لَمْ یَکُنْ اَهْلُهُ حا ضِرِیِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوْااللّٰہَ وَاعْلَمُوْااَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُالْعِقَابِ>)

(58)

پس جو شخص اعمالِ عمرہ انجام دے چکا اور اعمال حج انجام دینا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ جو قربانی یسر آوے کرنی ہوگی اور جس سے قربانی ناممکن ہو تو تین روزے زمانہ حج میں (رکھنے ہوں گے)اور سات روز یجب تم واپس آو یہ پوری دھائی ہے، یہ حکم اس شخص کے لئے ہیجس کے لڑکے بچے مسجدالحرام(مکہ) کے باشندے نہ ہوں اور خدا سے ڈرو اور سمجھ لو کہ خدا بڑا سخت عذاب والاہے ۔"

اس بارے میں احادیث بھی تواتر کے ساتھ پائی جاتی ہیں چنانچہ چند احادیث ہم آئندہ نقل کریں گے ۔

آنحضرت ﷺ کادورجاہلیت کی بیہودہ رسوم کے خلاف جدوجهد کرنا

دورجاہلیت میں اعمال عمرہ "ماہ شوال، ذیقعدہ اورذی الحجہ" میں بجالانا ایک بھت بڑاگناہ سمجھاجاتا تھا، لیکن آنحضرت ﷺ نے اعلان بعثت کے بعد حکم صادر فرمایا: اعمال عمرہ انھیں میں سے کسی ایک ماہ میں انجام دئےجائیں گے، اس طرح آپ نے حجِ تمتع کو ان مھینوں میں تشریع کر کے دور جاہلیت کے خود ساختہ قانون کو بدل دیا، مگر چونکہ یہ قانون ایک نیا قانون تھا، لہٰذا بعض مسلمانوں کے لئے گراں اور ناقابل قبول گزرا اوروہ حکم رسول ﷺ کی مخالفت پر اتر آئے۔

امام بخاری اور مسلم نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس ماجرا کو ابن عباس سے اس طرح نقل کیا ہے:

١ ... "عن ابن عباس؛قال:كانوايرون ان ألعمرةَ في اشهرالحج من افجرالفجورفي الارض،ويجعلون المحرَّمَ صفراً،ويقولون اذابَرَءَ الدَبَرُوعَفَاالاثَرُوانْسلَخَ صَفَرحَلَّتِ العُمرَةُ لمن اعتمر،قدم النبُى ﷺ واصحابُه صبيحةَرابعة مُهلِيّن بالحج،فامرهم ان يجعلوهاعمرة،فتعاظم ذالک عند هم، فقالوا:يارسول الله ! اىُّ الحِلِ؟ قال:حِلُّكله "[59]

امام بخاری اور مسلم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے:

اسلام سے پھلے حج عرب کے مھینوں (شوآل، ذیقعدہ، ذی الحجہ) میں اعمال عمرہ بجالاناروئے زمین پر سب سے بڑا گناہ سمجھتے اور کھتے تھے: جب ماہ صفر ختم ہو جائے تو اعمال عمرہ بجالانا حلال ہے (یعنی صفر کا مھینہ تمام ہونے کے بعد اعمالِ عمرہ بجالانا جائز سمجھتے تھے) ابن عباس کھتے ہیں: رسول خدا ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ماہ ذی الحجہ کی چار تاریخ کی صبح میں اس حالت میں مکہ وارد ہوئے کہ آپ احرام حج زیب تن فرمائے ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس احرام کو عمرہ میں تبدیل کردو (یعنی ابھی جواحرام باندھے ہوئے تھے، اس کو احرامِ عمرہ سمجھو) اور احرامِ حج سے خارج ہو جاواور اب تم محل ہوگئے، لیکن یہ دستور کچھ اصحاب پر گراں گزرا، لہٰذا قبول کرنے سے آنا کانی کرنے لگے اور کھنے لگے: یا رسول اللہ! احرام سے خارج ہونے کی وجہ سے کون کون سی چیزیں حلال ہوں گی؟! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمام وہ چیزیں جواب تک حرام تھیں۔

٢ ... "عن جابرابن عبدالله؛ قال:اَهْلَلْنَا مع رسول ﷺ الله بالحج خالصاًلانخلطه بعمرة،فقَدِ مْنَامكةلاربع ليال خلون من ذى الحجة،فلمّا طفنا بالبيت وسعينا بين الصفاء والمروة امرنا رسول ﷺ الله ان نجعلها عمرة وان نحل الى النساء،فقلنا:ما بيننا، ليس بيننا و بين العرفة الاخمس، فنخرج اليها ومذاكير نا تقطرمنيا،فقال رسول ﷺ الله: انى لابركم واصدقكم ولولاالهدى لاحللت، فقال سراقة ابن مالك: امتعتنا هٰذه لعامنا هٰذاام للابد؟فقال:لالابد الاباد"[60]

جابر بن عبداللہ سے منقول ہے:

ھم لوگوں نے رسول ﷺ کے ساتھ تنھا احرام حج باندھا، بغیر اس کے کہ عمرہ کو اس میں دخل ہو اور چار راتیں ماہ ذی الحجہ کی گزر چکی تھیں کہ وارد مکہ ہوئے، جب طواف و سعی بین صفا ومروہ سے فارغ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا کہ ان تمام اعمال کو اعمال عمرہ سمجھواور اب ہماری عورتیں ہمارے لئے حلال ہو جائیں گی، جابر کھتے ہیں: اس حکم کو سن کر ہم لوگ آپس

میں چہ می گوئیاں کرنے لگے اور کہنے لگے : اب سے عرفہ تک صرف پانچ دن کافاصلہ ہے ،کیا ہم عرفہ کے لئے اس حالت میں حرکت کریں گے کہ ہمارے اعضائے تناسل سے منی ٹپکتی ہو!(اس اعتراض کو رسول ﷺ نے سن کر) فرمایا: میں تم سب سے زیادہ احکام خداوندی کا پاسباں، وفادار اور سب سے نیک ہوں ،اگر میں قربانی کا جانور نہ لایا ہوتاتو تمھاری طرح میں بھی احرام سے خارج ہو جاتا، سراقہ بن مالک نے کھا :

آیا یہ حج تمتع صرف اسی سال کے لئے خاص ہے یا ہمیشہ کے لئے ؟رسول ﷺ نے فرمایا: نہیں ،یہ ہمیشہ کے لئے ہے ۔

---

[1] الام جلد ۱ ،کتاب تالطھارۃ ، باب "مایوجب الغسل ولایوجبہ "صفحہ ۳۱ ۔

[2] صحیح مسلم جلد ۱ ،کتاب الحیض، باب(۲۲) "نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانتین" حدیث ۳۴۸، ۳۴۹۔

[3] صحیح بخاری: جلد ۱، کتاب الغسل، باب "غسل مایصیب من فرج المراۃ" حدیث ۲۸۷ ۔ ۲۸۸ ۔ ۲۸۹ ۔ کتاب الوضوء، باب "من لم یر الوضوء الا من المخرجین من القبل والدبر" حدیث نمبر۱۷۷ صحیح مسلم جلد ۱ ، کتاب الحیض، باب(۲۱) " انما الماء من الماء" حدیث۳۴۷۔

[4] فتح الباری جلد ۱ ،کتاب الغسل ، باب " غسل مایصیب من رطوبۃ فرج المراۃ" ص ۳۳۹۔

[5] صحیح بخاری ج ۶ ،کتاب فضائل القرآن، باب " جمع القرآن " ح ۴۷۰۲۔(تاریخ یعقوبی ج ۲ ،ص ۱۷۰ ۔ مترجم)

[6] .بیان در علوم ومسائل کلی قرآن ، جلد ۱ ،ص ۴۴۹ ، ترجمہ مولف و آقائی ھریسی۔

[7] سنن ترمذی جلد ۱ ، باب(۹۸) ابواب طھارت حدیث ۱۳۱ ،ص۸۸۔

[8] ہمیں سب سے زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو خلیفہ صاحب کی اس بارے میں اندھی حمایت کرکے نار جحیم کے مصداق بن رہے ہیں !! مسلمانو !ذرا انصاف سے بتاو کیا قرآن جلانے کا حکم عظمتِ قرآن کے مخالف نہیں ؟ مترجم۔

[9] الکافی ،((الروضۃ)جلد ۸، "تاسف علی علیہ السلام حدیث بعض ما حدث بعد رسول اللہ "ص ۵۱ ۔کتاب سلیس بن قیس ، "کلام علی عن بدع ابی بکر و عمر و عثمان "ص ۱۶۲ ۔ بحا رالانوار جلد ۸،ص ۷۰۴۔ احقاق الحق جلد ۱ ،ص ۶۱ ۔

[10] شیعہ مذھب کے مطابق ام ولد کوفروخت نہیں کیا جاسکتا۔ دیکھئے : فقھی کتابیں ۔ مترجم۔

[11] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۹، خطبہ ۱۷۸ ، ص ۱۶۱ ۔

[12] صحیح بخاری :جلد۹ ،کتاب استتابۃ المرتدین ، باب (۳) حدیث ۶۵۲۶۔

مترجم:(صحیح بخاری جلد ۲ ،کتاب الزکاۃ، باب(۱) حدیث ۱۳۳۵ ۔ جلد ۳، کتاب الجھاد، باب " دعاء النبی ﷺ الی الاسلام والنبوۃ"حدیث ۲۷۸۶ ۔ جلد ۶، کتاب الاعتصام بالکتاب السنۃ، باب " اقتداء سنن رسول ﷺ اللہ " حدیث ۶۸۵۵ ۔) صحیح مسلم جلد ۲ ،کتاب الایمان، باب (۸) "الامر بقتال الناس "حدیث ۲۱، ۲۰۔ مسلم نے تقریباسات عدد اسناد کے ساتھ مذکورہ روایت کو نقل کیاہے۔

[13] ریاض النضرہ، جلد ۱ ص ۱۰۰ ،تالیف محب الدین طبری۔

[14] صحیح بخاری جلد۹، کتاب استتابۃ المرتدین باب(۳) حدیث ۶۵۲۶۔

مترجم:(بخاری ج ۲ ،کتاب الزکاۃ ،باب(۱) حدیث ۱۳۳۵ ۔ ج۳،کتاب الجھاد، باب" دعاء النبی ﷺ الیٰ الاسلام والنبوۃ"حدیث ۲۷۸۶۔ ج ۶،کتاب الاعتصام بالکتاب السنۃ، باب" اقتداء سنن رسول ﷺ اللہ "حدیث ۶۸۵۵۔)<

> مسلم ج۲ ،کتاب الایمان،باب(۸)"الامر بقتال الناس حتیٰ یقولوا" حدیث ۲۰۔ ۲۱۔

مسلم نے تقریب ا سات عدد اسناد کے ساتھ مذکورہ روایت کو نقل کیا ہے۔

[15] صحیح مسلم جلد ۱، کتاب الایمان، باب" الامر بقتال الناس حتیٰ یقولوا"حدیث ۲۰۔

صحیح بخاری: جلد۹،کتاب استتابۃ المرتدین، باب(۳)حدیث ۶۵۲۶۔

مترجم:(صحیح بخاری ،جلد ۱،کتاب الزکٰوۃ،باب (۱) "وجوب الزکاۃ"حدیث ۱۳۳۵ ،باب(۳۹)"اخذ العناق فی الصدقۃ" حدیث ۱۳۸۸ ۔جلد ۳،کتاب الجھاد، باب" دعاء النبی ﷺ الیٰ الاسلام "حدیث ۲۷۸۶۔

جلد۶،کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ،باب" الاقتداء بسنن رسول ﷺ للہ" حدیث ۶۸۵۵۔جلد ۱،کتاب الایمان، باب(۱۴)"فان تابوا واقاموا الصلوۃ والزکاۃ۔"(سورہ توبہ ۵)حدیث ۲۵)۔

[16] بدایۃ المجتھد ج ۱،کتاب الزکاۃ، المسئلۃ الثالثۃ، "اذا مات بعد وجوب الزکاۃ علیہ" ص ۲۰۰۔

[17] سورہ احزاب،آیت ۶، پ ۲۱۔

نوٹ:مذکورہ واقعہ کو " معجم البلدان حموی مادہ حضرت موت اور انساب الاشراف بلاذری" مالک و متمم ابنا نویرۃ "اور تاریخ اعثم کوفی" ذکر خلافت ابوبکر، میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۔

[18] البدایہ والنھایہ؛ابن کثیر، جلد۶،فصل: "تنفیذ جیش اسامۃ بن یزید" صفحہ ۳۳۵۔

[19] عبقریۃ الصدیق، بحث: "الصدیق والدولۃ الاسلامیۃ" صفحہ ۱۲۴ ۔ ۱۲۵ ، مطبوعہ: بیروت لبنان۔

[20] الصدیق ابوبکر ،الفصل الخامس: "قتال من منعوا الزکاۃ" صفحہ ۹۶۔

[21] ترجمہ اعثم کوفی ج ۱، "ذکر خلافت ابو بکر" ص ۶، مطبوعہ: ایران ۔

[22] الاصابہ جلد ۵ ، نمبر ۷۷۱۲، (در بیان حالات مالک بن نویرہ بن جمرۃ)ص ۵۶۰۔

[23] ترجمہ تاریخ اعثم کوفی جلد ۱ ،ذکر خلافت ابو بکر ،صفحہ ۷ ۔

[24] تاریخ یعقوبی جلد ۲ ،ایام ابو بکر صفحہ ۱۳۲ ۔

[25] تاریخ یعقوبی جلد۲، ایام عمر بن الخطاب ، صفحہ ۱۳۹۔

[26] تاریخ اعثم کوفی ج ۱ ،ذکر خلافت ابو بکر، ص ۱۸۔ ۱۹۔

[27] صحیح مسلم ج۷، کتاب فضایل الصحابۃ، باب" فضائل علی علیہ السلام"

[28] صحیح بخاری: جلد۴، کتاب الجھاد ابواب الخمس، باب" فرض الخمس" حدیث ۲۹۹۶۔ مترجم:(صحیح بخاری جلد۴،کتاب المغازی، باب "حدیث بنی نضیر" حدیث ۳۸۱۰،باب" غزوۃ خیبر"، حدیث۳۹۹۸۔ جلد ۳ ،کتاب فضایل الصحابۃ، باب" مناقب قرابۃ الرسول" حدیث۳۵۰۸۔ جلد ۵،کتاب الفرائض، باب "قول النبی ﷺ لا نورث ماترکنا صدقۃ" حدیث ۶۳۴۹، ۶۳۴۶۔) صحیح مسلم جلد۵، کتاب الجھاد والسیر، باب" قول النبی ﷺ لانورث" حدیث ۱۷۵۹۔

[29] صحیح بخاری جلد۵،کتاب المغازی ،باب "غزوۃ خیبر"حدیث ۳۹۸۹۔ صحیح مسلم جلد۵، کتاب الجھاد و السیر ،باب (۱۶)"قول النبی :لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" حدیث ۱۷۵۹۔

[30] ہمارے پاس قرآن مجید اور کتب تواریخ سے مسلم الثبوت دلائل موجود ہیں کہ معصوم غیر معصوم کی بیعت نہیں کرتا لہٰذا مذکورہ حدیث میں جو بات حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لکھی گئی ہے کہ آپ نے وفات بنت رسول ﷺ کے بعد ابو بکر کی بیعت کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی یہ کھلا ہوا بھتان اور برہنہ کذب ہے، چونکہ اس کتاب کا موضوع اس بحث سے جداگانہ ہے لہٰذا اس بارے میں آپ ہماری علم کلام کی کتابیں دیکھئے۔مترجم ۔

[31] سنن ابی داؤد، جلد ۲ ، کتاب الخراج والامارۃ، باب(۱۹)" فی صفایا رسول اللہ من الاموال"حدیث۲۹۶۸۔

[32] سنن ابی داؤد جلد ۲ ، کتاب الخراج والامارۃ، باب(۱۹)" فی صفایا رسول اللہ من الاموال "ح ۲۹۷۲،ص ۲۴۔

[33] شیعہ مذھب کے نزدیک یہ بات محکم اور متقن دلائل کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بجز رسول کسی کی بھی بیعت نہیں کی ہے۔مترجم

[34] اس حدیث کے جعل کرنے سے ایک مقصد ابو بکر کا یہ بھی تھا کہ اس ھتھکنڈے کے ذریعہ اہل بیت علیہم السلام عصمت و طھارت کو مالی اور اقتصادی اعتبار سے کمزور کیا جائے تاکہ وہ ہمیشہ ہمارے(خلفاء کے) محکوم رھیں اور کبھی اپنی خلافت کا حق نہ جتا پائیں اوردوسرے خلیفہ صاحب کی حاکمیت کے پرچار کے لئے دولت کی فراوانی رہے۔مترجم۔

[35] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۱۶،مکتوب نمبر ۴۵، ص ۲۱۱۔ بلاغات النساء بحث فدک،ص۱۳۔ کتاب الشافی ، مولفہ سید مرتضیٰ۔

[36] صحیح بخاری جلد۵،کتاب فضائل اصحاب النبی، ﷺ باب مناقب قرابۃ الرسول ﷺ ،جلد۷،کتاب النکاح، باب "ذب الرجل عن ابنتہ " صحیح بخاری کے بقیہ حوالے جات ص۵۴۵ پر نقل کر چکے ہیں ، صحیح مسلم جلد۷،باب فضائل فاطمہ بنت النبی ﷺ حدیث ۴۴۹۔

[37] مزہ کی بات تو یہ ہے کہ جس مال کو صدقہ کہہ کر مسلمان فقراء کا مال قرار دیا گیا اسی کو خود اپنے ذاتی تصرف میں ان حضرات نے لے لیا !یہ کھاں سے جائز ہوگیا تھا ؟!! مترجم۔

[38] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ،ج ۱۶ ،مکتوب ۴۵، ص۲۲۷۔۲۴۵۔

[39] تاریخ الخلفاء جلد ۱، فصل "فیما وقع فی خلافۃ ابی بکر"ص۷۳۔

[40] صواعق محرقہ ،ص۱۹۔

[41] صحیح بخاری:ج۵،کتاب المغازی، باب "حدیث بنی نضیر" حدیث نمبر۳۸۰۹ ، ۳۸۱۰۔ مترجم:(صحیح بخاری جلد۴ ،کتاب الجھاد ابواب الخمس، باب "فرض الخمس" حدیث ۲۹۹۶۔ جلد ۳،کتاب فضایل الصحا بۃ، باب "مناقب قرابۃالرسول" حدیث۳۵۰۸،باب" غزوۃ خیبر" حدیث ۳۹۹۸ ۔ جلد ۵،کتاب الفرائض، باب "قول النبی لانورث ما ترکناہ صدقۃ" حدیث۶۳۴۶ ، ۶۳۴۹۔) صحیح مسلم ج۵،کتاب الجھادوالسیر،باب "قول النبی ﷺ لانورث" حدیث ۱۷۵۹ ۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدیدج۱۶ ،مکتوب ۴۵، ص۲۲۰، ۲۲۳۔

[42] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ، مکتوب ۴۵، صفحہ ۲۸۴۔

[43] صحیح بخاری: ج۴، کتاب الخمس، ابواب الجزیۃ والموادعۃ،باب(۱۷) "اثم من عاہد ثم غدر" ح ۳۰۱۱۔ ج ۶، کتاب التفسیر،تفسیر سورہ فتح ،باب(۵) "اذیبایعونک تحت الشجرۃ" ح۴۵۵۳۔ مترجم:(صحیح بخاری، ج۶،کتاب المغازی،باب(۳۳) "غزوۃ حدیبیہ" ح ۳۹۴۳۔) صحیح مسلم ج ۵،کتاب الجھاد، باب "صلحا لحدیبیۃ" ح ۱۷۸۵ ۔

[44] صحیح بخاری: ج۴،کتاب الخمس، ابواب الجزیۃ والموادعۃ،باب(۱۷) "اثم من عاہد ثم غدر" ح ۳۰۱۱۔ ج ۶، کتاب التفسیر،تفسیر سورہ فتح ،باب(۵) "اذیبایعونک تحت الشجرۃ" ح۴۵۵۳۔ مترجم:(صحیح بخاری، ج۶،کتاب المغازی،باب(۳۳) "غزوۃ حدیبیہ" ح ۳۹۴۳۔) صحیح مسلم ج ۵،کتاب الجھاد، باب "صلحا لحدیبیۃ" ح ۱۷۸۵ ۔

[45] عرض مترجم: بھتر ہے کہ یھاں پر قرآن کی ان آیات کو پیش کردیا جائے جن میں رسول اسلام ﷺ کے سامنے کلام کرنے کے طریقے اورآپ پر حقیقی ایمان لانے کی شناخت کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: <یٰۤاَیُّھَا الذِیْنَ آمَنُوْا لاَ تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلاَ تَجْھَرُوْا لَہ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لاَ تَشْعُرُوْنَ . اِنَّ الَّذِیْنَ یَغضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہ اُوْلَائِکَ الَّذِیْنَ اِمْتَحَنَ اللّٰہ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَاَجْرٌ عَظِیْمٌ>(سورہ حجرات،آیت ۲۔۳، پ۲۶)<اِنَّمَا الْمُومِنُوْنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰہ وَرَسُوْلِہ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِأَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ اُوْلَائِکَ ھُمُ الصَّادِقُوْنَ>(سورہ حجرات،آیت۱۵ ،پ۲۶)

سچے مومن تو بس وھی ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لائے پھر انھوں نے اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہ کیا اور اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے خدا کی راہ میں جھاد کیا یھی لوگ دعوائے ایمان میں سچے ہیں۔ ۱۲

[46] اس کے تفصیلی حوالے آگے نکتہ اولی۔ میں ملاحظہ فرمائیں ۔

[47] تفصیلی حوالے آگے نکتہ اولی ۔ میں ملاحظہ کریں ۔

[48] صحیح مسلم جلد ۵ ،کتاب الوصیۃ، باب(۵) "ترک لمن لیس لہ شیء یوصی فیہ" حدیث۱۶۳۷ ۔

[49] صحیح بخاری: جلد۱ ،کتاب العلم ،باب(۴۰) "کتابۃ العلم" حدیث۱۱۴ ۔جلد ۷ ،کتاب المرضی، باب(۱۷) "قول المریض قوموا عنی" حدیث۵۶۶۹۔ جلد۹،کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ،باب(۲۶) "کراہیۃ الخلاف" حدیث۶۹۳۲۔

[50] صحیح بخاری ج۶،کتاب المغازی،باب "مرض النبی ﷺ ووفاتہ" حدیث ۴۱۶۹۔

[51] صحیح بخاری جلد ۴،کتاب الجھاد، باب "ھل یستشفع الی اہل الذمۃ" حدیث ۲۸۸۸۔ کتاب الخمس ابواب الجزیۃ والموادعۃ،باب "اخراج الیھود من جزیرۃ العرب" حدیث ۲۹۹۷۔ جلد ۶،کتاب المغازی، باب "مرض النبی ﷺ ووفاتہ" حدیث ۴۱۶۸۔

[52] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ،جلد۱۲ ، خطبۃ۲۲۳،ص۷۸،۲۱ ۔

[53] عرض مترجم: "ھجر رسول اللہ" اور "قد غلب علیہ الوجع" ان دونوں جملوں کا مفاد ایک ہی ہے اور وہ ہے شان رسالت ﷺ میں گستاخی اور آنحضرت ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا، حالانکہ قرآن صراحت کے ساتھ رسول ﷺ کی شان اس طرح بیان کرتا ہے:

۱ ـ < يا اَيُّهَاْ الَّذِيْنَ آمَنُوْاْ لاَ تَرْفَعُوْاْ اَصْوَاْتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ اْلنَّبِيِّ وَلاَ تَجْهَرُوْاْ لَه بِاْلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَاْلُكُمْ وَاَنْتُمْ لاَ تَشْعُرُوْنَ. سورہ حجرات، آیت ۲ ، پ ۲۶>

اے ایماندارو ! بولنے میں تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور زور سے بولا کرتے ہو ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو ، ایسا نہ ہو کہ تمھارا کیا کرای ا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو ۔

۲ ـ<اِنَّ اْلَّذِيْنَ يغضُّوْنَ اَصْوَاْتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ الله اُوْلَاْئِکَ الَّذِيْنَ اِمْتَحَنَ الله قُلُوْبَهُمْ لِلتِّقْوىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَاَجْرٌ عَظِيْم ۠ . سورہ حجرات، آیت ۳، پ ۲۶ >

بیشک جو لوگ رسول خدا کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کرلیا کرتے ہیں یھی لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرھیزگاری کیلئے جانچ لیا ہے ان کیلئے آخرت میں بخشش اور بڑا اجر ہے ۔

۳ ـ<اِنَّمَاْ اْلْمُومِنُوْنَ اْلَّذِيْنَ آمَنُوْاْ بِاللهِ وَرَسُوْلِه ثُمَّ لَمْ يَرْتَاْبُوْاْ وَجاْهَدُوْاْ بِأَمْوَاْلِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ الله أُوْلَاْئِکَ هُمُ الْصَّاْدِقُوْنَ. سورہ حجرات، آیت ۱۵ ، پ ۲۶>

ترجمہ :۔ سچے مومن تو بس وھی ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لائے پھر انھوں نے اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہ کیا اور اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے خدا کی راہ میں جھاد کیا یھی لوگ دعوائے ایمان میں سچے ہیں ۔

[54] جبکہ قرآن صراحت کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہو نظر آتا ہے : < يا اَيُّهَاْ الَّذِيْنَ آمَنُوْاْ لاَ تَرْفَعُوْاْ اَصْوَاْتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ اْلنَّبِيِّ وَلاَ تَجْهَرُوْاْ لَه بِاْلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَاْلُكُمْ وَاَنْتُمْ لاَ تَشْعُرُوْنَ . اے ایماندارو ! بولنے میں تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور زور سے بولا کرتے ہو ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو ، ایسا نہ ہو کہ تمھارا کیا کرای ا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو >؟! سورہ حجرات، آیت ۲)

[55] صحیح بخاری کتاب الخمس ابواب الجزیۃ والموادعۃ، باب " اخراج الیھود من جزیرۃ العرب " حدیث ۲۹۹۷ ۔

[56] المراجعات ص ۸۶ ۔ مولف علامہ شرف الدین ۔

[57] تفصیل ملاحظہ کریں : بدایۃ المجتھد جلد ۱ ، کتاب الحج، القول فی التمتع ، ص ۲۶۵ ۔ الفقہ علی المذاھب الاربعہ، کتاب الحج ۔

[58] سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۹۶ ، پ ۲ ۔

[59] صحیح بخاری : ج ۲، کتاب الحج، باب (۳۴) " التمتع و الاقران والافراد" حدیث ۱۴۸۹ ۔ مترجم :(صحیح بخاری جلد ۳، کتاب فضائل الصحابۃ ، باب (۲۶) " ایام الجاہلیۃ " حدیث ۳۶۲۰ ۔)

صحیح مسلم ج ۴، کتاب الحج، باب (۳۱) " جواز العمرۃ فی اشھر الحج " حدیث ۱۲۴۰ ۔

سنن نسائی کتاب مناسک الحج، باب " اشعار الھدی " حدیث نمبر ۲۷۳۶ ،ص ۱۸۰ ۔

[60] سنن ابن ماجہ جلد ۲، کتاب المناسک، باب (۴۱) فسخ الحج ، حدیث ۲۹۸۰ ۔ صحیح مسلم جلد ۴، کتاب الحج، باب (۱۷) .بیان وجوہ الااحرام وانہحدیث ۱۲۱۶ ۔ صحیح بخاری: جلد ۲، کتاب الحج، باب تقضی الحائض المناسک کلھاحدیث ۱۵۶۸ ۔ جلد ۳، کتاب الحج ابواب عمرہ ، باب "عمرۃ التنعیم " حدیث ۱۶۹۳ ۔ جلد ۳، کتاب الشرکۃ، باب (۱۵) " الاشتراک فی الھدی والبدن " حدیث ۲۳۷۱ ۔

نوٹ: امام بخاری نے اس مضمون کی متعدد روایات ذکر کی ہیں ۔ دیکھئے: حدیث ۱۶۹۳ ، ۱۴۹۵ ، ۱۴۹۳ ، ۴۰۹۵ ، ۶۸۰۳ ، ۶۹۳۳ ، ۱۰۳۵ ، ۱۶۸۹ ۔ مترجم ۔

[61] نوٹ:ضاقت بہ صدورن اسے کثرِت ناراضگی و ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

ھم نے اس حدیث کو ابن ماجہ سے نقل کیا ہے البتہ مختصر سے فرق کے ساتھ صحیح بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ صحیح مسلم میں اس طرح آیا ہے:

...''عن جابر بن عبداللہ؛ قال: اھللنا مع رسول اللہ ﷺ بالحج، فلماقدمنامکةامرناان نَحِلّ ونجعلھاعمرة، فَکَبُر ذالکَ علینا وضاقت(61) بہ صدورُنا، فبلغ ذالک النبی، ﷺ فماندری أَشَیٌ بلغہ من السماء ام شیٌ من قِبَل الناس! فقال: ایھاالناس! اَحِلُّوافلولاالھدی الذی معی فعلت کمافعلتم، قال: فاحللناحتیٰ وطِئَناَالنساء، وفعلنامایفعل الحلال، حتیٰ اذاکان یوم الترویةِ ،وجعلنامکّة بظھرٍ،اھللنا بالحج ''[62]

جابر بن عبداللہ سے منقول ہے:

ھم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کے لئیاحرام باندھا اور جب مکہ وارد ہوئے تو رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا: اس احرام کو احرام عمرہ قرار دے دیں اور اس طرحا حرام سے محل (خارج)ھو جائیں۔

جابر کھتے ہیں: یہ حکم ہم لوگوں پر گراں گزرا اور ہم لوگوں کے سینے اس کی وجہ سے تنگ ہوگئے۔"وضاقت بہ صدورُنا"

ادھر رسول ﷺ خدا کو اس کی اطلاع مل گئی، پتہ نہیں اس بات کی اطلاع آپ ﷺ کو آسمان سے پہنچی یا ہم لوگوں میں سے کسی نے بتلادیا، بھر حال اس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! احرام سے خارج ہوجاو! اگر میرے ساتھ یہ قربانی نہ ہوتی تو میں بھی تمھاری طرحا حرام سے خارج ہوجاتا۔جابر کھتے ہیں: ھم تمام لوگ احرام سے خارج ہوگئے، یھاں تک کہ ہم لوگ اپنی اپنی بیویوں سے بھی ہم بستر ہوئے اور وہ تمام کام انجام دئے، جو غیر محرم افراد انجام دیتے ہیں، یھاں تک کہ روز ترویہ آگیا اور ھم نے مکہ کو عرفات جانے کے قصد سے ترک کیا اور حج کے لئے احرام باندھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ چونکہ افراد کی زمانہ جاہلیت کی ذھنیت بن چکی تھی کہ جس نے شوّال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ میں احرام باندھ لیا وہ حق نہیں رکھتا کہ محرمات ِ احرام کو انجام دے، خصوصاً عورتوں سے ہمبستر ہون اسخت ممنوع ہے، جب تک کہ وہ اعمال حج کو تمام کر کے احرام حج سے خارج نہ ہو جائے، اس لئے انھوں نے یہ اعتراض کیا: "انطلق ومذاکیرنا تقطر" آیا ہم اس حالت میں خارج ہوں کہ ہمارے اعضائے تناسل سے منی ٹپکتی ہو؟!! اور کچھ افراد نئے حکم کو قبول کرنے سے ہی کترارہے تھے، یھاں تک کہ رسول ﷺ ان کی اس روش سے ناراض و آزردہ خاطر ہوئے چنانچہ عائشہ اس بارے میں ناقل ہیں:

...''عن عائشة؛انھا قالت :قدم رسول ﷺ لاربع مضین من ذی الحجة اوخمس،فدخل علی وھوغضبان، فقلت: من اغضبک یارسول اللہ !ادخلہ اللہ النار، قال: اوما شعر ت انی امرت الناس بامرٍفاذاھم یترددون...!!؟[63]

جب رسول خدا ﷺ ذی الحجہ کی چوتھی یاپانچویں تاریخ میں وارد مکہ ہوئے تو میں (عائشہ) نے ناگاہ دیکھا کہ رسول غضبناک اور آزردہ خاطر میرے پاس آئے، میں نے کھا: یارسول اللہ! خدا واصل جہنم کرے اس شخص کو جس نے آپ کو ناراض کیا، آخر آپ

کو غضبناک کیوں دیکھ رھی ہوں؟ " رسول ﷺ نے فرمایا : اے عائشہ! کیا تم نہیں دیکھ رھی ہو کہ میں ان لوگوں کو حکم دے رھاہوںاور یہ لوگ اس حکم کے قبول کرنے میں آنا کانی کررہے ہیں؟!![64]

حج تمتع کی تحریم کا فتویٰ

جیسا کہ مذکورہ مباحث میں ہم نے اشارہ کیاکہ جب حج تمتع کا حکم آیا تو بعض مسلمانوں پر یہ حکم گراں گزرا، لیکن رسول ﷺ نے اپنی بے پایان جد و جھد کے بعد اس حکم کو نافذاور عملی جامہ پہنادیا، تا اینکہ یہ حکم خلیفہ اوّل ابوبکر کے دور خلافت میں نافذ العمل رھا ،مگر خلیفہ دوم حضرت عمر کے دور خلافت میں اس کو ممنوع قرار دے دیا گیا اور مخالفت کرنے والوں کو سخت سزا کی دھمکی دی گئی ، اس بارے میں کتب صحاح و سنن کے علاوہ تاریخی اور رجال کی کتابو ں میں بھی بھت زیادہ روایات پائی جاتی ہیں ، چنانچہ چند روایات بطور نمونہ صحیحین سے نقل کرتے ہیں :

١...''قال عمران بن حصین:نزلت آیة المتعة فی کتاب الله(یعنی متعة الحج) وامرنا بھا رسول ﷺ الله، ثم لم تنزل آیة تنسخ آیةمتعةالحج،ولم ینهَ عنھا رسول ﷺ الله حتیٰ مات، قال:رجل برایه بعدُماشاء''[65]

عمران بن حصین سے منقول ہے :

جب آیہ حج تمتع قرآن مجید میں نازل ہوئی توآنحضرت ﷺ نے ہم کو اس حج کے انجام دینے کا طریقہ بتلایا، اس کے بعد نہ اس حکم کے نسخ کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی اور نہ ہم کو رسول ﷺ نے منع فرمایا ،یھاں تک کہ رسول کی وفات ِحسرت آیات واقع ہوگئی، اس کے بعد ایک مرد نے اپنی خواہشات نفسانی سے اس میں جو چاہا کیا(یعنی اس حکم کو انجام دینا حرام قرار دے دیا)!

٢...''عن ابی نضرة ؛قال:کنت عند جابر بن عبدالله ،فاتاهٓ ت،فقال:ابن عباس وابن الزبیراختلفا فی المتعتین(متعة الحج ومتعةالنساء)،فقال جابر:فعلنا ھما مع رسول ا ﷺ لله،ثم نھا ناعنھماعمرفلم نَعُدْلَھُما''[66]

امام مسلم نے ابی نضرہ سے نقل کیاہے :

میں جابربن عبداللہ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کھنے لگا :ابن عباس اور ابن زبیر متعۃ الحج اور متعۃ النساء کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں ، (حقیقت کیا ہے؟) جابر نے کھا : ھم لوگ رسول ﷺ کے زمانہ میں دونوں کو انجام دیتے تھے، لیکن عمر نے اپنے دور حکومت میں اس سے منع کردیا، لہٰذا ہم نے بھی اس کے بعد اعادہ نہیں کیا۔

٣...''عن مُطَرَّف؛قال:بعث اِلیٰ عمران بن حُصَین فی مرضه الذی تُوُفِّی فیه، فقال:انی کنت مُحدِّثُک باحادیث لعل الله ان ینفعک بھابعدی،فان عشتُ فاکتم عنی،وانُ متُّ فحدِّ ثْ بھا ان شئت،انه قد سُلِّم عَلَیَّ،واعلم ان نبی ﷺ الله قدجَمَعَ بین حج وعمرة،ثم لم ینزل فیھا کتابُ الله ولم ینهَ عنھا النبی ﷺ الله، قال رجل فیھا برایه ماشاء''[67]

مطرف سے منقول ہے:

جب عمران بن حصین مریض تھے اور انہوں نے اسی مرض میں وفات پائی تو انھوں نے مجھے اپنے پاس بلا بھیجا اور کہا: اے مطرف! میری موت اب حتمی اور یقینی ہو چکی ہے، لہٰذا چاہتا ہوں کہ چند موضوعات کی طرف تمھیں متوجہ کر دوں، شاید میرے مرنے کے بعد تمھارے لئے مفید ثابت ہوں، اگر میں زندہ رہ گیا تو اس کو مخفی و پنھاں رکھنا اور اگر میں اسی مرض میں دنی ا سے چلا گیا تو ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اے مطرف! آگاہ ہو جا وکہ رسول ﷺ نے حج و عمرہ کو ایک سال میں جمع کیا، اس کے بعد اس کی ممنوعیت میں نہ کوئی آیت نازل ہوئی اور نہ خود آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا، لیکن رسول ﷺ کی وفات کے بعد ایک مرد نےجو چاہا، اس میں اپنی طرف سے تبدیلی کردی![68]

عرض مولف

مذکورہ روایت سے عمر کی زبانی تحریم تمتع کے علاوہ دو باتوں کا مزید استفادہ ہوتا ہے:

اول یہ کہ عمران نے بھت سے حساس موضوعات مطرف کے حوالے کئے تھے، لیکن دیگر موضوعات فراموش کردئے گئے!! اور روایت میں صرف حج تمتع کا ذکر آیا ہے۔

دوم یہ کہ زمانہ اس قدر پر آشوب اور پر خطر تھا کہ کسی کو حق بیان کرنے کی آزادی نہیں تھی اور مجبور تھے کہ خلفائے وقت کے سامنے خاموش رھیں، جو وہ کھیں اسے بغیر چون چرا تسلیم کرلیں اور ان کی حاکمیت کے سامنے کوئی رد عمل ظاہر نہ کریں، حقائق کو خلفاء کے فائدہ میں پنھاں رکھا جائے، لہٰذا عمران نے کھا: "اگر میں زندہ رہا تو ان باتوں کو کسی سے مت کہنا اور اگر مر گیا تو دوسروں کو بتانے میں کوئی حرج نہیں" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء کے زمانہ میں ظلم اس قدر بڑھ گیا تھاکہ رسول ﷺ کے معزز صحابہ بھی زبان کشائی سے ڈرتے تھے!!

بھر حال اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ، حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں اعلانیہ طور پر کہہ دیا تھاکہ عھد رسالتمآب ﷺ میں دو متعہ (متعۃالحج و متعۃ النساء) تھے، لیکن میں ان کو حرام قرار دیتا ہوں، آئندہ اگر کسی نے ان کو انجام دیا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا:

متعتان كانتا على عهد رسول ﷺ الله ،وانا انهى عنهما واعاقب عليهما متعة الحج ومتعة النساء[69]

یہ مطلب متعدد کتب تاریخ، حدیث، تفسیر و رجال میں موجود ہے، چنانچہ مسند احمد ابن حنبل جلد ۱، ص۵۲ میں بھی موجود ہے لیکن حسب معمول یہ جملہ "وانا انهى عنهما" حذف کردیا گیا ہے۔

حج تمتع کی تحریم کا فتویٰ کیوں دیا گیا؟!

ممکن ہے کہ کسی کے ذھن میں یہ سوال اُبھر آئے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حج تمتع کو انجام دینے سے آخر کیوں خلیفہ صاحب نے روکا ؟کیوں حرمت کا فتویٰ صادر کیا ؟آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟ خلیفہ صاحب کا اس سے کیا مقصد ھو سکتا تھا ؟

اس سوال کا جواب خود متن روایات سے ہی مل جاتاہے اور وہ یہ کہ یہ مخالفت و ممانعت اسی سابقہ ذھنیت کی وجہ سے وجود میں آئی جو دوران جاہلیت میں رکھتے تھے:" شوال ذیقعدہ اور ذی الحجہ میں احرام باندھنا بھت بڑا گناہھے" جی ھاں !اس حکم پر پابندی لگانے کی علت وھی سابقہ ذھنی خرافات تھی جو کھتے تھے: "اننطلق ومذاکیرنا تقطرالمنی؟!""آیا ہم اس حالت میں خارج ہوں کہ ہمارے اعضائے تناسل سے منی ٹپکتی ہو" ؟! وھی دوران جاہلیت کا موہومی فلسفہ جس کی وجہ سے رسول اسلام ﷺ ناراض ہوئے اور جو لوگ اس حکم کی نافرمانی کررہے تھے ان کی مذمت فرمائی ۔

پس یھی علل و اسباب تھے کہ جن کی بنا پر رسول ﷺ کے بعد حج تمتع سے منع کیا جانے لگا ، انھیں علل واسباب کی وجہ سے قرآن ورسول ﷺ کے صریح فرمان کے سامنے بعض لوگوں نے اظھار نظر فرمایا ، چنانچہ اس بارے میں صحیح مسلم اور اہل سنت کی دیگر معتبر کتابوں میں بالتفصیل روایات موجودہیں جیسے ذیل کی روایت :

...''عن ابی موسی؛انه کان یُفتِی بالمتعة، فقال له رجل:رُویدک ببعض فتیاک فانک لا تدری ما احدث امیرالمومنین فی النُّسُک بعد؟حتی لقیه بعدُ:فسأله، فقال عمر: قد علمت ان النبی ﷺ قد فعله واصحابُه، و لکن کرهتُ ان یَظَلُّوا معرسین بهن فی الاراک، ثم یَرُوحُون فی الحج تقطرُروسُهم''[70]

ابو موسیٰ حج تمتع کیجواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے ، ایک شخص نے ان سے کھا: فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرو ، کیا تمھیں نہیں معلوم کہ رسول ﷺ کے بعد امیر المومنین عمر نے اعمال حج میں کتنا ردوبدل کر دیا ہے؟یھاں تک حضرت عمر کی خود ابو موسیٰ سے ایک دن ملاقات ہو گئی، ابوموسیٰ کھتے ہیں کہ میں نے ان سے سوال کیا تو وہ کہنے لگے:اے ابو موسیٰ!ھم جانتے ہیں کہ رسول ﷺ نے اور آپ کے اصحاب نے حج تمتع کیا ،مگر ہم کو اچھا نہیں لگتاکہ مسلمان درخت "اراک" کے نیچے اپنی عورتوں کے ساتھ ہمبستر ہوں اور اس حال میں وہ اعمال حج کے لئے کوچ کریں کہ ان کے سر وصورت سے آبِ غسل ٹپک رھا ہو !!

ایک نا معقول علت کا تجزیہ

صحیح مسلم کے بعض حاشیہ نویسوں نے حضرت عمر کے مذکورہ جملہ "تقطررووسهم" (ان کے سر و صورت سے آب غسل ٹپک رھا ہو)کی توجیہہ کرتے ہوئے کھا ہے :

عمر کا یہ جملہ مناسب اور شائستہ تر ہے اس جملہ سے جسے بعض مسلمان پیغمبر ﷺ کے زمانے میں حج تمتع کی تشریع کے وقت استعمال کرتے تھے :آیا ہم اس حالت میں اعمال حج کے لئے عرفات میں سفر کریں کہ ہمارے اعضائے تناسل سے منی ٹپک رھی ہو؟!(فنأتی عرفةتقطرمذ اکیرنا المنی)

بھر حال خلیفہ صاحب نے "تقطررو وسھم" سے حج تمتع کے حرام قرار دینے کی علت بیان کی ہے ، کیونکہ شارحِ صحیح مسلم علامہ زرقانی تحریر کرتے ہیں :

حضرت عمر کا عقیدہ یہ تھا کہ حاجی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ ایسے امور انجام دیجو خوشی ،راحت اور تلذذ کے سبب ہوں، لہٰذا چونکہ حاجی کے لئے احرام کھولنے کے بعد عورتوں سے ہمبستر ہونا خوشی اور تلذذ ک اسبب ہے ،بنا براین حج تمتع کو حرام قرار دیاگیا ہے۔[71]

امام سندی "سنن نسائی" کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں :

حضرت عمر کا مقصد یہ تھاکہ حاجی کو چاہیئے کہ اس کا چھرہ پژمردہ اور حال پریشاں ہو ، لیکن حج تمتع سے چوں کہ اس کا بر عکس ہو جاتا ہے، یعنی بجائے پژمردگی اورپریشاں حالی کے انبساط وتلذذحاصل ہوتاہے لہٰذا حضرت عمر نے اس کو حرام قرار دے دیا۔[72]

عرض مولف

اگر چہ حضرت عمر کے قول کی بیجا اور نامعقول توجیہہ علمائے اہل سنت بڑی شد ومد کے ساتھ بیان کرتے ہیں مگر حقیقت یھی ہے کہ حضرت عمر نے حج تمتع کو دورجاہلیت کی رسم کو مد نظر رکھتے ہوئے حرام قراردیا ہے، لہٰذاعلمائے اہل سنت کی متذکرہ توجیھیں فقط الفاظ کی بازیگری ہے اور حقیقت وھی ہےجیسے ہم نے بیان کیا، مزید یہ کہ مذکورہ علل قولِ رسول ﷺ کے مخالف بھی ہیں،کیونکہ رسول ﷺ کا ارشادگرامی ہے"انّا اتقاکم الله واصدقکم وابرکم" میں قوانین الٰہیہ کے سلسلے میں تم سب سے زیادہ متقی،پرھیزگار ، نیک اور صادق ہوں ، اسی طرح یہ آیت متذکرہ توجیھات کی تکذیب کرتی ہے:

(وَمٰاکَانَ لِمُومِنٍ وَلاٰمُومِنَةٍ اِذٰا قَضَی اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَنْ یَکُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُمِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاٰلاً مُّبِیناً) [73]

او رنہ کسی ایماندار مرد کو یہ حق حاصل ہے اور نہ ہی کسی ایماندار عورت کو کہ جب خدااور اس کا رسو ﷺ ل کسی کام کاحکم دیں توان کو اپنے اس کام (کے کرنے یا نہ کرنے)کا اختیار ہو اوریاد رہے کہ جس نے خدا اور اس کے رسو ﷺ ل کی نافرمانی کی وہ یقیناًکھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو چکا ہے۔

دور عثمان میں حج تمتع کی مخالفت!!

خلافت عثمان میں حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی بے پایان سعی وکوشش اوردوران معاویہ میں بعض مسلمانوں کی جد وجھد کا نتیجہ تھا کہ حج تمتع کا حکم ِخدا و رسول علیہ السلام دوبارہ اپنی اصلی ہیئت پر پلٹ آیا اور بالتدریج عمر کا حکم کالعدم ہوگیا، چنانچہ عمرکی مخالفت اور حضرت علی علیہ السلام کی موافقت میں علمائے اہل سنت نے فتاوے صادرفرمائے ہیں،یھاں تک کہ یھی حکم مسلمانوں میں عملی قرارپایا لہٰذا ذیل میں صحیحین اوردیگر اہل سنت کی معتبر کتابوں سے چند روایات نقل کرتے ہیں جن میں عمر کے حکم کے خلاف حضرت امیر علیہ السلام اور بعض مسلمانوں کی جد وجھد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ،تاکہ بات بالکل واضح اور آشکار ہوجائے :

۱ ...''عن مروان بن الحکم؛ قال شَهِدتُ عثمان وعلیاً:وعثمان ینهی عن المتعة،وان یُجْمَع بینهما فلمّا رأی علیٌ اهلّ بهما لبیک بعمرة وحجة، قال:ماکُنتُ لِادَعَ سنَّة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقول احد'' (74)

مروان بن حکم کھتا ہے:

میں نے عثمان بن عفان کو دیکھا کہ وہ حج تمتع سے لوگوں کو روک رہے تھے، جب حضرت علی علیہ السلام نے انھیں منع کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اعمال عمرہ اورحج کیلئے احرام باندھااورکہنے لگے: میں کبھی بھی حکم خداوسنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نہیں کروں گا اور نہ کسی ایک کی مخالفت پر حکم الٰہی کو ترک کروں گا ۔

۲ ...''عن سعید بن المسیب؛ قال:اجتمع علی علیہ السلام وعثمان بِعُسفان:فکان عثمان ینهی عن المتعة اوالعمرة ،فقال علیٌ: ماترید الی امرفعله رسول الله تنهی عنه؟فقال عثمان: دعنا منک ،فقال:انی لا استطیع ان اَدَعَک، فلمّاان رای علی ذالک، اهل بهما جمیعا'' (75)

سعیدبن مسیب کھتے ہیں :

جب حضرت علی علیہ السلام اورعثمان بن عفان ''عسفان" (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک دیھات کا نام) میں اکٹھے ہوئے تو عثمان عمرہ یا متعہ سے لوگوں کو منع کر رہے تھے، لیکن حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا :اے عثمان!کیا تم فرمان ِخدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کے علاوہ کوئی اور بھی مقصد رکھتے ہو؟ عثمان نے کھا! اے علی علیہ السلام !ھم کو اپنے حال پر رھنے دو!حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:اے عثمان ! میں ھر گز تم کو اس حال پر نہیں چھوڑوں گا کہ حکم خدا ورسول کی مخالفت کرو ، لیکن حضرت علی علیہ السلام نیجب فضاء دگرگون دیکھی توخود آپ علیہ السلام نے اعمال عمرہ وحج کے لئے احرام باندھا۔

(یہ روایت مسلم سے ماخوذ ہے البتہ بخاری میں بھی اس کے مانند روایت موجود ہے)

مسلم نے اس روایت کوعبداللہ بن شقیق سے بھی نقل کیا ہے اوراس روایت میں یہ جملہ بھی موجودھے:

عثمان نے حضرت علی علیہ السلام کو نازیبا کلمات کہے:(فقال عثمان لعلی کلمة) !!

سنن نسائی میں اس واقعہ کو سعیدبن مسیب سے یوں نقل کیا گیا ہے:

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:"اذاراً یتموه قدارتحل فارتحلوا،فلبیٰ علی علیہ السلام واصحا به بالعمرة"جب تم لوگ دیکھو کہ عثمان نے حرکت شروع کردی توتم لوگ بھی ان کے ساتھ حرکت شروع کردو،اس وقت علی علیہ السلام اورآپ کے چاھنے والوں نے عمرہ کے لئے احرام باندھا ۔[76]

امام سندی جملہ ''اذاراً یتموه...''کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت علی علیہ السلام کا مقصدیہ تھا کہ تم لوگ بھی عثمان کے ساتھ حرکت کرو لیکن عمرہ کااحرام باندھ کرتاکہ عثمان اوران کے چاھنے والے دیکھیں کہ ہم لوگوں نے ان کے قول پر سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقدم کیا ہے اور انھیں اس بات کا علم ہو جائے کہ خدا و رسول کے قانون کے سامنے عثمان کی اطاعت نہیں ہو سکتی ۔[77]

ایک قابل توجہ نکتہ

یھاں پر اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بیشتر حقائق کو کتب تاریخ وحدیث میں تغیر وتبدل کر کے پیش کیاگیا ہے، یعنی یاسیاست ِزمانہ کی وجہ سے(حذف ہی کردیا گیا ہے،یا پھر)پردہ ابھام ان کے چھرے پرڈال کراصل حقیقت کو تحریف اورتوڑ مروڑ کے پیش کیاگیا ہے اور ہم تک صرف اشارہ پہنچا ہے۔

چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور عثمان کے درمیان حج تمتع کے بارے میں جو اختلاف ہوا،جسے صحیحین نے نقل کیا ہے یہ بھی انھیں حقائق میں سے ہےجنھیں تاریخ نے اشارۃً وکنایۃً نقل کیا ہے، ورنہ یہ بات مسلم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور عثمان کے درمیان اختلاف اسی سادگی سے نہ ہوا ہوگا !چنانچہ بعض کتابوں میں شدت اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ،جیساکہ ابو عمرابن عبدالبرنے عبداللہ ابن زبیر سے نقل کیا ہے:

عثمان اور حضرت علی علیہ السلام کے درمیان اختلاف اس قدر شدید تھا کہ قریب تھا حضرت علی علیہ السلام کو اس وجہ سے قتل کر دیا جاتا،چنانچہ ابن زبیر سے منقول ہے: خداکی قسم ہم جحفہ میں تھا کہ ایک گروہ شام سے آیا، جس میں حبیب بن مسلمہ فھری بھی تھا اور یہ عثمان کے ہمراہ تھے، عثمان نے اس وقت خطبہ دینا شروع کردیا اورحج تمتع کا جب ذکر آیا تو کہنے لگے:حج تمتع سے مرادیہ ہے کہ اعمال حج کو ماہ ھائے حرام میں تمام کرو اور اعمال عمرہ کو اس سے جدا قراردو، بھتر تو یہ ہے کہ اعمال عمرہ(حج تمتع) کو تاخیر میں ڈال دو ،تاکہ دوبارہ تمھیں زیارت ِخانہ خدا نصیب ہو،کیونکہ خدا نے خیر میں وسعت دی ہے۔

ابن زبیر کھتے ہیں:حضرت علی علیہ السلام نے عثمان کے جواب میں فرمایا: اے عثمان!تمھارا مقصد یہ ہے کہ خدا نے جو اپنے بندوں کو وسعت اور ترخیص عنایت کی ہے اس کو تنگی میں بدل دو؟! اور دور دراز سے آنے والے افراد کیلئےجس قانون کو خدا کے حکم سے

رسول ﷺ نے تشریع کیا ہے تم انھیں اس سے روکنا چاہتے ہو ؟! اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے خود احرام حج وعمرہ باندھا اس کے بعد عثمان نے لوگوں کی طرف چھرہ کیا اور کہنے لگے: کیا میں نے تم کو عمرہ سے منع نہیں کیا ہے؟ البتہ یہ میری رائے ہے اب اگر کوئی اس کو انجام دیتا ہے تو میں اس کا ذمہ دار نھیں، جو چاہے اس پر عمل کرے اور جو چاہے اس کو ترک کرے، ابن زبیر کھتے ہیں: اسی اثناء میں ایک شامی مرد آیا اور حبیب ابن مسلمہ سے کہنے لگا: اس شخص کو دیکھو! جو امیر المومنین (عثمان) کے مقابلہ میں مخالفت کررھا ہے، قسم خدا کی اگر مجھے عثمان کی طرف سے اجازت مل جائے تو میں اس کو قتل کردوں، ابن زبیر کھتے ہیں: اس وقت حبیب بن مسلمہ فھری نے اس کے سینہ پر ھاتھ مار کر کھا: اوخاموش رہ! اصحاب رسول ﷺ آپس کا اختلاف غیروں کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں۔"فان اصحا ب رسول اللہ اعلم بما یختلفون"[78]

حج تمتع دور معاویہ میں

محترم ناظرین! "متعتین" کے بارے میں گزشتہ صفحات میں ابن عباس اور ابن زبیر کی جد وجھد اور مخالفت ابن عباس کی جابر کی جانب سے طرفداری کو ہم نے نقل کیا اور متعۃ الحج و متعۃ النکاح کے بارے میں جناب جابر کی طرفداری اسی مورد میں منحصر نہیں بلکہ اس بارے میں کافی موارد نقل کئے گئے ہیں، حالانکہ خلفاء کے زمانے میں حدیث نقل کرنے پر سخت پابندی لگی ہوئی تھی لیکن جناب جابر اس موضوع کے بارے میں حقیقت واضح کرنے سے باز نہ آئے اور آپ نے اس بات کو سب پر روشن کردیا کہ یہ دونوں متعہ جزء اسلام ہیں۔[79]

اسی طرح احادیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح عثمان چاہتے تھے کہ حضرت عمر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حج تمتع کو حرام قرار دیں، اسی طرح معاویہ بھی چاہتا تھا کہ عمر اور عثمان کے حکم پر لوگوں کو گامزن رکھا جائے، مگر کچھ افراد کی شدید مخالفت کی بناء پر وہ کمزور پڑگیا اور یہ مسلمان اس کا حکم ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

چنانچہ سنن نسائی میں آیا ہے:

"عن ابن شھاب عن محمّد ...؛انہ حدثہ انہ سمع سعد بن ابی وقاص والضحاک بن قیس عام حج معاویۃ بن ابی سفیان وھما یذکران التمتع بالعمرۃ الی الحج،فقال الضحاک:لایصنع ذالک الّا من جھل امر اللہ تعالی ،فقال سعد: بئسما ،قلت یابن اخی، قال الضحاک: فَاِنَّ عمر بن الخطاب نھی عن ذالک، قال سعد: قد صنعھا رسول اللہ وصنعنا معہ"[80]

جس سال معاویہ حج کے لئے گیا تو سعد بن ابی وقاص اور ضحاک بن قیس(یہ دونوں مشہور صحابی اور بڑے لوگوں میں تھے) کے درمیان اختلاف ہوگیا، ضحاک کا کہنا تھا کہ حج تمتع انجام نہیں دے گا سوائے اس شخص کیجو حکم الٰھی کو جانتا ہی نہ ہو، سعد نے کھا

: اے برادر زادہ تم کیا بیہودہ باتیں بک رہے ہو؟!ضحاک نے کہا : اے سعد! کیا عمر ابن خطاب نے حج تمتع کو حرام قرار نہیں دے دیا تھا؟سعد نے کہا: صحیح ہے مگر رسول ﷺ خدا نے اس کو انجام دیا ہے اور ہم نے بھی رسول ﷺ کے سامنے انجام دیا ہے۔

صحیح مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل میں اس طرح مرقوم ہے:

"عن سلیمان حدثنی غنیم؛قال سئلت سعد بن ابی وقاص عن المتعة، قال فعلنا هاوهٰذاکافر بالعرش یعنی معاویه " (81)

سلیمان سے منقول ہے کہ غنیم کہتے ہیں :

جب میں نے سعد بن ابی وقاص سے متعہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے کہا :" ہم نے رسول ﷺ کے سامنے حج تمتع اس وقت کیا جب معاویہ خدائے عرش کے بارے میں کافر تھا۔ "

ان دونوں باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ معاویہ کے زمانے میں بھی حج تمتع کے بارے میں اختلاف پایا جاتا تھا، ورنہ اس کا کوئی مطلب نہیں کہ دو مسلمان افراد میں ایک مسئلہ کے بارے میں اختلاف کو کسی ایک سال سے مقید کردیا جائے، یا حج تمتع انجام دینے کے بارے میں یہ کہا جائے کہ میں نے اس کو اس وقت انجام دیا جب معاویہ کافر تھا، وغیرہ وغیرہ

۶۔ متعہ یا معینہ مدت کا نکاح

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں مطالعہ کرنے سےیہاں بہت سی باتوں کا انکشاف ہوتا ہے، ان میں سے اس بات کا بھی روزروشن کی طرح استفادہ ہوتا ہے کہ جواز متعہ کو حرمت میں تبدیل کرنے والے بھی حضرت عمر تھے!اور یہ ایک ایسا حکم خدا و رسول ﷺ ہے جس کی ممنوعیت پر اہل سنت حضرات آج تک قائم ہیں اور بڑی شدومد کے ساتھ بغلیں بجا کر مذہب شیعہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس مذہب میں متعہ جائزھے![82] یھاں تک کہ فی الوقت یہ موضوع شیعوں اور سنیوں کے درمیان اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ گاہے بہ گاہے اس کی وجہ سے دست وگریبان ہونے کی نوبت آجاتی ہے، لہٰذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس موضوع کو درج ذیل پانچ عنوان بحث میں محل تحقیق قرار دیں۔

۱۔ متعہ یعنی چہ؟

اسلامی فقہ میں جو متعہ محل بحث قرار دیا جاتا ہے اورجسے شیعہ حضرات دائمی نکاح کی طرح اسلام کا ایک ثابت قانون سمجھتے ہیں اس سے مرادیہ ہے :"مردایک ایسی عورت سے معینہ مدت کے لئے مھر معین کے ساتھ نکاح کریجو عورت اس کے لئے شرعی ممانعت نہ رکھتی ہو، یعنی عورت ان عورتوں میں سے ہو جس سے دائمی نکاح جائز ہو اورمتعہ میں جب مدت معینہ تمام ہو جاتی ہے تو

مرد و عورت بغیر طلاق کے ایک دوسرے سےجدا ہوجاتے ہیں ، البتہ ایک صورت یہ بھی ممکن ہے کہ مرد اپنی مدت عورت کو بخش کر مدت تمام ہونے سے پھلی جدا ہو جائے ۔"

عقد دائمی اور متعہ کے مشترک و مختلف احکام

قارئین کرام ! متعہ او ر دائمی نکاح کے زیادہ تر احکام ایسے ہیں جو مشترک ہیں اور بعض احکام مختلف ہیں جن کی تفصیل ذیل میں ہم نقل کرتے ہیں :

مشترک احکام

۱ ۔ متعہ میں بھی عقد دائم کی طرح زوجین کو بالغ اور رشید ہونا چاہیئے۔

۲ ۔ دائمی نکاح کی طرح اس میں بھی رضایتِ طرفین کے ساتھ ساتھ صیغہ ایجاب و قبول پڑھنا ضروری ہے ، لہٰذا طرفین کی طرف سے صرف رضایت اور معاطات ہو تو متعہ درست نہیں ہیجب تک کہ صیغہ ایجاب و قبول نہ ہو اور صیغہ ایجاب و قبول میں مخصوص الفاظ کا پڑھنا لازمی ہے ، لہٰذا لفظ آجرت ، یا وھبت، ابحت وغیرہ سے متعہ واقع نہیں ہو سکتا ہے۔

۳ ۔ عقد دائم کی طرح اس میں بھی مھرِ معین اور اجرت قرار دینا ضروری ہے ۔

۴ ۔ جس طرح دائمی نکاح میں عورت پر لازمی ہے کہ وہ شوہر سےجدائی کی صورت میں عدہ رکھیجبکہ مرد و عورت ہمبستر ہوئے ہوں اور عورت یائسہ نہ ہو اسی طرح متعہ میں بھی عورت پر جدائی کی صورت میں عدہ رکھنا ضروری ہے، البتہ متعہ میں عدہ کی مدت دو حیض کا آنا یا۴۵روز ہے اورنکاح میں تین ماہ(یاتین حیض) ہوتی ہے ۔

۵ ۔ دائمی نکاح کی طرح متعہ میں بھی عدہ وفات چار مھینے دس دن ہے۔

۶ ۔ دائمی نکاح کی طرح متعہ میں بھی ح املہ عورت کا عدہ ، طلاق کی صورت میں وضعِ حمل ہے اوراگر شوہر مر جائے تو عدہ "ابعدالاجلین" ہوگا ۔

۷ ۔ متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد بھی میراث و دیگر احکام میں اپنے ان بھائی و بہنوں کے ساتھ برابر کی شریک ہوتی ہیجو دائمی نکاح والی عورت سے متولد ہوئی ہو ۔

۸ ۔ متعہ میں بھی عقد دائم کی طرح بیوی کی ماں اور اس کی لڑکی شوہر پر حرام ابدی ہوجاتی ہیں (البتہ اس وقت تک حرام ہیجب تک کہ عورت زوجیت میں ہے) اسی طرح متعہ والی بیوی کی موجودگی میں شوہر اس کی بہن سے عقدمتعہ نہیں کر سکتا۔

۹ ۔ متعہ میں بھی دائمی نکاح کے مانند ایام خاص میں جماع کرنا حرام ہوتا ہیجیسے ایام عادت (حیض و نفاس)یا ماہ رمضان کے روزے کی حالت میں ۔

اختلافی موارد

۱۔دائمی نکاح کی طرح متعہ میں مدت غیر معین نہیں بلکہ معین ہوتی ہے

۲۔ دائمی نکاح کی طرح مرد وعورت متعہ کی صورت میں ایک دوسرے کے وارث نہیں قرار پاتے مگر یہ کہ صیغہ عقد متعہ میں شرطِ توارث قرار دے دی جائے ۔

۳۔ صیغہ متعہ میں مھر کا ذکر اور اس کی تعیین ضروری ہے لیکن عقد دائمی میں ذکر مھر اور اس کی تعیین لازمی نہیں ۔

۴۔متعہ میں عورت حق نہیں رکھتی کہ مرد سے نان و نفقہ کا مطالبہ کرے البتہ اگر عورت ضمن عقد میں نان و نفقہ کی شرط کردے تو مرد پر اس کا نان ونفقہ واجب ہے۔

۵۔عقد متعہ میں بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ رکھ سکتا ہے ، لیکن دائمی نکاح میں چار سے زیادہ نہیں رکھ سکتا۔[83]

۲۔ اسلام میں عقد متعہ کا جواز

مذھب اسلام میں اصلِ متعہ کا جائز ہونا مسلمانوں کے درمیان متفق علیہ کے علاوہ قرآن مجید اور سنت پیمبر ﷺ کے ذریعہ بھی قطعی الثبوت ہے ،جھاں تک اتفاق مسلمین کا مسئلہ ہے تو تمام مسلمان اپنے مختلف نظریات،آراء و عقائد کے باوجود اس بارے میں اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ متعہ کو رسول اسلام ﷺ نے خدا کے حکم سے تشریع فرمایا ہے اور اس کا جائز ہونا اتنا واضح و آشکار ہے کہ ہم یہ دعوی کر سکتے ہیں کہ علمائے اسلام میں سے کسی نے بھی متعہ کیجواز کا انکار نہیں کیا ہے ،گویا علمائے اسلام کے نزدیک حکمِ متعہ ضروریات دِین میں سے ہے،چنانچہ اہلسنت والجماعت کے مشہور محقق و فلسفی علامہ فخرالدین رازی تحریر فرماتے ہیں :

"تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ متعہ اسلام میں مباح تھا ، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ نکاحِ متعہ بعد میں نسخ ہوا یا نہیں ؟

ایک گروہ قائل ہے کہ یہ حکم نسخ ہوگیا تھا اور دوسرا گروہ عدمِ نسخ کاقائل ہے"[84]

ثبوت جواز متعہ ؛قرآن کی روشنی میں

جواز متعہ کے بارے میں سورہ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:

(فَمَااسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ) [85]

پس جو لوگ عورتوں سے لذت اٹھانا چاہتے ہیں ان کو چاہیئے کہ جو اجرت تعین ہوتی ہے اس کو ادا کریں ۔

اہل سنت کے اکثر مفسرین اور اہل تشیع کے تمام مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ مذکورہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور استمتاع کی اجرت دینے کا مطلب متعہ میں مھر ادا کرنا ہے ،یھاں تک کہ قراءِ قرآن کے ایک گروہ مانند ابی ابن کعب، ابن

عباس،سعید بن جبیر،سدی وغیرھم نے اس آیت کویوں پڑھا ہے: (فَمَااسْتَمْتَعْتُمْ بِہ مِنْھُنَّ (اِلیٰ اَجَلٍ)فَأتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُن...
) یعنی ان حضرات نے مدت کا ذکر آیت کا جزء جانا ہیجو متعہ میں لازم ہوتا ہے۔

اس نظریہ کو طبری اورزمخشری نے اپنی اپنی تفسیر میں ابن عباس سے اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں ابی ابن کعب سے نقل کیا ہے ۔[86]

تفسیر طبری میں صدر اسلام کے مشہور مفسر جناب مجاہد سے منقول ہے : مذکورہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ خود اس سورے کی آیات کا سیاق وسباق اور مذکورہ آیت میں موجودہ قرائن اس بات کی شھادت دیتے ہیں کہ یہ آیت متعہ سے متعلق ہے ،کیونکہ خدانے اس سورہ کے شروع میں پھلے عقد دائمی کا حکم بیان فرمایا ہے:

(فَانْکِحُوْاماَ طَابَ لَکُمْ مِنْ اَلنِّسَآءِ مَثْنیٰ وَثُلٰاثَ وَرُبٰعَ.... وَاٰتُواالّنِسآءَ صَدُ قَاتِھِنَّ نِحْلَۃً) [87]

تو عورتوں سے تم اپنی مرضی کے موافق دودواور تین تین اور چارچار سے نکاح کرو ، پھر اگر تمھیں اس کا اندیشہ ہو کہ تم(متعدد بیویوں میں)انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو ،یا جو (لونڈی) تمھاری زر خرید ہو (اسی پر قناعت کرو)یہ تدبیر بے انصافی نہ کرنے کی بھت قرین قیاس ہے اورعورتوں کو ان کے مھر خوشی خوشی دے ڈالو ۔

اگرآیہ (فَمَاْاسْتَعْتُمْ) سے مراد بھی عقد دائم ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے بغیر کسی فائدہ اورنئے نکتہ کے ایک ہی سورہ میں ایک حکم کو دوبار بیان فرمایا ہے اور یہ رویہ قرآن کی بلاغت اور روش کے خلاف ہے ، لیکن اگر یہ آیت متعہ سے مربوط ہو تو آیت سے ایک نیا اور مستقل حکم کا پتہ چلتا ہے اوراس صورت میں کوئی اشکال وارد نہ ہوگا ، بالفاظ دیگر مذکورہ سورہ میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس سورہ میں خدا نے تمام ان عورتوں کا ذکر فرمایا ہیجن سے نکاح کرنا حرام ہے اور پھر عورتوں کے حلال ہونے کے طریقہ کو اس ترتیب سے بیان کیا ہے:

۱ ۔ آزاد عورتوں کے ساتھ عقد دائم۔

۲۔کنیزوں کے ساتھ عقد دائم کرنا ۔

۳۔ملک یمین ۔(یعنی کنیزوں کو بغیر عقد اپنی زوجیت میں رکھنا)

۴۔ازدواج موقت (متعہ)۔

۱ ۔۲۔ازدواج دائم اورملک یمین کا حکم اس سورہ کی آیت نمبر۳ میں آیا ہے :

(فاَنْکِحُوْامَاطَابَ لَکُمْ مِنْ اَلنِّسَاءِ مَثْنیٰ وَ ثُلاٰ ثَ وَرُبٰعَ فَاِ نْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْاْفَوَاْحِدَۃًأَوْماْ مَلَکَتْ أَیْمٰاْنُکُمْ ذَاْلِکَ ادنیٰ أَلَّا تَعُوْلُوْاْ .وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقا تِھِنَّ نِحْلَۃً فَاِ نْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِنْہُ نَفَساً فَکُلُوْہُ ھنیْئاً مَرِیْئاً)

پس تم عورتوں سے اپنی مرضی کے موافق دودو اور تین تین اور چارچار سے نکاح کرو ، پھر اگر تمھیں اس کا اندیشہ ہو کہ تم(اپنی متعدد بیویوں میں)انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو ،یا جو (لونڈی) تمھاری زر خرید ہو (اسی پر قناعت کرو)یہ تدبیر بے انصافی نہ کرنے کی بھت قرین قیاس ہے ۔اور عورتوں کو ان کے مھر خوشی خوشی دے ڈالو !پھر اگر تمھیں خوشی خوشی کچھ چھوڑ دیں تو شوق سے نوش جان کھاوپیو۔

۳۔کنیزوں (غیر آزاد عورتوں) سے شادی کرنے کا حکم اسی سورہ کی آیت نمبر۲۵ میں بیان کیا گیا ہے:

(وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طوْلاًاَنْ يَّنْكِح ا لْمُحْصَنَاتِ الْمومِنٰتِ فَمِنْ ماَّ مَلَكَتْ أَيْمٰنُكُمْ منْ فَتَيٰتِكُمْ اُلْمُومِنَٰتِ) [88]

اور تم میں سیجو شخص آزاد مومنہ عفت دار عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی حیثیت نہیں رکھتا ہو تو وہ تمھاری ان مومنہ لونڈیوں سیجو تمھارے قبضے میں ہیں نکاح کرسکتا ہے اور خدا تمھارے ایمان سے خوب واقف ہے ۔

۴۔ اس آیت میں خدا وند متعال نے ازدواج کی چوتھی قسم (متعہ)کا حکم بیان فرمایا ہے:

(فَمَاْاسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَاْ تُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ) [89]

پس جو لوگ عورتوں سے لذت اٹھانا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ جو اجرت تعین ہوتی ہے اس کو ادا کریں ۔

حدیث رسول ﷺ سے ثبوت جواز متعہ

محترم قارئین!ثبوت متعہ سے متعلق شیعہ و سنی کتب میں کثرت کے ساتھ روایتیں پائی جاتی ہیں ،چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع، جابر بن عبد اللہ ، عبد اللہ بن مسعود، ابن عباس، سبرہ بن معبد ، ابو ذر غفاری ،

عمران بن حصین اوراکوع بن عبد اللہ اسلمی سے متعدد روایات منقول ہیں ،چونکہ یھاں سب روایات کا نقل کرنا حجم کتاب کے منافی ہے، لہذا چند روایات ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں :

۱ ...‘‘عن جابر بن عبدالله وسلمة بن اكوع ؛قالا: خرج عليناmنادى رسولِ ﷺ الله ،فقال: ان رسول ﷺ الله قد اذن لكم ان تستمتعوا يعنى متعةالنساء ’’[90]

جابر بن عبداللہ و سلمہ بن اکوع سے منقول ہے :

رسول خدا ﷺ کی طرف سے ایک ندا آئی اور اعلان ہوا کہ رسول ﷺ کی طرف سے یہ اجازت ہے کہ تم عورتوں سے متعہ کرو۔

مسلم نے مذکورہ حدیث کو اس طرح بھی نقل کیا ہے :

رسول ﷺ ہمارے درمیان خود تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ متعہ کرو:

"ان رسول الله اتانا فاذن لنا فی المتعة "[91]

اور بخاری نے اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے:

"...کنا فی جیش فا تا نا رسول الله ﷺ ،فقال: انه قد اذن لکم ان تستمتعوا فا ستمتعوا"[92]

ھم لشکر کے درمیان تھے کہ رسول ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے اور فرمانے لگے: تمھیں عورتوں سے استمتاع (متعہ) کرنے کی اجازت دی گئی ہے پس ان سے کرو۔

۲"جابر بن عبدالله یقول:کنا نستمتع بالقبضة من التمروالد قیق الا یام علی عهدرسول ﷺ الله ﷺ وابی بکر،حتی نهی عنه عمر فی شأن عمروبن حریث۔[93]

جابر بن عبد اللہ سے منقول ہے:

ھم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر کے دور میں ایک مشت خرمہ اور کچھ آٹے کے بدلے چند ایام کے لئے عورتوں سے متعہ کرتے تھے،یھاں تک عمروبن حریث کا واقعہ جب پیش آیا تو عمر نے متعہ کرنے سے منع کردیا !!

مسلم نے متعدد طرق و اسناد کے ساتھ متذکرہ حدیث کو نقل کیا ہے۔

عرض مولف

ابن حجر نے واقعہ عمروبن حریث کو اس طرح نقل کیا ہے:

"عمروبن حریث ایک روز کوفہ آیا اور اس نے ایک کنیز سے متعہ کیا اور جب وہ کنیز اس سے حاملہ ہو گئی تو ایک روز جب وہ حاملہ تھی اسے عمر کے پاس لایا، چنانچہ عمرنےجب اس واقعہ کو عمروبن حریث سے دریافت کیاتو اس نے بھی اعتراف کرلیا، یھی وہ موقع تھا جب عمر نے اعلان کیاکہ آج سے میں متعہ حرام قرار دیتاہوں!! "[94]

۳..."عن قیس؛قال:سمعت عبدالله ؛ یقول:کنانغزْومع رسول ﷺ الله لیس لنانساء، فقلنا:الانستخصِی؟ فنهاناعن ذالک، ثم رخّص لناان ننکحا لمرأةبالثوب الی اجل، ثم قَرَءَ عبدالله :< (یَا اَیُّهَاالـذّیِْن آمَنُـوْالَا تُحَرِّمُوْاطَیِّبٰاتِ مَاْ اَحَلَّ الله لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْااِنَّ الله لَا یُحِبُّ اْلمُعْتَدِ یْنَ) >[95]

امام بخاری اور مسلم تمام اسناد کے ساتھ قیس عبد اللہ بن مسعود سے روایت نقل کرتے ہیں :

ھم رسول خدا ﷺ کے ساتھ کسی جنگ میں تھے اور ہماری عورتیں ہمارے ساتھ نہ تھیں ، لہذاہم نے عرض کیا:یا رسول اللہ !کیا ہم اپنے آپ کو خصی نہ کرلیں؟ پھلے تورسول نے ہمیں اس فعل کے انجام دینے سے منع فرمایا، لیکن پھر اس بات کی اجازت فرمائی کہ ہم لباس کے ایک قطعہ کے مقابلہ میں کچھ ایام کے لئے عورتوں سے نکاح کرلیں ۔

عبداللہ بن مسعود نے اس وقت اس آیت کی تلاوت فرمائی : (یَا اَیُّهَاالَّذِیْن آمَنُوْا) اے ایماندارو! خدانیجن پاکیزہ چیزوں کو تمھارے لئے حلال قرار دیا ہے اس کو اپنے لئے حرام قرار نہ دو، حدودو قوانین خدا سے تجاوز نہ کرو،کیونکہ خداوند متعال تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا[96]

عرض مولف

مسلم نے اس حدیث کو تین طریق سے عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے اورابن مسعود کامذکورہ آیت کے اس موقعہ پرتلاوت کرنے کا مقصدان لوگوں پر تنقید اور اعتراض کرنا تھا جو اس ازدواج(متعہ)کو حرام سمجھتے تھے، یعنی ابن مسعود اس آیت کے ذریعہ اس مطلب کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے تھے کہ یہ شادی طیبات اور اسلامی قوانین کاجز ہے، لہٰذااس کو ہمیشہ جائز رھنا چاہئے اوراس کی حرمت کا فتویٰ صادر کرنا، قانون اسلام اورحدود الٰھی سے تجاوزکرنے کے مترادف ہے ۔

نووی نے اس حدیث کی شرح میں اس طرح لکھا ہے:

ابن مسعودکا اعتراض یہ بتلاتاہے کہ وہ بھی ابن عباس کی طرح متعہ کو حلال سمجھتے تھے اور حکم (متعہ) کے نسخ ہونے کی انھیں اطلاع نہ تھی !!

۴ ...“عن ابی نضرة؛قال کنت عند جابر بن عبد الله فأتاه آت، فقال: ابن عباس وابن الزبیراختلفا فی المتعتین، فقال جابر: فعلنا هما مع رسول الله ،ثم نهانا عنهما عمرفلم نعد لهما”[97]

ابو نضرہ کھتے ہیں :

میں جابر ابن عبداللہ کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص وارد ہوااور کہنے لگا : ابن عباس و ابن زبیر جو (متعۃ النکاح ومتعۃ الحج)کے بارے میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں !جابر نے کھا:ھم رسول ﷺ کے زمانے میں دونوں متعہ انجام دے چکے ہیں ، لیکن جب سے عمر نے ہمیں متعہ کرنے سے منع کیا ہے تب سے ہم نے انجام نہیں دیاہے۔

۵۔ مسلم اپنے تمام اسناد کے ساتھ حصین بن عمران سے نقل کرتے ہیں :

آیہ متعہ تو کتاب خدا میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے نسخ کے بارے میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی ہے اوریھی نہیں بلکہ رسول ﷺ خدانے بھی خود اس کے انجام دینے کا امر فرمایا ہے،چنانچہ ہم حیات رسول ﷺ میں اس بارے میں رسول ﷺ کی پیروی کرتے رہے اور آپ نے اپنے آخری لمح ات تک ہم کو متعہ کرنے سے نہیں روکا، لیکن بعد میں ایک مرد آیا اس نے اپنی رائے سے اس میں تغیر و تبدل کردیا!![98]

۳۔ تحریم متعہ خلیفہ ثانی کی زبانی !!

محترم قارئین ! مذکورہ مباحث سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ حکمِ متعہ قرآن، سنت اوراجماع کی رو سیجائز ہے اور اس کی تشریع رسول اسلام ﷺ کے زمانے میں ہوچکی تھی اور مذکورہ پانچ میں سے تین حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم ابوبکر کے زمانے (اورچند سال عمر کے زمانے) میں بھی جاری رہا ، لیکن عمر نے چند سال کے بعد اس کو اپنے دور خلافت میں حرام قراردے دیا ،چنانچہ ذیل میں ہم چند سنی مورخین و محدثین کے اقوال اس بارے میں کہ عمر نے متعہ کو حرام کردیا تھا نقل کرتے ہیں :

۱۔احمد ابن حنبل نے اپنی کتاب "المسند" میں ابی نضرہ سے نقل کیا ہے :

میں نیجابر بن عبد اللہ سے کہا کہ ابی زبیر متعہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور ابن عباس متعہ کرنے کا امر کرتے ہیں ،جابر نے کہا: کیا خوب توباخبر شخص کے پاس آیاہے، ھم توخود رسول ﷺ کے زمانے میں متعہ کرتے تھے اور ابوبکر کے زمانے میں بھی ہم نے اس پر عمل کیاہے، البتہ جب عمر تخت خلافت پر بیٹھے تو ایک روز خطبہ میں کہنے لگے: قرآن وھی قرآن ہے اوررسول ﷺ وھی رسول ﷺ ہے ، لیکن دو متعہ رسول ﷺ کے زمانے میں جائز تھے "متعۃالحج اورمتعۃالنساء "ان کو میں حرام قرار دیتاہوں:)(وانھماکانتا متعتان علی عھد رسول اللہ.ص() [99]

عرض مولف

مسند احمدبن حنبل میں حدیث کا آخری حصہ عمداً حذف کردیاگیا ہیجو یہ تھا:

"آج سے میں ان پرپابندی لگارھا ہوں اورجو ان کو انجام دے گا اس کو سخت سزادوں گا۔"

۲۔جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں :

عمر سب سے پہلے فردھیں جنھوں نے متعہ کرنے سے لوگوں کو منع کیا!!

"اول من حرم المتعۃ۔" [100]

۳۔ابن رشداندلسی مشہور فقیہ و فلسفی(متوفی ۵۹۵ھ)لکھتے ہیں :

یہ بات مشہورہے کہ ابن عباس متعہ کو حلال سمجھتے تھے اور اس عقیدہ میں آپ کے ہم خیال کچھ اہل یمن و اہل مکہ حضرات بھی تھے اورآپ جواز متعہ پر آیہ (مَاۤاسْتَمْتَعْتُمْ) سے استدلال کرتے تھے اورآپ کی قرات میں (اِلیٰ اَجَلٍ مُسَمّٰی) بھی تھا۔

پھر ابن رشد اندلسی نقل کرتے ہیں :

ابن عباس کہتے تھے: متعہ پروردگار عالم کی طرف سے ایک رحمت تھی جسے خدا وند عالم نے امت محمدی کو بالخصوص عطا کی تھی ،چنانچہ اگر عمر اس سے منع نہ کرتے تو بھت ہی کم افراد زنا انجام دیتے ۔

اس کے بعد ابن رشد کھتے ہیں :

''وهذاالذی روی عن ابن عباس ابن رواه عنه ابن جریج وعمروبن دینار و عن عطاء؛قال:سمعت جابر بن عبد الله بقول : تمتعنا علی عهد رسول الله و ابی بکرونصفا من خلافة عمر ثم نهی عنها الناس ''[101]

ابن جریج اور عمرو بن دینار نے بھی ابن عباس سے وھی نقل کیا ہیجو ہم نے اوپر نقل کیا، اسی طرح عطاء سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نیجابر بن عبد اللہ سے سنا کہ آپ کھتے تھے: ھم رسول ﷺ اور پھر ابوبکر کے زمانے میں اور نصف دور خلافت عمر تک متعہ (وقتی نکاح) کرتے تھے، لیکن بعد میں عمر نے اس کو انجام دینے سے روک دیا۔

عرض مولف

ابن رشد کے نقل کے مطابق ابن جریج جواز متعہ کے قائل تھے اورابن جریج (متوفی ۱۵۰ھ) اپنے زمانہ کے بھت بڑے فقیہ اور اہل مکہ کے ممتاز علمائے دین میں سے تھے، چنانچہ عبداللہ بن احمد بن حنبل کھتے ہیں :

'' میں نے اپنے والد سے سوال کیا: سب سے پھلے کس نے تالیف کا کام کیا ؟ میرے والد نے کھا: ابن جریح نے''۔

اسی طرح امام شافعی کھتے ہیں:

ابن جریج نے اپنی زندگی میں ستر عورتوں سے متعہ کیا تھا۔

''قال الشافعی : استمتع ابن جریج سبعین امرائة نکاح ا لمتعة''[102]

اسی طرح عالم علم رجال امام ذھبی؛ ابن جریج کے بارے میں کھتے ہیں :

آپ اپنے زمانہ میں فقیہ اہل مکہ تھے اورآپ نے ستر(۷۰)عورتوں سے متعہ کیا تھا اورآپ تمام علمائے رجال کے نزدیک قابل وثوق ہیں ۔[103]

۴۔فاضل قوشچی کھتے ہیں :

عمر نے بالائے منبر کھا : تین چیزوں پہ رسول ﷺ کے زمانے میں عمل ہوتا تھا،آج سے میں ان کو انجام دینے سے منع کرتاہوں،جو ان کو انجام دے گا اس کو میں سخت سزادوں گا،وہ تین چیزیں یہ ہیں:متعةالنساء،متعةالحج،حی علیٰ خیرالعمل۔[104]

۵۔جب مامون نے اپنے دورحکومت میں چاہاکہ متعہ النساء کو جائز کرے توعلمائے اہل سنت میں سیجناب محمدبن منصوراورابوالعیناء مامون کے پاس پہنچے،مامون اس وقت مسواک کر رھا تھا اور غصہ کی ح الت میں عمر کے ان جملوں((متعتان کانتاعلی عھد رسول ﷺ اللہ و ابی بکر وانٓا انھی عنھما۔ عھد رسول اور عھد ابوبکر میں دو متعہ تھے لیکن آج سے میں ان کو انجام دینے

سے منع کر رہا ہوں)) کی تکرار کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا:"ومن انت یاجعل حتیٰ تنهی عما قال له رسول ﷺ الله وابوبکر "اے عمر تو اس چیز سے منع کرنے والا کون ہوتا جسے رسول خدا ﷺ اور ابوبکر نےجائز قرار دیا ہو ؟!

محمد بن منصور نے چاہا کہ مامون سے گفتگو کرے لیکن ابو العیناء نے کہا: خاموش رہ جو شخص عمر کو ہدف تنقید قرار دے سکتا ہے ہم اس کو کیسے قائل کر سکتے ہیں کہ حکم متعہ جاری نہ کرے!! اتنے میں یحیی بن اکثم وارد ہوا اور مامون رشید کو اس حکم کیجاری کر نے کی صورت میں شورش، فتنہ و فساد برپا ہونے کے خطرہ سے آگاہ کیا ،چنانچہ مامون رشید حکم متعہ جاری کرنے سے منصرف ہو گیا۔ (105)

۴۔ نسخ حکمِ متعہ کی حقیقت

جب بھی خلفاء کو اسلامی احکام کے تحریف و تبدیل کرنے کی وجہ سے ہدف تنقید قرار دیا جاتا ہے تو کچھ خوش عقیدہ حضرات دو چیزوں (جھوٹی احادیث اور اجتھاد) ک ا سھارا لے کر خلفاء کے ہر قسم کے سیاہ کارناموں کو درست کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں !! یعنی جب ہم خلفاء کو اسلامی احکام تبدیل کرنے پر ہدف تنقید قرار دیتے ہیں تو علمائے اہل سنت جب خلفاء کو اجتھاد کے سھارے سے نہیں بچا پاتے تو آپ حضرات کی رائے کی موافقت میں رسول ﷺ کی طرف بلا واسطہ جھوٹی حدیثیں منسوب کردیتے ہیں !! خلاصہ یہ کہ جب ان لوگوں نےجھوٹی حدیثوں کے ذریعہ اپنا مقصد پورا ہوتا ہوا نھیں دیکھا تو اجتھاد ک ا سھارا لیا ہے اور ہر خلیفہ کے حکم کو اس کے خاص اجتھاد کی طرف مستند کیا ہے اور بعض مواقع پر تو ان لوگوں نے دونوں(اجتھاداور جعلی حدیثوں) چیزوں ک ا سھارا لیا ہے ،چنانچہ حکم متعہ کے سلسلے میں بھی انھیں دونوں پھلووں کو اختیار کیا گیا ہے!!

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ کتب احادیث و تواریخ سے ثابت ہے کہ حکم متعہ پر رسول ﷺ اور ابو بکر کے زمانے میں قرآن اور حکم رسول اسلا ﷺ م کے مطابق عمل ہوتا رہا اور یھی نہیں بلکہ عمر کے زمانہ خلافت میں بھی مسلمانوں نے اس حکم پر چند سال تک عمل کیا ، لیکن عمر نے بعد میں یہ اعلان کردیا کہ جو اس حکم پر عمل کرے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی !!

قارئین کرام!اگرچہ گزشتہ صفحات میں اس سے متعلق ہم مورخین کے اقوال اور احادیث نقل کر چکے ہیں لیکن قابل توجہ بات یھاں پر یہ ہے کہ جب عمر نے اس حکم کو ممنوع قرار دیا تو بھی کچھ صحا بہ کرام نےجن کا شمار محدثین اور مفسرینِ قرآن میں ہوتا ہے، اسی زمانہ میں اس بارے میں عمر کے حکم کی آشکارا مخالفت کی اور آپ حضرات نے اسی زمانہ میں اس بات کی تصریح فرمادی تھی کہ جواز متعہ اسلام کا قابل تبدیل حکم نہیں ہے ، لیکن بعد میں خلیفہ صاحب کے عیب پر پردہ ڈالنے کیلئے اور ان کے حکم کو ثابت کرنے کیلئے ایک چال چلی گئی کہ حکمِ متعہ قرآن کی دیگر آیات سے منسوخ قرار دے دیا گیا ہے، لہٰذا حکم متعہ اسلام کے منسوخہ احکام میں سے ہے ، اسی طرح نسخِ حکمِ متعہ کے بارے میں احادیث بھی جعل کی گئیں ، چنانچہ کبھی یہ بھانہ کیا گیا کہ خلیفہ صاحب نے اپنے اجتھاد

سے حکم متعہ کو ممنوع قرار دیا ہے !!فاضل قوشچی نے اسی نظریہ کو اپنایا ہے،چونکہ نسخ ان کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے، بھر حال آیہ متعہ کے منسوخ ہونے اور اس کے احکام اور ان کیجوابات کے بارے میں اگر بحث کی جائے تو اس سلسلے میں ایک کتاب درکار ہے ، لہٰذا آپ اس کی تفصیلی معلومات کے لئے کتاب الغدیر، تفسیر میزان اور تفسیربیان دیکھئے۔[106]

البتہ ہم چند امور کی طرف یھاں پرآپ کی توجہ کو مبذول کرانا چاہتے ہیں :

حکمِ متعہ قرآن کے ذریعہ نسخ ہوا ی ا سنت کے ذریعہ ؟!

جو حضرات رسول اسلام کے زمانے میں حکم متعہ کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں وہ خود ایک غیر قابل جمع شدید اختلاف میں بتلا ہیں ، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آیہ متعہ کی منسوخیت کا صرف ایک بھانہ ہے،کیونکہ کچھ حضرات ان میں سے ایسے ہیں جو آیہ متعہ کو قرآن کی دیگر آیات سے منسوخ ہونا سمجھتے ہیں اور بعض احادیث سے آیہ متعہ کو نسخ قرار دیدیتے ہیں اور پھر ان دونوں کے درمیان بھی آپس میں ایسا اختلاف ہیجس کا جمع ہونا نا ممکن امر ہے۔

حکمِ متعہ کا قرآن سے نسخ ہونے کادعوی اور اس کا جواب

جو لوگ قرآن سے حکم متعہ کے نسخ ہونے کے قائل ہیں ان کے درمیان پانچ قول ہیں :

۱۔بعض لوگ آیہ:

(وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حا فِظُوْنَ. اِلَّاعَلىٰ اَزْوَاْجِهِمْ)[107]اور جو(اپنی) شرمگاہوں کوحرام سے بچاتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے

سے حکم متعہ کو منسوخ سمجھتے ہیں۔

۲۔بعض اس آیت سے :

(وَالْمُطَلَّقَاْتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهنَ ثلاَثَةَ قُرُوْءٍ وَلَايَحِلُ لَهن اَنْ يَكْتُمْنَ مَاْخَلَقَ اللهِ فِىْ أَرْحا مِهن...)[108]

۳۔بعض لوگ اس آیت سے:

(وَلَكُمْ نِصْفُ مَاْ تَرَکَ اَزْوَاْجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهن وَلَدٌ...)[109]

۴۔بعض لوگ اس آیت سے :

(حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَهَاْتُكُمْ وَبَنَاْتُكُمْ وَأَخْوَاْتُكُمْ وَعَمَّاْتُكُمْ...)[110]

۵۔اور بعض لوگ اُس آیت سے منسوخ سمجھتے ہیں جس میں ازواج کی تعداد بیان کی گئی ہے:

(وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِيْ الْيَتٰمىٰ فَاَنْكِحُوْاَمَ ْاطَاْبَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنىٰ وَثُلاثُ وَرُبٰعُ......) (111)

ح الانکہ مذکورہ آیات میں سے کسی بھی آیت کا مفہوم آیہ متعہ سے متضاد نظر نہیں آتا جس کی بنا پر حکم ِمتعہ کو منسوخ قرار دیا جا سکے یعنی اگر ان آیات کا مفہوم آیہ متعہ سے متضاد ہوتا تب یہ آیات حکم ِمتعہ کی ناسخ قرار پا سکتی تھیں اورچونکہ ان آیات کا مفہوم آیہ متعہ سے متضاد نہیں ہے لہذا آیہ متعہ منسوخ نہیں ہو سکتی اور پھر یہ کہ ان میں سے بعض آیات مکی ہیں اور آیہ متعہ مدنی ہے، لہذا اس صورت میں مکی آیات جوپھلے نازل ہوئیں ،مدنی آیت کی جو بعد میں نازل ہوئیں ناسخ کیسے قرار پ اسکتی ہیں ؟! کیونکہ منسوخہ آیات کے لئے ضروری ہے کہ ناسخ آیات ان سے قبل نازل نہ ہوئیں ہوں بلکہ بعد میں نازل ہوئی ہوں ۔

---

[62] صحیح مسلم ج ۴،کتاب الحج ،باب(۱۷)"بیان وجوه الاحرام وانه يجوزافراد الحج والتمتع"حدیث۱۲۱۶۔

[63] صحیح مسلم جلد۴،کتاب الحج، باب" بیان وجوه الاحرام''حدیث۱۲۱۱،

یہ حدیث کتاب الحج کی ۱۳۰ / ایک سو تیسویں حدیث ہے۔

[64] جس طرح امام بخاری نے مذکورہ مضمون سے متعلق متعدد احادیث نقل کی ہیں اسی طرح مسلم نے بھی متعدد طرق و اسناد کے ساتھ مختلف روایات نقل کی ہیں ۔ متر جم۔

[65] صحیح مسلم جلد ۴ ،کتاب الحج ، باب(۲۳)" جواز التمتع "حدیث ۱۲۲۳ ۔ ۱۲۲۶ ۔(ان دونوں روایتوں کو مسلم نے متعدد اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔مترجم)۔ صحیح بخاری :جلد ۲ ،کتاب الحج، باب" تمتع "حدیث ۱۴۹۶ ۔ جلد ۵، کتاب المغازی، باب" بعث ابی موسی الی الیمن" حدیث ۴۰۸۹۔

[66] صحیح مسلم جلد ۴ ،کتاب النکاح ،باب "نکاحالمتعة" حدیث۱۴۰۵ (کتاب النکاح کی حدیث نمبر ۱۷)۔

[67] صحیح مسلم جلد ۴ ،کتاب الحج ،باب "جواز التمتع "حدیث ۱۲۲۶ ۔(کتاب الحج کی حدیث نمبر ۱۶۸)

[68] مسلم نے باب نکاح المتعہ اور باب التمتع میں متعہ النساء اور جواز تمتع سے متعلق متعدد احادیث مختلف طرق و اسناد کے ساتھ اپنی صحیح میں نقل کی ہیں جن سے یقینی طور پر ان کا جواز ثابت ہوتا ہے ، مذکورہ حوالے ملاحظہ فرمائیں ۔ مترجم۔

[69] احکام القرآن جصاص جلد ۱ ، تفسیر سورۃ البقرۃ، ص ۳۴۲، ۳۴۵۔ جلد ۲، تفسیر سورہ النساء ،ص ۱۹۱ ۔ تفسیر قرطبی جلد ۲ ،تفسیر سورۃ البقرۃ، قولہ تعالی : "فان احصرتم فما استیسر من الھدی "ص۳۶۵۔

کنزالعمال جلد ۱۶ ، النکاح_الافعال، حدیث ۴۵۷۱۵، ص۳۵۳، ۳۵۲، (مطبوعہ: ہندوستان)۔ شرح تجرید قوشچی، فصل امامت۔

[70] صحیح مسلم جلد۴ ،کتاب الحج، باب" فی نسخ التحلل "حدیث ۱۲۲۲(کتاب الحج کی حدیث نمبر ۱۵۷)

سنن نسائی جلد۵، کتاب مناسک الحج ،باب" التمتع "ص ۱۵۳ ۔ سنن ابن ماجہ جلد ۲، کتاب المناسک ،باب " التمتع بالعمرۃ الی الحج "حدیث ۲۹۷۹۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۱، مسند عمر بن الخطاب ،ص۴۹ ۔ ۵۰۔

[71] شرح صحیح مسلم جلد ۴، کتاب الحج، ص ۴۶، مطبوعہ: بیروت لبنان ۱۳۳۴ھ ۔

[72] حاشیۃ السندی علی سنن النسائی جلد ۵، کتاب مناسک الحج، باب (۱۵۲) " التمتع "۔

[73] سورہ احزاب، آیت ۳۶، پ ۲۲۔

[74] صحیح بخاری جلد ۲، کتاب الحج، باب (۳۴) "التمتع والاقران" حدیث ۱۴۸۸ ۔

[75] صحیح بخاری جلد ۱، کتاب الحج، باب (۳۴) "التمتع والاقران" حدیث ۱۴۹۴ ۔

صحیح مسلم جلد ۴، کتاب الحج، باب (۲۳) " جواز التمتع " حدیث ۱۲۲۳ ۔

[76] سنن النسائی جلد ۵، کتاب مناسک الحج، باب (۱۵۲) التمتع۔

[77] حاشیۃ السندی علی سنن النسائی جلد ۵، کتاب مناسک الحج، باب (۱۵۲) التمتع۔

[78] جامع بیان العلم و فضلہ جلد ۲، باب "معرفۃ اصول العلم و حقیقتہ "ص ۳۷۔

[79] صحیح مسلم جلد ۱، کتاب الحج، باب "حج تمتع" و باب " متعۃ النکاح "

[80] سنن نسائی جلد ۴، کتاب مناسک الحج، باب " التمتع " ص ۱۵۲ ۔

[81] صحیح مسلم جلد ۴، کتاب الحج، باب "جواز التمتع "حدیث ۱۲۲۵ ۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۱، مسند سعید بن زید بن عمرو ص ۱۸۱ ۔

[82] اگر اہل سنت حضرات سے الٹ کر کوئی سوال کرے کہ جس حکم کو خدا و رسول ﷺ نےجائز قرار دیا ہو کیا وہ ایک عام آدمی کے حرام قرار دینے سے حرام ہوجائے گا؟! لہٰذا قابل اعتراض تو وہ مذہب ہےجو حرمت متعہ پر آج تک قائم رہ کر الٹی گنگا بھا رہا ہے نہ کہ وہ مذہب جو حکم خدا اور رسول ﷺ پر عمل پیرا ہے۔ مترجم۔

[83] متعہ کے بقیہ جزئی احکام، فقھی کتابوں میں دیکھئے۔

[84] تفسیر کبیر فخر رازی، سورہ نساء، آیت نمبر ۲۹۔

[85] سورہ نساء، آیت ۲۴، پ ۵۔

[86] تفسیر طبری جلد ۵، سورہ نساء آیت ۲۴ ۔ تفسیر کشاف جلد ۱، سورہ نساء، آیت ۲۴، ص ۵۱۹۔ تفسیر کبیر جلد ۳، سورہ نساء، آیت ۲۴، ص ۲۰۱۔

[87] سورہ نساء، آیت ۳۔۴، پ ۴۔

[88] سورہ نساء، آیت ۲۵، پ ۵۔

[89] سورہ نساء، آیت ۲۴ ، پ ۵۔

[90] صحیح مسلم جلد ۴، کتاب النکاح، باب "النکاح المتعۃ" حدیث ۱۴۰۵

[91] صحیح مسلم جلد ۴، کتاب النکاح، باب "النکاح المتعۃ" حدیث ۱۴۰۵

[92] صحیح بخاری جلد ۷، کتاب النکاح، باب "نھی رسول اللہ عن نکاح المتعۃ آخراً" حدیث ۴۸۲۷۔

[93] صحیح مسلم جلد ۴، کتاب النکاح، باب "نکاح المتعہ" حدیث ۱۴۰۵۔

[94] فتح الباری جلد ۹، ص ۱۴۹۔

[95] سورہ مائدہ، آیت نمبر ۸۷، پ ۷۔

[96] صحیح بخاری: جلد ۶، کتاب التفسیر تفسیر سورہ مائدۃ، باب (۹) <لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللہ لَكُم> حدیث ۴۳۳۹ ۔ جلد ۷، کتاب النکاح، باب "مایکرہ من التبتل والخِصاء" حدیث ۴۷۸۷۔

صحیح مسلم جلد ۴، کتاب النکاح، باب "نکاح المتعۃ" حدیث ۱۴۰۴۔

[97] صحیح مسلم جلد ۴، کتاب النکاح، باب "نکاح المتعہ" حدیث ۱۴۰۵۔

[98] صحیح مسلم جلد ۱، کتاب الحج کی حدیث نمبر ۱۷۲۔

[99] مسند احمد جلد ۱، مسند عمر بن الخطاب، ص ۵۲۔

[100] تاریخ الخلفاء، فصل: اولیات عمر ص ۱۳۷۔

[101] بدایۃ المجتھد جلد ۲، کتاب النکاح، "الاول: منھا نکاح الشغار" ص ۴۷۔

[102] تہذیب التہذیب جلد ۶، (۷۵۸_۴) السنۃ، ص ۳۶۰۔

[103] میزان الاعتدال، (نمبر ۵۲۲۷، عبد الملک __ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ابوخالد المکی حرف العین، تحقیق علی محمد البجاوی جلد ۲،۶۵۹۔

[104] شرح تجرید الاعتقاد قوشچی فصل امامت۔ ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغہ جلد ۱، خطبۂ شقشقیہ ص ۱۸۲ میں نقل کیا ہے مگر آخری جملہ (حی علی خیر العمل) کو حذف کر دیا ہے۔

[105] تاریخ ابن خلکان جلد ۲، ص ۳۵۹ (مطبوعہ: ایران)۔ وفیات الاعیان در بیان حالات یحیی بن اکثم۔ ان دو کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

[106] الغدیر جلد ۶۔ تفسیر المیزان جلد ۴۔ البیان، مصنفہ آیۃ اللہ العظمیٰ خوئیؒ۔

[107] سورہ مومنون، آیت ۵، ۶ پ ۱۸۔

[108] سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۲۸، پ ۲۔

[109] سورہ نساء، آیت نمبر آیت ۱۲، پ ۴۔

[110] سورہ نساء، آیت نمبر ۲۳، پ۴ ۔

[111] سورہ نساء ،آیت نمبر۳۔

حدیث کے ذریعہ منسوخ ہونے کادعویٰ!

جو حضرات احادیث شریفہ سے آیہ متعہ کو منسوخ سمجھتے ہیں ان کے درمیان بھی مختلف اقوال نظر آتے ہیں، یھاں تک کہ ان میں پندرہ قول پائیجاتے ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل متضاد و متناقض ہیں ان میں سے پانچ یہ ہیں :

۱۔ بعض روایات میں وارد ہواہے کہ حکم متعہ جنگ خیبر میں منسوخ ہوا۔

۲۔ بعض روایات میں آیاہے کہ یہ حکم فتح مکہ میں نسخ ہوا۔

۳۔ بعض میں جنگ تبوک کاتذکرہ ہے۔

۴۔ بعض روایات میں حجۃالوداع کے موقع پر نسخ ہونے کو بتلایا گیاہے۔

۵۔ بعض میں جنگ حنین کا ذکر ہے۔وغیرہ وغیرہ

قارئین کرام! عدمِ طوالت کی بنا پرتمام اقوال نقل کرنے سے ہم معذرت خواہ ہیں صرف حوالہ کتاب پر اختصارکرتے ہیں۔[112]

الغرض جیسا کہ ہم پھلے بتا چکے ہیں کہ صحیح روایات بالخصوص صحیحین کی روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ حکمِ متعہ کا نسخ ہونا نہ قرآن کے ذریعہ ثابت ہے اور نہ ہی سنت رسول ﷺ کے ذریعہ، بلکہ یہ حکم رسول سلام، ﷺ ابوبکرا ورعمر کے تھوڑے زمانہ خلافت تک جاری رھا اور عمر نے چند سال کے بعد اپنے دور خلافت میں اس کو حرام قراردیدیا اورقابل توجہ بات یہ ہے کہ جن روایات میں حکمِ متعہ کے منسوخ ہونے کاتذکرہ ہے وہ قرآن اور صحیح روایات سے متعارض و متضاد ہونے کے ساتھ ساتھ خبرآح اد بھی ہیں اور یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہوچکی ہے کہ نسخِ حکم قرآن کریم خبر واحد سے نہیں ہوسکتا۔

۵۔ تھمتیں اورافتراپردازیاں!

جیساکہ ذکر ہو چکاکہ حکمِ متعہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور اس حکم کے حدود اور شرائط شیعہ فقھی کتب میں واضح طورپر موجودھیں، لیکن افسوس کہ اس کے باوجود کئی علمائے اہل سنت جیسے غریقی نیجب حکم متعہ کی(غلط سلط) نسخ ہونے کی توجیھات کو غیر مناسب دیکھا تو اپنے کو ھر طرح سے مجبور پاکر اس شخص کی طرح جو دریا میں غرق ہوتا جارھا ہو لیکن ھاتھ پیر مار کر سھارے کے لئے ایک تنکا تلاش کر رھا ہو، اپنے خبث باطنی اوربر بنائے تعصب بے بنیاد اور واہیات چیزیں خود حکم متعہ میں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ذیل میں ہم ان علمائے اہل سنت میں سے صرف چار علمائے اہل سنت کے اسمائے گرامی تحریر کرتے ہیں ،جنھوں نے کھوکھلے فکری اور وھمی نتائج متعہ میں پیدا کرنے کی سعی لاحاصل فرمائی ہے :

۱۔ شیخ محمد عبدہ: آپ حکمِ متعہ کی مخالفت میں تحریر فرماتے ہیں :

"متعہ عورت کی عفت اور اس کے کلی قانون ازدواج کے خلاف ہے، کیونکہ اس طرح کے نکاح میں مرد اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہیں رکھتا اور اس طرح کی شادی در حقیقت اس عورت کی عفت ریزی اور آبرو برباد کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ جو عورت ھر روز اپنے آپ کو کرائے پرایک دوسرے مرد کے اختیار میں دیدے اس کی شخصیت اور عزت کیا رہے گی؟اور ایسی عورت کے حق میں یہ شعر پڑھنا مناسب ہوگا :

کرةحذفت بصوالجة -- . -- فتلقّفهارِجْلٌ من رجل

وہ (عورت) اس گیند کے مانند ہیجس کو ایک طرف سے دوسری طرف پیروں سے ٹھکیل دیتے ہیں اور وہ اِدھر سے اُدھر اچھلتی پھرتی ہے"[113]

عرض مولف

ازدواج موقت(متعہ) عورت کی عفت کے بر خلاف اور قانون ازدواج کے منافی اس وقت ہو سکتا ہیجب ہم متعہ کو(مثل صاحب المنار) شرعی حیثیت نہ دیں اور اس کو زنا و سفاح سے تعبیر کریں،یعنی شیخ محمدعبدہ نیجو وجوھات بیان کی ہیں کہ متعہ سے عورت کی عفت اور شخصیت مجروح ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ یہ ساری وجوھات اس وقت تسلیم کی جاسکتی ہیں جب حکمِ متعہ (عقد موقت)کو غیر شرعی مانیں اور اس کے لئے کوئی حدبندی نہ ہو، حالانکہ ہم گزشتہ صفحات میں ثابت کرچکے ہیں کہ اس کے لئے بھی دائمی نکاح کی مانند احکام اور شرائط پائیجاتے ہیں ۔[114]

اور صاحب تفسیر المنار (شیخ عبدہ)کا یہ کہنا کہ متعہ والی عورت ایسی ہیجیسے ایک عورت روزانہ اپنے کو کرایہ پر دیدے اور ایک گیند کی طرح ایک ھاتھ سے دوسرے ھاتھمیں ناچتی پھرے۔

اولاً: یہ اعتراض اگر صحیح ہوتوڈائریکٹ شریعت محمدی پر ہوگا کیونکہ رسول ﷺ کے زمانہ میں بھی تو یہ حکم نافذالعمل تھا اور جو چیز قبیح ہے وہ ہمیشہ قبیح ہوگی لہٰذاایسا ھرگز نہیں ہو سکتا کہ مذکورہ تشبیہ صرف ایک زمانہ سے مخصوص ہو یعنی متعہ کا قبیح ہونا صرف ہمارے زمانے کے لحاظ سے ہو اور جو مسلمان صدر اسلام میں متعہ کرتے تھے ان کو شامل نہ ہو !!

ثانیا: یہ اعتراض اس عورت پر بھی جاری ہو سکتا ہیجو دائمی عقد میں ہو، کیونکہ اس کے لئے بھی مناسب نہ ہوگا کہ اگر اس کی طلاق ہو جائے تو وہ دوسرا شوھر کرے، یادوسرا شوھر مرنے کے بعد کوئی تیسرا شوھر کرے، اس لئے کہ اس صورت میں یہ بھی شیخ

محمد عبدہ کے معیار کے مطابق ایک مرد کے ھاتھ سے دوسرے مرد کے ھاتھمیں مثل گیند کیجائے گی ، پس عقد دائمی والی عورت کے لئے دوسرا شوھر کرنا بھی بقول صاحب المنار عزت و آبرو کے خلاف ہے!!

اس سے بھی تعجب خیزبات صاحب المنارکی وہ ہیجسے وہ آگے اس طرح بیان کرتے ہیں :

"جو بحث میں نے متعہ کے سلسلے میں کی ہے وہ صرف حقیقت پر مبنی ہے اور مذھبی تعصب سے باکل دور ہوکر بیان کی ہے، یہ ایک دردِدل تھا جو میں نے بیان کردیا"!!

اللہ اکبر! کیا دردِ دل اور حقیقت بیانی سے کام لیا ہے؟ ! قارئین آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا یھی انصاف ، حقیقت بیانی اور دردِ دل ہے کہ ایک شرعی حکم جو قرآن مجید، سنت رسول ﷺ اور اجماع مسلمین سے ثابت ہو ، اس کی غلط توجیھات بیان کرکے کالعدم قراردیاجائے ؟!

کیا یہ مذھبی تعصب اور شریعت اسلامیہ کے ساتھ مسخرہ پن نہیں تو کیا ہے ؟!!

۲ ۔ موسیٰ جاراللہ : اپنی کتاب "الوشیعہ" میں تحریر کرتے ہیں :

اسلام میں متعہ یعنی معینہ مدت کا نکاح نام کا کوئی حکم وجود نہیں رکھتا اور نہ اس کیجواز کے سلسلہ میں کوئی آیہ قرآنی نازل ہوئی اور نہ صدر اسلام میں اس کیجواز کے بارے میں کوئی دلیل پائی جاتی ہیجو اس حکم کی تصدیق کرے ، البتہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ دور جاہلیت کی ایک رسم تھی جو مسلمانوں میں باقی رہ گئی تھی اوراس کے بارے میں شارع کی جانب سے کوئی اباحت اوراجازت نہیں ہے، لہٰذا متعہ کے لئے حکمِ نسخ آنے کا مطلب یہ نہ تھا کہ یہ ایک اسلامی قانون منسوخ ہورھا ہے، بلکہ یہ ایک دوران جاہلیت کی قبیح رسم کا ممنوع وحرام قرار دینا تھا جو نسخ کی صورت میں آیا ۔[115]

عرض مولف

موسیٰ جاراللہ کا جواب قارئین پر گزشتہ صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد خود ہی ظاہر ہوگیاہوگا، کیونکہ حکم متعہ قرآن و سنت سے ثابت ہوچکاہے اور تمام محدثین و مفسرین اس بارے میں اتفاق نظر رکھتے ہیں ، لہٰذا موسیٰ جاراللہ کا یہ دعوی کرنا کہ یہ حکم اسلام میں نہیں پایاجاتا تھا ، یا دوران جاہلیت کی رسم ہے ، یہ صریح کذب ، بے بنیاد دعوی اور کتب تفسیراورتاریخ اسلام کا مذاق اڑانا ہے (یا پھر یہ کہئے کہ موصوف اس قدر جھالت کے شکار ہیں کہ کتابیں پڑھنے کی ضرورت نھیں)

(فَوَیْلٌ لِلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَامِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لِیَشْتَرُوْا بِہ ثَمَنَاقَلِیْلاً فَوَیل لَّھُمْ مِمَّاکَتَبَتْ اَیْدِیْھِمْ وَوَیْلٌ لَّھُمْ مِمَّایَکْسِبُوْنَ) [116]

ویل ہو ان کے لئیجو لوگ اپنی طرف سے کتابیں لکھتے ہیں اور کھتے ہیں : یہ اللہ کی طرف سے ہیں تاکہ کچھ آمدنی ہو جائے ، ویل ہے اس کے لئیجس نے کتاب لکھی۔ الخ۔۔۔

۳ ۔ محمود شکری آلوسی لکھتے ہیں :

شیعہ حضرات کے یھاں متعارف متعہ کے علاوہ ایک متعہ اور ہوتا ہے جسے دوری متعہ کھتے ہیں اور اس متعہ کی فضیلت میں روایات بھی نقل کرتے ہیں ، اس کی صورت اس طرح ہے کہ کچھ لوگ ایک عورت سے متعہ کرتے ہیں اور عورت ان سے کھتی ہے کہ طلوع آفتاب سے لے کر کچھ دن چڑھنے تک تیرے متعہ میں ہوں اور اس کے بعدوقت ظھر تک دوسرے مرد کے اختیار میں اور ظھر سے عصر تک تیسرے مرد کے حوالے اور عصر سے مغرب تک کسی اور مرد کے متعہ میں اور مغرب سے عشاء تک ایک دوسرے مرد کے اختیار میں ، اس کے بعد نصف شب تک اور نصف شب سے لے کر صبح تک،کسی دوسرے مرد کے متعہ میں ہوں ۔[117]

عرض مولف

چونکہ گزشتہ مباحث میں ہم متعہ کی اصل حقیقت، ماہیت اور صورت بیان کرچکے ہیں لہٰذاآلوسی نیجس بات کو شیعوں کی طرف نسبت دی ہے وہ تھمت ،بھتان اورصریحا افتراء پردازی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔[118]

کیا کوئی نہیں جو اس (نا ھنجار) شخص سے دریافت کرے کہ کون شیعہ ہیجو اس متعہ کے طریقہ کو جانتا ہے ؟!

. وہ کونسا راوی ہیجس نے اس متعہ کی فضیلت میں روایات نقل کی ہیں ؟!اور وہ کون سی روایات ہیں جن میں اس متعہ کا نام آیا ہے؟!

. جوروایات اس شخص کے ذھن کی اختراع ہیں وہ کونسی کتاب میں ہیں ؟!اوران روایات کو کس محدث نے نقل کیا ہے ؟!

. آخر وہ کون سا مجتھد اور عالم ہیجس نے اس متعہ کیجواز کا فتویٰ دیا ہے ؟!

. وہ کون سی کتاب حدیث ، فقہ و تفسیر ہیجس میں اس متعہ کے بارے میں بحث کی گئی ہے ؟!

(وَلَایَحْزُنْکَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَلِلّٰہِ جَمِیْعاً وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ) [119]

۴ ۔ محمود شلتوت : مشھوراعتدال پسند عالم اہل سنت جناب شیخ محمود شلتوت سابق وائس چانسلر آف ازھریونیورسٹی مصر، اپنی وجاہت علمی اور وافر معلومات کے باوجود متعہ کے بارے میں تعصب کے شکار نظر آتے ہیں ،چنانچہ متعہ کے بارے میں اپنے تعصب کا اظھار اس طرح کرتے ہیں :

نکاح ِمتعہ کہ جس کی ایک قسم معینہ مدت کی شادی ہے، یہ ہے : مرد اس عورت سے توافق کرےجس سے شرعی طورپر شادی کرسکتاہو کہ وہ عورت اس کے پاس معینہ مدت ،یاغیر معینہ مدت تک کے لئے معین مھر کے عوض رہے گی !! اس کے بعد لکھتے ہیں

:لیکن قرآن مجید میں جو ازدواج کے سلسلہ میں احکام بیان کئے گئے ہیں، مثل توارث ،ثبوت نسب ، طلاق وعدّہ وغیرہ یہ سب ا حکام اس متعارف متعہ کے بارے میں نہیں ہیں جو ہم جانتے ہیں (یعنی شیعوں کا متعہ)[120]

عرض مولف

جیساکہ ہم پھلے بیان کر چکے ہیں کہ متعہ میں اساسی شرط یہ ہے کہ مدت معین ہواور اس ازدواج کے سلسلہ میں تمام اقسام عدہ ،نسب وتوارث کے تمام احکام پائیجاتے ہیں ، لہٰذا موقت ازدواج کو اقسام متعہ میں
شمار کرنا بے معنی ہے!!

(أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيْهِ مِن بَعْدِ اللهِ أَفَلاَ تَذَكَّرُوْنَ) [121]

۷۔ نمازتراویح کی حقیقت !!

نماز تراویح سے مراد وہ مستحبی نمازیں ہیں جنھیں ماہ رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ پڑھا جاتاہے ، البتہ ان نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرن ا سنت رسول ﷺ نہیں ہے ،بلکہ یہ نمازیں رسول خدا ﷺ اورابو بکرکے زمانہ میں اورچند سال دور خلافت عمرمیں فرادیٰ پڑھی جاتی تھیں ۔

دین اسلام میں کوئی بھی مستحب نماز سوائے نماز استسقاء کیجماعت سے نہیں پڑھی جاتی، کیونکہ جماعت کا اختصاص صرف واجبی نمازوں کے لئے ہے ۔

لیکن خلیفہ دوم حضرت عمر نے ۱۴ ہمیں مسلمانوں کو مجبور کیاکہ ماہ رمضان کی راتوں میں پڑھی جانے والی مستحب نمازیں جماعت سے ادا کی جائیں اوریہ حکم نامہ تمام اسلامی شھروں اورممالک میں ارسال کردیا اورمدینہ میں ابی بن کعب کو مردوں کا امام جماعت مقرر کیا اور عورتوں کے لئے تمیم داری کو امام جماعت بنایا ، چنانچہ کتب تواریخ و احادیث و بالاخص صحیحین میں نماز تراویح کے بارے میں اس طرح آیا ہے:

۱ ...''عن عبدالرحمن بن عبدالقاری؛ انہ قال:خرجت مع عمر بن الخطاب لیلة فی رمضان الیٰ المسجد ،فاذاالناس اوزاع متفرقون، یصلی الرجل لنفسہ، ویصلی الرجل،فیصلی بصلوتہ ا لرھط، فقال عمر:اِنّی أریٰ لو جمعت ھٰولاء علی قاریٔ واحد لکان امثل، ثم عزم فجمعھم علیٰ ابی بن کعب، ثم خرجت معہ لیلةاخریٰ، والناس یُصلُّون بصلاة قارئھم ،قال عمر:نعم البدعةھذہ...'' [122]

عبد الرحمن بن عبد القاری سے منقول ہے :

ایک روز میں رمضان المبارک کی شب میں عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد کی طرف گیا ،تو دیکھا کہ لوگ متفرق متفرق اپنی نمازیں ادا کررہے ہیں ، کچھ حضرات ایک جگہ اجتماع کرکے نماز ادا کررہے ہیں ،تو کوئی مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہا ہے ، جب عمر ابن خطاب نے اس حالت کو دیکھا تو کہنے لگے :اگر یھی حضرات کسی ایک فرد کے پیچھے نماز پڑھتے تو کتنا اچھا ہوتا ، اس کے بعد اس بارے میں فکر کرکے دستور دیا کہ تمام لوگ ابی بن کعب کے پیچھے یہ نماز با جماعت ادا کریں ، کچھ دنوں کے بعد ہم لوگ جب ایک شب مسجد میں آئے تو دیکھا کہ تمام نمازی ایک پیش نماز کے پیچھے نمازیں پڑھ رہے ہیں ، اس وقت عمر ابن خطاب نے مجھ سے کھا: کتنی اچھی یہ بدعت ہے:"نعم البدعة" جس کو میں نے رائج کیا ہے!!

۲۔۔۔ ''عن ابن شهاب عن حميد بن عبد الرحمان عن ابی هريرة؛ ان رسول الله ﷺ قال:من قام رمضان ايماناً واحتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه، قال ابن شهاب: فتوفی رسول الله ﷺ والا مرعلی ذالک، ثم کان الامر علی ذالک فی خلافة ابی بکر، وصدراً من خلافة عمر''۔[123]

بخاری اور مسلم نے ابو ھریرہ سے نقل کیا ہے :

رسول ﷺ نے فرمایا :جو بھی آخرت پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہوئے ، ماہ رمضان کی شبوں میں عبادت کرے ،اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیں گے، اس کے بعد ابو ھریرہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں :

آنحضرت ﷺ تا آخرِ وفات، شب ماہ رمضان کی تمام مستحبی نمازیں فرادی پڑھتے تھے اوراسی طریقہ سے حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں نماز پڑھی جاتی رھی اور خلافتِ عمر کے زمانہ اوائل میں بھی اسی طریقہ سے نماز پڑھی جاتی رھی!!

ابن سعد اپنی کتاب " الطبقات " میں لکھتے ہیں :

عمر وہ پھلے شخص ہیں جنھوں نے ماہ مبارک رمضان کی رات کی مستحبی نمازوں کو جماعت سے پڑھنے کا قانون نافذکیا اور تمام دیگر شھروں میں اس حکم کا ابلاغ فرمایااور یہ واقعہ ۱۴ ھمیں وقوع پذیر ہوا ،چنانچہ مدینہ والوں کے لئے دو پیش نماز معین فرمائے ،ایک مردوں کے لئے اور ایک عورتوں کے لئے ۔

"وهو (عمر) اول من سن قيام شهر رمضان و جمع علی ذالک و کتب به الی لبلدان و ذالک فی شهر رمضان سنة اربع عشرة "[124]

اس واقعہ کی طرف اجمالی طورپر کتاب " ارشادالساری "میں بھی اشارہ ملتاہے۔[125]

اسی طرح تاریخ اسلام کے مشہور مورخ یعقوبی، ۱۴ ھکے واقعات وحوادثات کو تحریر کرتے ہوئے قلمبند فرماتے ہیں :

اسی سال حضرت عمر نے شب ماہِ رمضان کی مستحب نمازوں کو با جماعت پڑھنے کا حکم جاری کیا اور تمام اسلامی ممالک میں اپنے اس حکم کو نافذ کروادیا، چنانچہ اہل مدینہ کے لئے ابیابن کعب اور تمیم داری کو پیش نماز معین کیا۔

اس کے بعدیعقوبی کھتے ہیں :

کچھ لوگوں نے خلیفہ پراعتراض کیا کہ رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں تو ایسا نہیں ہوا؟! عمرنیجواب دیا : اگر یہ بدعت بھی ہے تو اچھی (حسنہ) بدعت ہے: ''ان تکن بدعۃ فما احسنھا من بدعۃ''!![126]

علامہ جلال الدین سیوطی بھی اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں یھی تحریر فرماتے ہیں :

۱۴ ہمیں حضرت عمر نے لوگوں کو نماز تراویح کے پڑھنے پر مجبور کیا !!

''وفیھا(۱۴ہجری) جمع عمر بالناس علی صلاۃ التراویح ''[127]

حضرت علی علیہ السلام کی زبانی نماز تراویح کی رد

کتب روایات و تواریخ سے استفادہ ہوتاہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی اپنے دور حکومت میں متواتر کوشش یھی رھی کہ اس نماز کو اسی صورت پر پلٹا دیں جو رسول ﷺ کے زمانے میں تھی، لیکن مختلف وجوھات بشمول کچھ نادان سلمانوں کی بد بختی اور جھالت، درمیان میں آڑے رھیں جن کی وجہ سے امام علیہ السلام کی کوشش کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکی، چنانچہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اس بارے میں اپنی بے پایان کوشش اور مسلمانوں کی جھالت کی طرف (اپنے خطبات کے اندر)جا بجااشارہ فرمایا ہے:

...''امرت الناس ان لایجمعوافی شھررمضان الا فی فریضۃ، لنادی بعض الناس من اھل العسکر ممن یقاتل معی: یا اھل الاسلام !وقالوا غیرت سنۃعمر،نھینا ان نصلی فی شھررمضان تطوعاً،حتیٰ خفت ان یثوروافی ناحیۃ عسکری بوسی، لما لقیت من ھذہ الامۃ بعد نبیھا من الفرقۃوطاعۃائمۃالضلال والدعات الیٰ النار!!''[128]

میں نے لوگوں کو حکم دیا کہ ماہ رمضان میں نماز واجب کے علاوہ دوسری نمازوں کو جماعت سے نہ پڑھو،تو میرے لشکر میں سے ایک گروہ کی صدائے احتجاج بلند ہوئی کہ اے مسلمانو! سنت عمر کو بدلاجارھاہے !اورھم کوماہ رمضان کی نمازوں سے روکاجارھا ہے !اور ان لوگوں نے اس قدر شور و غوغا مچایاکہ میں ڈراکہ کھیں فتنہ برپانہ ہوجائے اور لشکر میں انقلاب نہ آجائے!تف ہو ایسے لوگوں پر، بعد پیمبر ﷺ کس قدر میں نے ان لوگوں سے سختیوں کو جھیلا ہے۔

ابن ابی الحدید کتاب ''الشافی'' سے نقل کرتے ہیں :

''کچھ لوگوں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے کوفہ میں عرض کیا کہ کسی کو بعنوان امام جماعت کوفہ میں معین کریں تاکہ وہ ماہ رمضان کے شبوں کی مستحب نمازوں کو جماعت سے پڑھائے، امام علیہ السلام نے اس عمل سے لوگوں کو منع کیا اوربتایاکہ یہ عمل

سنت رسول ﷺ کے بر خلاف ہے،چنانچہ بظاہر ان لوگوں نے بھی اپنی درخواست کو واپس لے لیا ، لیکن بعد میں ان لوگوں نے مسجد کے اندر ایک اجتماع کیا اور اپنے میں سے ہی ایک صاحب کو منتخب کر کے امام جماعت بنا لیا، جب امیر المومنین علیہ السلام کو اس کی اطلاع ہوئی تو امام حسن علیہ السلام کو بھیجا کہ اس بدعت کو روک دیں ، جب لوگوں نے امام حسن علیہ السلام کو تازیانہ لاتے ہوئے دیکھا تو "واعمراہ، واعمراہ" کی صدائیں بلند کرتے ہوئے مسجد کے مختلف دروازوں سے بھاگ نکلے "!![129]

بدرالدین عینی کی ناقص توجیہہ !!

شارح صحیح بخاری جناب بدرالدین عینی قول عمر "نعم البدعۃ ھٰذہ " کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں :

عمر نے اس نماز کو بدعت سے اس لئے تعبیر کیا ہے کیونکہ رسول ﷺ وابوبکر کے زمانے میں اس صورت میں کوئی نماز نہ تھی، بلکہ یہ نماز خود ان کی ایجاد کردہ تھی اور یہ بدعت چوں کہ ایک نیک عمل میں تھی لہذا اس بدعت کو غیر مشروع (ناجائز) شمار نہیں کریں گے!![130]

عرض مولف بدرالدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ جب آپ نماز تراویح کو بدعت (غیر مشروع) تسلیم کرتے ہیں تو پھر اس کو نیک اور بہتر سمجھنے کا کیا مطلب ؟! اور اگر آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ عمر کی بدعت سنت رسول ﷺ اور قانون خدا سے بھتر ہے تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا عقیدہ اور خیال کفر اور ضلالت ہے!!(کیونکہ یہ حق شارع کو ہوتا ہے کہ وہ شریعت کے احکام کو بتلائے اور جعل کرے نہ کہ مکلفین کو جو مصالحا ور مفاسد سے بے خبر ہوں)اور اگر آپ یہ کھیں کہ سنت خداو رسول ﷺ ، سنت عمر سے بھتر اور ارجح ہے تو پھر آپ اِس کی پیروی نہ کرکے بدعت عمریہ کی پیروی میں جو ایک مرجوح عمل ہے نماز تراویحا ج تلک کیوں پڑھتے آرہے ہیں ؟!!

۸ ۔ تین طلاقیں اور حضرت عمر!!

تین طلاقوں سے کیا مراد ہے ؟

مذھب شیعہ کے نزدیک تین طلاقوں کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرد تین دفعہ عورت کو طلاق دے اور ھر طلاق کے بعد عدّہ تمام ہونے سے قبل رجوع کرلے ،یا پھر انقضائے مدت ِعدہ کے بعد دوبارہ اس سے شادی کرلے، اس طرح سے اگر مرد تیسری مرتبہ طلاق دیدے تو وہ بیوی اس مردپر حرام ہو جائے گی لہذا اگر کوئی مرد ایسی عورت کو اپنے عقد میں لانا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ پھلے وہ عورت

کسی دوسرے مرد سے عقد کرے ، اور جب وہ (دوسرا مرد)طلاق (معہ شرائط) دیدے یا مرجائے تب اس سے اس کا پھلا شوھر دوبارہ شادی کر سکتا ہے ۔

چنانچہ قرآن مجید میں یہ حکم صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے :

(اَلطَّلاٰقُ مَرَّتٰانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعرُوفٍ اَوْ تَسْرِیحٌ بِاِحْسٰانٍ ...فَاِنْ طَلَّقَھٰافَلاٰ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَہُ ...) [131]

طلاق (رجعی جس کے بعد رجوع ہوسکتاہے)دوھی مرتبہ ہے، پھر اس کے بعد یا تو شریعت کے موافق روک لینا چاہئے، یا حسن ِ سلوک سے (تیسری دفعہ طلاقِ بائن دے کر)بالکل رخصت کر دے اور تم کو یہ جائز نہیں کہ جو کچھ تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے پھر کچھ واپس لے لو۔پھر اگر (تیسری)بار طلاق (بائن) دی تو اس کے بعد جب تلک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے، اس کے لئے حلال نہیں ۔

جملہ (اَلطَّلاٰقُ مرَّتاَنِ) دلالت کرتا ہے کہ خود طلاق کے اندر تعدّد ضروری ہے، یعنی طلاق دو دفعہ دی جائے، لہٰذا اگر طلاق ایک مرتبہ دے اوراس کے ساتھ لفظ تین کا اضافہ کردے، مثلاً اس طرح کھے :" میں تجھے تین مرتبہ طلاق دیتا ہوں(یاطلاق، طلاق ،طلاق کھے)"تو یہ تین طلاقیں شمار نہیں ہو گی ، بلکہ صرف ایک ہی طلا ق شمار کی جائیں گی چنانچہ ایسی صورت میں مرد عورت کی طرف عدہ طلاق کے دوران رجوع یا عدہ تمام ہونے پر اس سے دوسری شادی کرنے کا حق رکھتا ہے اور مرد کیلئے یہ طلاق اس بات کی موجب نہیں قرار پاتی کہ اس عورت کی طرف مردکارجوع کرنا حرام ہو جائے اور نہ ہی اس طلاق کی بنا پر مرد کا اس سے دوبارہ شادی کرناحرام ہوگا ۔

زمخشری جملہ (الطلاق مرتان) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وہ طلاق جس کے بعد شرعاً عورت مردپر حرام ہو جا تی ہے اوردوبارہ اس عورت کا مرد ، اس سے ازدواج نہیں کر سکتا یہ ہے کہ "مرد(دونوں طلاقوں میں سے)ھر ایک طلاق بطور مستقل اور جدا دے ، پس اگر کوئی مرددفعۃً واحدہ یکبارگی دونوں طلاقیں دیدے تو اس کی ایک طلاق شمار ہوگی "۔

اس کے بعد زمخشری کھتے ہیں :

آیت میں دوبار طلاق دینے سے مراد ، عملِ طلاق کا تعدد ہے، نہ کہ تعدد لفظ ، یعنی (طَلَّقْتُکَ طَلاَقَیْنِ) میں نے تجھے دو مرتبہ طلاق دی، یہ کہنا کافی نہیں ہے اور یہ طلاق دو مرتبہ شمار نہیں کی جا سکتی ، بلکہ ھر طلاق کو علیٰحدہ علیٰحدہ دینا ہو گا ، گویا یہ آیت بھی آیہ شریفہ (فَاْرْجِعِ الْبَصَرَکَرَّتَیْنِ) کی طرح ہیجس میں پھلی نگاہ کے بعددوسری نگاہ ، مراد ہے۔ "[132]

بھرکیف تین طلاقوں کا مسئلہ قرآن اور سنت کی رو سے بھت ہی واضحا ور روشن ہے ، لیکن خلیفہ دوم حضرت عمر نے تین طلاقوں کے لئے تعددِ لفظ کو کافی جاناہے ، یعنی اگر کوئی اپنی بیوی کو اس طرح کھے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں ،تو وہ عورت اس مردپر حرام ہو جائے گی یھاں تک کہ دوسرا مرد اس عورت کو اپنے حبالہ عقد میں لائے، اس کے بعد وہ مرجائے یا اپنی مرضی سے طلاق دیدے ،تب وہ عورت اپنے پھلے شوھر کیلئے عدّہ تمام ہونے کے بعد حلال ہوگی۔

اگرچہ اس مضمون کی روایات صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب اہل سنت میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن ہم صحیح مسلم سے یھاں نقل کرتے ہیں ، کیونکہ صحیحین کی روایات ہی ہماری موضوعِ بحث ہیں :

۱ ...“عن ابن عباس؛ قال: کان الطلاق علیٰ عهد رسول الله ﷺ وابی بکروسَنَتَین من خلافةعمرطلاق الثلاث واحدةً ،فقال عمربن الخطاب:ان الناس قد استعجلوا فی امرکانت لهم فیه اَناة، فلوامضَیْناه علیهم فامضاه علیهم۔[133]

ابن عباس سے منقول ہے :

عھد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعھد ابوبکر اور دوسال حضرت عمر کے دورانِ خلافت میں ، اگر کوئی تین مرتبہ لفظاًطلاق دیتا تو اس کو ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا ،یعنی اگر کوئی اپنی بیوی سے یہ کھتا: میں تجھے تین مرتبہ طلاق دیتا ہوں(یا طلاق ، طلاق، طلاق کھتا)تو اس کی ایک طلاق محسوب ہوتی تھی، لیکن خلیفہ دوم حضرت عمر نے کھا: لوگوں کو جس میں مھلت دی گئی تھی اورجو حکم ان کے نفع میں تھا ،اس میں انھوں نے عجلت سے کام لیا، کیا بھتر ہوتا کہ ان کے ضرر میں حکم کو جاری کردیا جائے!

چنانچہ عمرنے (ایک طلاق کو) تین طلاق شمار کرنے کا حکم نافذ کردیا ،جو حقیقت میں ایک طلاق تھی،یعنی اگر ایک دفعہ کوئی شخص کھے: میں تین طلاقیں دیتا ہوں (یاطلاق، طلاق، طلاق کھے)تو اس کی تین مرتبہ طلاق شمار ہو جائے گی یہ حکم حضرت عمر نے نافذ کردیا!۔

۲ ...ان ابا الصحبا ء قال لابن عباس: هاتِ مِن هناتک؟ الم یکن الطلاق الثلاث علیٰ عهد رسول ﷺ الله ﷺ وابی بکر واحدة؟فقال:قد کان ذالک، فلمّا کان فی عهد عمر تتا بع الناس فی ا لطلاق، فاجازه علیهم۔[134]

طاووس کھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو صحباء نے ابن عباس سے کھا : کوئی نئی تازی خبر ہم کو سنائیں ؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ عھد پیمبر ﷺ و ابوبکر اور تین سال عھد عمر میں تین طلاق “یعنی ایک طلاق بلفظِ ثلاث ”ایک طلاق محسوب ہوتی تھی ؟

ابن عباس نے کھا: ھاں ایسا ہی تھا لیکن لوگوں نے دورا نِ خلافت ِعمر میں طلاق کے بارے میں زیادہ روی اختیار کی، لہٰذا اس (عمر)نے ان کے ہی ضرر میں یھی حکم نافذ کردیایعنی ایک طلاق کو تین طلاق شمار کرنے کا حکم نافذکردیا !!

محترم قارئین !یہ تھاتین طلاقوں کا مسئلہ جودیگر معتبر کتب اہل سنت میں بھی مندرج ہے ، اسی روش کو اکثر علمائے اہل سنت اور ائمہ اربعہ نے اختیار کیا ہے اور حضرت عمر کی رائے کے مخالف فتوی دینے سے حتی الامکان پرہیز کیا ہے، ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ لوگ آج بھی عمر کے اس فتوی پر عمل پیرا ہیں !! مگرچوں کہ یہ حکم نص قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کے بر خلاف ہے لہٰذا بعض جید علمائے اہل سنت نے عمر کے اس فتویٰ کے برخلاف اشارۃً وکنایۃً مخالفت کا اظہار کیا ہے اور بعض نے تو تصریح کے ساتھ اس کی مخالفت کی ہے ،یہاں تک یہ مسئلہ اتنا طولانی ہوا کہ مصر کی عدالت عالیہ میں جید اہل سنت کے مفتیوں نے اس بدعت کو ختم کرنے کا حکم صادر فرمادیا ۔

بھر کیف ذیل میں مذکورہ مسئلہ کی سیر تاریخی ہم نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

ابن رشد کھتے ہیں :

اکثریت فقھائے اہل سنت کے نزدیک وہ طلاق جو ہیں بہ لفظ ثلاث (تین)ہووہ واقعی تین طلاق کے حکم میں ہے اوراس کے بعد شوھر اپنی مطلقہ عورت کی طرف رجوع کرنے کا حق نہیں رکھتا ۔[135]

کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعۃ" کے مولف کھتے ہیں :

اگر مرد عورت سے کھے : میں نے تجھے تین طلاقیں دیں ،تومذاہب اربعہ اور جمہور فقھائے اھل سنت کے نزدیک تین واقعی طلاق شمار کی جائیں گی اور مرد اس کی طرف اب رجوع نہیں کر سکتا ۔

"بان قال لھا : انت طالق ثلاثا لزمہ ما نطق بہ من العدد فی المذاھب الاربعۃ ..."[136]

لیکن خود ابن رشد صاحب کتاب (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ) نے اس نظریہ کی مخالفت کی ہے اور اس حکم کو اپنے اور حکمِ واقع کے خلاف جانا ہے ۔

ابن رشد نے ایک لطیف اشارہ سے دوسرے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے لفظ تین کے ساتھ طلاق دینے کو رد کیا ہے ، فرماتے ہیں :

یھی وجہ ہے کہ اگر کوئی لوگوں پر یہ حکم ضروری قرار دے کہ وہ ایک طلاق کو تین طلاقیں سمجھیں توگویا اس نے اس حکمت اور مصلحتِ واقعیہ کو ختم کر دیاجو اس حکم کی تشریع میں تھی !![137]

صاحب کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعۃ" طرفین (مخالف وموافق)کی دلیل کی طرف اشارہ کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں :

یہ مسئلہ اجتھادی مسائل میں سے ہے۔

اس کے بعد آپ ابن عباس اور عمر کے اس مسئلہ میں اختلاف ذکر کرتے ہوئے اس طرح نتیجہ گیری کرتے ہیں :

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ابن عباس بھی اپنی جگہ ایک مجتھد کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی تقلید بھی مذھبی مسائل میں ہوسکتی ہے اور ان کے قول پر عمل کرنا جائز ہے، ضروری نہیں کہ ہم عمر کی آراء وفتاویٰ پر عمل کریں، کیونکہ وہ بھی ایک مجتھد کی حیثیت رکھتے ہیں، حتی کہ اکثر علماء و فقھاء کے فتاویٰ جو حضرت عمر کی موافقت میں ہیں موجب نہیں بن سکتے کہ ہمارے اوپر ان کی (عمر) پیروی یا تقلید لازم ہو۔[138]

شیخ محمد عبدہ (متوفی۱۳۲۳ ھ) آیہ طلاق میں مفصل بحث کرنے کے بعد ثابت کرتے ہیں:

آیہ کریمہ میں تعددِ طلاق مراد ہے اور خلیفہ دوم اور جو لوگ آپ کے ہم خیال ہیں ان کی رائے کی مخالفت میں حدیث ِذیل کو سنن نسائی سے بعنوان تنقید اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی زوجہ کو لفظ ثلاث کی یں سے ایک طلاق دی (مثلاً میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں) تو رسول خدا ﷺ لوگوں کے درمیان غیض و غضب کی حالت میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ابھی سیجبکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں کتاب خدا کا مضحکہ اڑایا جارھاہے؟!! شیخ محمد عبدہ اپنی گفتگو کویوں ختم کرتے ہیں:

"میرا مقصود مقلدین سے مجادلہ کرنا نہیں اور نہ ہی قضاۃ اور مفتیوں کو ان کی رائے سے منحرف کرنا ہے، کیونکہ ان لوگوں میں اکثر اُن دلیلوں اورحدیثوں کو اچھی طرح جانتے ہیں، جن کو میں نے پیش کیا ہے، لیکن پھر بھی ان دلائل واحادیث شریفہ (جو کتب صحاح، مدارک و ماخذ میں موجودہیں) پر عمل نہیں کرتے، کیونکہ ان لوگوں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ خود ساختہ اپنی کتابوں پر اعتماد کریں گے، نہ کہ کتاب خدا اور سنت رسول ﷺ پر"[139]

بھر حال مصر کی شرعی عدالت نے ۱۹۲۹ ء میں ۷۳ سال قبل اس حکم (طلاق بلفظ سہ) کو منفی قرار دے دیا، پھرچند سال کے بعد سابق وائس چانسلر آف ازھریونیورسٹی اور عظیم مذھبی راھنماجناب شیخ محمود شلتوت نے فتویٰ دیا:

"جو طلاق قیدِثلاث کے ساتھ دی جائے گی یعنی اگر کوئی کھے کہ میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں، تو وہ ایک طلاق شمار ہوگی اور شوھر کو حق رجوع ہے کیونکہ ایسی طلاق حقیقت میں طلاق رجعی ہوتی ہے۔"[140]

قارئین کرام! جو فتاوے اور نظریے ہم نے خلیفہ دوم کی مخالفت میں تحریر کئے، یہ کس حدتک خلیفہ دوم اور ائمہ اربعہ کے فتاوی کے مقابل میں موثرہیں، اس کا اندازہ مرورِ زمان کے ساتھ ہو گا، جب ہمارا اسلامی معاشرہ جملہ یں وبند، بیجا تقلید اور اندھے تعصب سے آزاد ہو کر سوچے گا۔

۹۔ کیا رونا بدعت ہے ؟!

اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اورچاھنے والوں کی موت پر غم منانا اورگریہ وزاری کرنا، بشر کی عطوفت و محبت کا لازمہ اور رقتِ انسانیت کے مقتضیات میں سے ہے، چنانچہ دین اسلام نے بھی اپنے گزشتگان پر گریہ کرنے کو منع نہیں فرمایا ہے، بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے گریہ کیا ہے، خصوصاً اُن افراد پر جو راہ خدا میں شھید ہوگئے تھے، لیکن اہل سنت کے بعض منابع و مدارک سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ دوم مردوں پر گریہ کرنے سے متفق نہ تھے اور اگر ان کے سامنے اپنے گزشتگان پر کوئی روتا تھا تو اس کو منع کرتے تھے، بلکہ تازیانہ، ڈنڈا اورپتھر وغیرہ سے سخت سزادیتے تھے! لہٰذا مناسب ہے کہ ہم ذیل میں صحیحین سے اُن روایات کو نقل کردیں جن میں رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گریہ کرنے کی طرف اشارہ ہے اور اس کے بعد پھر آپ خلیفہ دوم کا بھی ردعمل اس گریہ کرنے پر معتبر منابع کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

١...''عن انس بن مالک؛ ان النبی ﷺ نَعیٰ جعفرا وزیدا قبل ان یجیٔ خبرھم وعیناہُ تذر فان ''[141]

انس بن مالک سے منقول ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نےجعفر و زید کی شھادت کی خبر لوگوں کے درمیان اس حالت میں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے بیان کی، قبل اس کے کہ اُن کی خبرِ شھادت میدان جنگ سے مدینہ پہنچتی۔

٢ ...''عن انس بن مالک...؛ ثم دخلنا علیہ بعد ذالک وابراھیم یجود بنفسہ ،فجعلت عینارسول ﷺ اللہ تَذْرِفان ،فقال لہ عبد الرحمن بن عوف:وانت یا رسول ﷺ اللہ ؟ فقال:یا بن عوف! انھا رحمۃثم اتبعھا بِاُ خریٰ فقال:ان العین تد مع، والقلب یحزن، ولا نقول الاّما یرضی ربُّناوانَّا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون ''[142]

انس بن مالک سے منقول ہے:

جس وقت فرزند پیمبر ﷺ جناب ابراہیم احتضار و جانکنی کے عالم میں تھے، اس وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں گیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، عبدالرحمن بن عوف نے کھا: یا رسول اللہ ﷺ !آپ بھی اپنے بیٹے کی موت پر گریہ فرمارہے ہیں؟! رسول نے کھا: اے عوف کے بیٹے! یہ گریہ رحمت، عطوفت اور محبت کی نشانی ہے، ابن عباس لکھتے ہیں: رسول ﷺ پھر بھی گریہ کرتے رہے اور فرمایا: اشک جاری ہیں اوردل غم زدہ ہے، لیکن جس چیز سے خدا راضی نہیں وہ زبان پر نہیں لاتا، اے میرے بیٹے ابراہیم! میں تیری جدائی میں غم زدہ ہوں۔

٣...''زار النبی قبر امہ فبکی وابکی من حولہ''[143]

امام مسلم نقل کرتے ہیں:

جب رسول ﷺ نے اپنی مادر گرامی کی قبر کی زیارت فرمائی تو اس قدر روئے کہ تمام صحابہ کرام جوآپ کے ہمراہ تھے گریہ کرنے لگے۔

بھر کیف حضرت رسول خدا ﷺ اور حضرت معصومہ عالم فاطمہ زھرا = کے گریہ سے متعلق صحیحین میں متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور ہم نے بعنوان نمونہ صرف مذکورہ تین حدیثوں کو نقل کیا ہے البتہ آپ کی آسانی کیلئے بقیہ حدیثوں کا حوالہ نقل کردیتے ہیں۔[144]

محترم قارئین !یہ تھے چند مقامات جو صحیحین میں رسول ﷺ اکرم کے گریہ کے بارے میں مذکور ہوئے ہیں جس کو آپ نے ملاحظہ فرمایا ، اب آپ ذرا خلیفہ دوم کا کردار بھی ملاحظہ فرمائیں جو کتاب صحیحین میں ہی منقول ہے اور اس کے راوی حضرت عمر کے بیٹے عبداللہ ابن عمر ہیں :

۱۔ وہ کھتے ہیں : جب سعد بن عبادہ شدت سے مریض ہوگئے توآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے ،آپ کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف ، عبداللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقاص بھی تھے ، سعد بن عبادہ کی بد حالی کو دیکھ کر رسول ﷺ اسلام ﷺ نے دریافت فرمایا :آیا روح جسد خاکی سیجدا ہوگئی یا نہیں ؟ لوگوں نے کھا : نھیں یا رسول اللہ ! ﷺ اس کے بعد رسول ﷺ گریہ فرمانے لگے ،جو آپ کے ساتھیں تھے ،وہ بھی گریہ کرنے لگے ،پھر رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ خداوند متعال اشک ریزی اور دل کی غمگینی کی وجہ سے کسی کو عذاب نہیں کرتا ؟!اس وقت رسول ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: خدا اس زبان کی وجہ سے انسان پر عذاب یا ترحم کرتا ہے، لیکن بعض پسماندگان کے گریہ کی وجہ سے مردہ پریشان ہوتا ہے۔

عبداللہ ابن عمر اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اپنے باپ کی مخالفت ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں :

‘‘وكان عمر يضرب فيه بالعصا يرمى بالحجارة ويحثى بالتراب!’’[145]

میرے والد لوگوں کوڈنڈے،پتھر اورڈھیلوں سے مارتے تھےجب وہ اپنے مردہ عزیزوںپر روتے تھے۔

مسلم نے حدیث کاآخری حصہ حذف کردیا ہے ۔

صحیح بخاری میں آیاہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی بہن کو اپنے بھائی ابوبکر پر رونے کی وجہ سے گھر سے نکال دیا تھا ۔[146]

امام احمد بن حنبل اپنی کتاب ‘‘المسند ’’ میں ایک حدیث کے ضمن میں عثمان بن مظعون کی موت کے بارے میں ابن عباس سے نقل کرتے ہیں :

جب دختر رسول اکرم ﷺ جناب رقیہ نے بھی وفات پائی توآنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے میری دختر نیک اخترجاتو بھی ہمارے نیک سلف عثمان بن مظعون سے ملحق ہوجا!

ابن عباس کھتے ہیں:جب عورتیں جناب رقیہ کی موت پر گریہ کرنے لگیں توحضرت عمر ان کو تازیانے سے مارنے لگے: جب رسول ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: اے عمر! اس کام کو چھوڑ دے ، ان کو گریہ کرنے دے، اس کے بعد عورتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا :اے عورتو ! اپنے کو شیطان کی آواز سے محفوظ رکھو،پھر فرمایا:جو کچھ دل اور آنکھوں میں ہے(تاثیر اور گریہ)وہ خدا کی جانب سے اور

رقتِ قلب کی وجہ سے ہے اور جو کچھ زبان اور ھاتھمیں ہے (یعنی وہ فعل جو انسان کے مرنے پر زبان اورھاتھ سے ظاہر ہوتا ہے)وہ شیطان کی جانب ہے۔

اس کے بعد جناب رقیہ کی قبر مطہر پر آنحضرت ﷺ بیٹھ گئے آپ کے ساتھ شہزادی کونین حضرت فاطمہ زھرا(س) بھی بیٹھی رورھی تھیں اور رسول اسلام ﷺ پیارو محبت کے ساتھ اپنے لباس کے دامن سے آپ کے آنسو پونچھ رہے تھے۔[147]

عرض مولف

اس واقعہ کو ابن سعد نے بھی اپنی کتاب "الطبقات" میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ تحریر کیاہے اور اس میں یہ جملہ بھی آیا ہے:

جب عمر نے عورتوں پر تازیانے سے حملہ کیا تو رسول ﷺ نے عمر کا ھاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: رک جا اے عمر!

"فاخذرسول اللہ بیدہ وقال مھلایا عمر" !![148]

امام احمد بن حنبل پھر نقل کرتے ہیں:

رسول ﷺ ایک دفعہ کسی جنازے کے پاس سے گزرے تودیکھا کہ عورتیں گریہ کررھی ہیں، عمر نے ان کو منع کیاتو رسول ﷺ نے فرمایا: عمر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دے، کیونکہ ان کے دل اپنے عزیز کی موت پر تازہ غمگین اور آنکھیں اشک آلودھیں:

"دعھن فان النفس مصابة والعین دامعة والعھد حدیث" [149]

ابن ابی الحدید معتزلی لکھتے ہیں:

عمر نے اپنے دورخلافت میں سب سے پھلی جس کو تازیانے سے ماراوہ ابوبکر کی بہن ام فروہ ہیں، جوکہ ابوبکر کی موت پر گریہ کررھی تھیں اورجب ابوبکر کی بہن ام فروہ کو دیگر عورتوں نے مار کھاتے ہوئے دیکھا، تو سب بھاگ گئیں اور خود ام فروہ کو عمر نے مار کر نکال دیا:

"و اول من ضرب بالدرة ام فروة بنت ابی قحا فة ، مات ابو بکر فناحا لنساء علیه"[150]

۱۰۔ حکمِ نمازِ مسافراور حضرت عثمان!!

سفر میں نماز پنجگانہ میں سے چار رکعتی نمازیں (جب شرائط پائیجائیں تو) قصر ہوجاتی ہیں، یعنی چار رکعت نماز کے بجائے دو رکعت نماز پڑھی جائے گی اور سفر کے درمیان کوئی فرق نہیں کہ وہ تجارت کے لئے انجام دے، یا زیارت، حج اور جنگ و غیرہ کے لئے اوریہ حکم قرآن مجید[151]اورسنت رسول ﷺ سے ثابت ہے،[152]چنانچہ یھی طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ نبوت اور دور خلافت ابوبکر وعمر میں باقی رھا، لیکن عثمان نے اپنے دورخلافت کے اواسط میں مقام منیٰ میں بجائے اس کے کہ وہ

چار رکعتی نماز کو دو رکعت نماز قصر پڑھتے چار رکعت ہی پڑھی ، حالانکہ وہ مسافر تھے اور شرائط قصر بھی موجود تھے، کچھ مسلمانوں نے بھی ان کی پیروی کی ، لیکن ایک گروہ نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے ان پر اعتراض کیا، طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ عثمان کے طریقہ کار پر مسلمانوں کا یہ سب سے پھلا اعتراض تھا ، یھیں سے عثمان کے خلاف بغاوت کا بیج پڑا! خلاصہ یہ کہ عثمان نے اپنے دور خلافت میں نماز مسافر کا حکم تبدیل کردیا ! اور اس بارے میں کتب حدیث ،تاریخ وتفسیر میں صراحت کے ساتھ متعدد روایات پائی جاتی ہیں لیکن ہم نمونے کے طور پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے صرف تین روایتیں ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں :

١...''عن عبدالله؛ قال: صليت مع النبى ﷺ بمنى ركعتين وابى بكر وعمرومع عثمان صدراًمن خلافته، ثم اتمها''[153]

عبد اللہ ابن عمر سے منقول ہے :

میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان کے ساتھ مقام منیٰ میں چار رکعتی نماز کو دو رکعت بعنوان قصر پڑھا، لیکن عثمان نے اپنے دور خلافت کے کچھ دن گزر جانے کے بعد منی میں چار رکعتی نماز کو بجائے اس کے کہ دو رکعت قصر کر کے پڑھتے چار رکعت ہی پڑھا ۔

٢...''عن ابراهيم ؛قال: سمعت عبدالرحمٰن بن يزيد؛ يقول:صلى بناعثمان بن عفان بمنى اربع ركعات، فقيل ذالک لعبدالله بن مسعود: فاسترجع، ثم قال:صليتُ مع رسول الله ﷺ بمنى ركعتين، وصليت مع ابى بكر بمنى ركعتين، وصليت مع عمر بن الخطاب بمنى ركعتين، فليت حظى من اربع ركعات ركعتان متقبّلَتانِ''[154]

عبد الرحمٰن بن یزید سے منقول ہے :

عثمان نے مقام منی میں دو رکعت کے بجائے چار رکعت نماز پڑھی (اور قصر کے حکم پر عمل نہ کیا) اور جب اس واقعہ کو عبد اللہ بن مسعود سے بیان کیا گیا تو ابن مسعود نے کلمہ استرجاع((انا لله وانااليه راجعون))پڑھا اور کھا: میں رسول ﷺ کے ساتھ تھا،جب میں نے مقام منیٰ میں چار رکعتی نماز کو دو رکعت پڑھا ، اسی طرح میں نے ابوبکر و عمر کے ساتھ بجائے چار رکعت کے دو رکعت ادا کی، کاش کہ آج بھی ہم دو رکعت نماز ہی ادا کرتے ۔

٣۔ صحیح بخاری کی ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے :

عبد اللہ ابن مسعود اس بات کو نقل کرنے کے بعد "کہ ہم نے رسول ، ابو بکر و عمر کے زمانے میں دو رکعت نماز پڑھی " یہ جملہ بھی بیان کرتے ہیں:بعدمیں مسلمانوں کے سامنے اس سلسلے میں مختلف راستے پیش کردئے گئے، کاش کہ ان چار رکعتوں میں سے ہمیں وھی دو رکعت نماز نصیب ہوتی تو کتنا بھتر تھا!!

((... ثم تفرقت بكم الطرق فياليت حظى من اربع ركعات متقبلتان))

تاریخ طبری کے مولف لکھتے ہیں :

جب ۲۹ ہمیں عثمان نے حج بیت اللہ کیلئے لوگوں کے ساتھ شرکت کی تو منیٰ میں خیمہ نصب کیا یہ پھلا موقع تھا کہ عثمان کے ذریعہ منیٰ میں خیمے لگائے گئے۔

اس کے بعد صاحب تاریخ طبری لکھتے ہیں :

واقدی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے: جب عثمان نے اپنی خلافت کے چھٹے سال میں بجائے قصر کے پوری نماز پڑھی جبکہ اپنی خلافت کے چار پانچ سال تک آپ بھی منیٰ میں چار رکعت نماز کو دو رکعت قصر پڑھتے تھے، تویھی پھلا موقع تھا کہ جب مسلمانوں نے اعلانیہ طورپر ان پر تنقید اور اعتراض کرنا شروع کیا اور بعض لوگوں نے خود حضرت عثمان سے اس بارے میں بات بھی کی،یھاں تک حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: " اے عثمان! ابھی عھد رسالت کو گزرے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے ہیں، تم خود منی میں رسول ﷺ کے ساتھ موجود تھے ،چنانچہ تم نے خود دیکھا کہ رسول اسلام ﷺ منیٰ میں قصر نماز پڑھتے تھے اور یھی حال ابوبکر و عمر کے زمانے میں رھا ، حتی کہ تم خود منیٰ میں ابھی تک چار رکعتی نمازوں کو دو رکعت قصر پڑھتے رہے، لیکن اب تمھیں ایسا کیاہوگیا کہ تم نے اس حکم میں تبدیلی کردی ؟!!آخر تمھیں کیا ہوگیا کہ اپنی روش کو تبدیل کردیا؟!!عثمان نے کھا : میں نے مصلحت اس میں پائی اور یہ میری ذاتی رائے تھی جس پر میں نے عمل کیا۔""فقال : رأی رأ یتہ" (قال الواقدی (155))

ایک موازنہ اور نتیجہ گیری

یہ تھے دس عدد وہ مقامات جھاں خلفائے ثلاثہ نے نص صریح کے مقابل میں اپنی رائے کا اظھار کیا اور حکم خدا و رسول کی اعلانیہ مخالفت کی !!المختصر یہ کہ حصول خلافت اور اس کی پشت پناہی کے یھی علل و اسباب اور حقائق تھے کہ جو صحیحین میں نقل ہوئے ہیں ۔

قارئین کرام !یہ اتنے واضحا وروشن حقائق تھے کہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے،چنانچہ ایک جگہ آپ حضرت علی علیہ السلام اور دیگر خلفاء کے درمیان ایک موازنہ کرنے کے بعد اس طرح فرماتے ہیں :

" حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام رائے ،تدبیراور اجتماعی معاشرہ کو چلانے کے اعتبار سے تمام لوگوں کی نسبت بلند مقام کے حامل تھے اور خلفائے ثلاثہ اس اعتبار سے آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتے، کیونکہ حضرت علی علیہ السلام ہی تھی نھوں نے خلیفہ دوم کی تمام مشکل -----امور میں مدد کی اور خصوصاً لشکر کشی کے بارے میں راھنمائی فرمائی، یہ علی علیہ السلام ہی تھے جنھوں نے عثمان کو اپنی زرین نصیحتوں سے آگاہ کیا، اگر عثمان آپ کی نصیحتوں پر عمل کرتے تو کبھی بھی ان کے ساتھ قتل کا حادثہ پیش نہ آتا۔"

اس کے بعد ابن ابی الحدید فرماتے ہیں :

"اگر چہ مسلمانوں کا ایک طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ علی علیہ السلام ثاقب المرائے اور صحیح تدبیر نہ رکھتے تھے!! لیکن ان کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ علی علیہ السلام تمام احکام کو نافذ کرنے میں قانون الٰہی کو مد نظر رکھتے تھے اور چھوٹے سے چھوٹے کام کو بھی حکم خدا کے خلاف نہیں کرسکتے تھے اور آپ کے لئے تصور ہی نہیں ہوسکتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہوں ،چنانچہ خود حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے :

"اگر دین اور خوفِ خدا میرے پیش نظر نہ ہوتا تو میں دنیا ئے عرب کا زیرک ترین مرد ہوتا"

لیکن دیگر خلفاء اس محدودیت کے قائل نہیں تھے، بلکہ وہ آزادانہ مصالحا لناس کو دیکھتے ہوئے اور اپنی مصلحت کو مد نظر رکھ کراقدام کرتے تھے اوروہ جس کام میں اپنی ترقی دیکھتے اس کو کرتے تھے چاہے یہ کام شرع کے مخالف ہو یا موافق انھیں احکام الٰہی کا کوئی پاس نہ تھا۔"

"وغیرہ من الخلفاء کان یعمل بمقتضی مایستصلحہ ویستوقفہ سواء کان موافقا للشرع ام لم یکن"

اس کے بعد ابن ابی الحدید اس طرح نتیجہ گیری کرتے ہیں :

"اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ جو شخص زمانہ کی مصلحتوں کو دیکھ کر اپنی رائے اور اجتھاد کے مطابق عمل کرے اور اسلامی قوانین و حدود کا خیال نہ کرتا ہو، جو کہ اس کی دنیاوی ترقی سے مانع ہو،تو اس کی دنیا وی حالت منظم ،پیشرفت اور ترقی یافتہ ہوگی اور وہ اپنے دنیاوی اہداف ومقاصد تک بہ آسانی پہنچ جائے گا،کیوکہ وہ آزاد ہو کر عمل کررھا ہے، اس کے سامنے کوئی موانع نہیں ہیں ، لیکن جو شخص چند ضوابط اورحدود میں میں ہویعنی جس کی نظر میں احکام الٰہی کا احترام ملحوظ ہو، اس کی دنیاوی حالت ظاہراً ترقی نہیں کرسکتی، یھی حال امیرالمومنین علی علیہ السلام کا ہے ۔ (156)

خاتمہ

صحیحین کی روشنی میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی پیشگوئیاں

وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کا حال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں ان تمام حوادث وواقعات کی پیش گوئی فرمادی تھی جو آپ کے بعد مسلمانوں کے درمیان رونما ہونے والے تھے۔

منجملہ: بنی امیہ کی ظالمانہ حکومت و سلطنت [157]خارجیوں کا وجود میں آنا اورپھر ان کا حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ھاتھوں قتل ہونا[158] نیزجناب عماریاسر کا ایک باغی گروہ کے ذریعہ قتل ہونا وغیرہ۔[159]

خلاصہ یہ کہ وہ تمام مختلف قسم کی تحریفات اوربدعتیں جو دین اسلام میں آئندہ وجودمیں آنے والی تھیں ان کی خبر اور مسلمانوں کے ایک گروہ کے اسلام سے مرتد اور منحرف ہونے کی آگاہی آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو پھلے سے دیدی تھی اور اس بات پر اپنے عمیق تاسف اور شدید تاثرکا اظہار بھی فرمایاتھا، ان تمام واقعات کے شواہد صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجودہیں۔

چنانچہ گزشتہ مباحث کی مناسبت سے بعض مسلمانوں کے ارتداد اور ان کی طرف سے دین اسلام میں تحریف اوربدعت گزاری سے متعلق ذیل میں چند روایات صحیحین سے نقل کرتے ہیں:

بعض صحابہ کا وفات رسول ﷺ کے بعد مرتد ہوجانا!!

۱ ''سعید بن جبیر عن ابن عباس عن النبی ﷺ ؛ قال:وان اناساً من اصحا بی یوخذ بھم ذات الشمال، فاقول:أصحا بی! أصحا بی! فیقول:انھم لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم ،فاقول:کما قال العبد الصالح: وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم... ''

سعیدبن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ایک گروہ میرے صحابہ میں سے سمت شمال میں ہوگا[160]ان کی حمایت کی خاطر بارگاہ الٰہی میں عرض کروں گا ،میرے معبود یہ میرے صحابہ ہیں یہ میرے صحابہ ہیں ؟!خدا میریجواب میں کھے گا:اے میرے رسول ﷺ !تیری وفات کے بعد یہ لوگ الٹے پیر اپنے پرانے دین جاہلیت کی طرف پلٹ گئے تھے ،اس وقت میں بندہ صالح عیسی علیہ السلام کے قول کو دھراوں گا : میرے معبود! جب تک میں ان کے درمیان تھاان کے اعمال کا شاہد وناظر تھا ، لیکن جب مجھے تونے اپنی بارگاہ میں بلالیا ،تواب تو خود ہی ان کے اعمال کا مراقب وناظر ہے ، لہٰذا اگر ان پرعذاب نازل کرے گاتو میرا کچھ نہیں کیونکہ یہ تیرے بندے ہیں اگر تو ان کو معاف کردے گا تو توٴخدائے قوی و حکیم ہے ۔[161]

صحیح مسلم میں جوحدیث مندرج ہے اس میں بجائے:

''انھم لم یزالوامرتدین''جملہ ''انک لاتدری ما احدثوابعدک''آیا ہے:

خدا کھے گا:اے میرے رسول ﷺ !تجھے کیا معلوم انھوں نے تیری وفات کے بعد کیا کیا کرتوت کئے ؟!

صحیح بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث میں اَصحابی کے بجائے '' اُصَیحابی''کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو عربی گرامر کے لحاظ سے کمالِ محبت و الفت یا شدید تحقیر وتوھین پردلالت کرتا ہے،کیونکہ صیغہ تصغیر دونوں (محبت و توھین) کے لئے استعمال ہوتا ہے

،یعنی جن کے لئے رسول ﷺ سفارش کریں گے ،وہ رسول ﷺ کی نظر میں بیحد محبوب تھے ،یا پھر وہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک بھت زیادہ حقیر تھیجن کے اخلاق و کردار سے آپ صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ‌وسلم راضی نہ تھے اوررضایت کے بغیر آپ ﷺ نے وفات پائی۔

۲...''ابن ابی ملیکة؛قال:عن اسماء بنت ابی بکر؛قالت:قال النبی ﷺ :انیّ علیٰ الحوض حتی انظر من یرد علّی منکم،وسیوخذ الناس دونی،فاقول:یارب منّی ومن امتی! فیقال:ھل شعرت ماعملوابعدک؟واللّٰہ ما برحوا یرجعون علیٰ اعقابھم،فکان ابن ابی ملیکة یقول:اللّٰھم انا نعوذبک ان نرجع علیٰ اعقابنا اونفتن فی دیننا ''

ابن ابی ملیکہ اسماء بنت ابوبکر سے نقل کرتے ہیں :

رسول ﷺ خدا نے فرمایا: میں روز محشر حوض کوثر پر کھڑا ہو جاوں گاتاکہ ان لوگوں کو دیکھو نجو میرے پاس وارد ہوں گے، لیکن کچھ لوگ ایسے ہوں گیجن کو میرے پاس سے پکڑلیا جائے گا،پس میں خدا سے عرض کروں گا ،اے میرے پروردگار !یہ میرے خاص اصحاب اور میری امت سے ہیں '' فاقول یا رب منّی ومن امتی ''تو خدا کھے گا:(اے میرے حبیب) تمھیں نہیں معلوم تیرے بعد انھوں نے کیا کیا کرتوت کئے؟! قسم بخدا یہ اپنے آبائی دین جاہلیت کی طرف پلٹ گئے تھے!!

اورابن ملیکہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کھا کرتے تھے: پروردگار ا! میں تیری پناہ چاہتا ہوںاس سے کہ میں اپنے پرانے دین کی طرف پلٹ جاوں ،یا اپنے دین میں محل آزمائش قرار پاوں ۔ [162]

جیساکہ ہم نے عرض کیا: اس حدیث کو بخاری نیجلد۸۔۹ میں بھی تھوڑے فرق کے ساتھ نقل کیا ہے چنانچہ ہم دونوں موارد کو ذیل میں نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

۳...''عن ابی ھریرة؛عن النبی؛ ﷺ قال:بینا اناقائم اذازُمرةٌ،حتّی،اذا عرفتھم خرج رجل من بینی وبینھم، فقال: ھلم، فقلت:این ؟قال: الیٰ النارواللّٰہ ،قلت وما شانُھم؟ قال:انھم ارتدُّوابعدک علیٰ ادبارھم القھقرَیثم اذا زمرةحتیٰ اذا عرفتھم،خرج رجل من بینی وبینھم فقال:ھَلُمَّ ،قلت: این؟ قال: الیٰ النار واللّٰہ ،قلت وماشأنُھم؟ قال انھم ارتدوا بعدک علیٰ ادبارھم القھقری....۔[163]

ابو ھریرہ سے منقول ہے:

آنحضرت نے فرمایا :ایک روز میں نے خواب میں ایک گروہ کو دیکھا،جو میرے پاس لایا گیا ، جیسے ہی میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ظاہر ہوااور ان لوگو ں سے کہنے لگا: جلدی آو میں نے کھا:انھیں کھاں لیجارھا ہے ؟کہنے لگا :قسم بخداان کو جہنم (آتش)کی طرف لیجارھا ہوں، میں نے کھا:آخر انھوں نے کیا گناہ انجام دیا ہے ؟!کہنے لگا :یہ آپ کے بعد الٹے پاوں پیچھے پلٹ گئے تھے !!اس کے بعد رسول ﷺ نے فرمایا:پھر دوسرا گروہ دیکھا جب میں نے ان کو پہچاناتو ایک شخص ہمارے اور ان کے درمیان سے نکلااوراس گروہ کو مخاطب قراردے کر کہنے لگا:جلدی آو ،جلدی آو، میں نے اس سے کھا: کھاں

لیجارہاہے؟ وہ کھتا ہے : ان کو میں آگ (جہنم)کی طرف لیجارھاہوں ،تو میں نے کھا :آخر انھوںنے کیا گناہ انجام دیا ہے ؟تو کہنے لگا: وہ آپ کے بعد الٹے پاوں پلٹ گئے تھے اور مذھب اسلام سے بالکل پھر گئے تھے۔

۴...'' عن ابن شھاب عن ابن المسیب؛انہ کان یحدِّث عن اصحا ب النبی ﷺ ؛ ان النبی ﷺ قال: یرد علی الحوض رجال من اصحا بی، فَیُحَلَّوونَ عنہ، فاقول: یا رب اصحا بی؟ فیقول: انک لاعلم لک بما احدثوا بعدک، انھم ارتدوا علیٰ ادبارھم القھقری؟!!'' (164)

ابن مسیب سے مروی ہے:

صحابہ کے ایک گروہ نے رسول ﷺ سے نقل کیا ہے : آپ نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے کچھ ایسے ہوں گیجو بروز محشر حوض کوثر پر وارد ہونا چاہیں گے، لیکن ان کوروک لیا جائے گا ، میں کہوں گا:میرےمعبود! یہ میرے اصحاب ہیں ان کو کیوں روکا جارھا ہے ؟!توخدا جواب دے گا :اے میرے رسول ﷺ ! تم نہیں جانتے انھوں نے تمھارے بعدکیاکیاانجام دیا ؟!اے رسول !یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین اسلام کو تمھارے بعد ترک کردیا اور اپنے آباء واجداد کے مذھب پر پلٹ گئے تھے ۔

---

[112] فتح الباری جلد۹،کتاب النکاح ، باب ''نھی النبی ﷺ عن النکاح المتعۃاخیراً'' ص۱۴۸،۱۴۵۔ مصنف ابن حجر عسقلانی ۔

[113] تفسیر المنار جلد۵، سورہ نساء آیت ۲۳_۲۸۔

[114] گزشتہ مباحث کی روشنی میں یہ بات کہنا بیجا نہ ہوگا کہ کتب تواریخ واحادیث سے قطعی اور یقینی طورپر ثابت ہے کہ حضرت رسالتمآب ﷺ اور خلفاء کے زمانہ میں حکم متعہ پر مسلسل عمل ہوتا رھا ،تواب حکم متعہ پر اعتراض کرنا گویا شریعت محمدی پر اعتراض کرنا ہے ،جس سے خود معترض کی شخصیت مجروح ہوتی ہے ،دوسرے کا کچھ نہیں بگڑتا ! کیا مزے کی بات ہے کہ موصوف عورت کی عزت بچانے کے لئے کوشاں ہیں ! لیکن اس سے غافل ہیں کہ اس اعتراض سے خود ان کی عزت داوں پر لگی ہوئی نظر آتی ہے !!مترجم۔

[115] الوشیعہ ،مولفہ موسی جاراللہ ، ص ۱۲۱۔۱۳۲۔

[116] سورہ بقرہ،آیت ۷۹ ،پ ۱۔

[117] الفصول المھمۃفی تالیف الامۃ، ''فی تحریر محل النزاع فی متعۃ النساء '' ص۵۰۔

[118] محترم قارئین! گزشتہ مباحث کی روشنی میں آلوسی صاحب کا مذکورہ نظریہ ہوا میں تیر مارنے کے مترادف ہے ، نہ جانے کیا موصوف کو دورہ آیا تھا کہ متعہ دوری شیعہ کتب میں نظر آگیا؟!بتایئے کتب تاریخ وحدیث کو جانتے ہوئے موصوف کا قول کتنا تعصب آمیز اور حقیقت سے دور ہے ، آلوسی کو اپنے بے بنیاد الزام، برھنہ کذب، فحاش تھمت اور صریحا افتراپردازی پر ذرہ برابر شرم بھی نہ آئی؟ ! (حیرتم بر این عقل ودانش!!)ذراہم بھی اس شیعہ مورخ کا نام وپتہ جاننا چاہتے ہیں جس نے متعہ کی یہ صورت بیان کی ہے ؟!! اگر اس طرح کی بے سروپا افتراپردازی کا دروازہ اپنے گھنونے تعصب کی بنا پر بدون ِتحقیق و تفحص ، مذھب حقہ شیعہ اثنا عشری کے لئے باز کیا تو پھر سمجھ لیجئے ہم وہ سارے حقائق کھول کر رکھ دیں گیجن کو آپ کے مورخین نے تاریخ کے اوراق میں چھپا رکھا ہے!کیا آپ ان آباوو اجداد اور امھات کو بھول گئیجن کے دروازے پر فحاشیت کے لال

جھنڈے لھرایا کرتے تھے ؟قارئین کرام میرا خطاب جناب آلوسی اور ان کی اندھی تقلید کرنے والوں سے ہے غیر سے نہیں !!مترجم۔

[119] سورہ یونس، آیت ۶۵، پ ۱۱۔

[120] الفتاوی،زواج المتعۃ "اساس الزواج فی القرآن "ص۲۷۳۔

[121] سورہ جاثیہ ،نمبرآیت ۲۳،پ۲۵۔ ترجمہ :۔ بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو معبود بنا کر رکھا ہے اوراس کی حالت سمجھ بوجھ کر خدا نے اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر علامت مقدر کردی ہے ، نہ یہ ایمان لائے گااور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے ،پھر خدا کے بعد اس کی ہدایت کون کر سکتا ہے ؟تو کیا تم اتنا بھی غور نہیں رکھتے ۔

[122] صحیح بخاری ج ۳،کتاب الصوم ،کتاب الصلٰوۃالتراویح ،باب(۱) "فضل من قام رمضان "ح ۱۹۰۶۔

[123] صحیح بخاری ج۳،کتاب الصوم (کتاب الصلواۃالتراویح) باب "فضل من قام رمضان "ح۳۷۔ مسلم ج۲،کتاب الصلٰوۃالمسافرین ، باب " الترغیب فی قیام رمضان "حدیث۷۵۹۔

[124] الطبقات؛ ابن سعد ج ۳، ذکر استخلاف عمر،ص۱۸۱۔ مطبوعہ: لندن۔

[125] ارشاد الساری ج۳،کتاب الصوم باب " فضل من قام رمضان " ص۴۱۵۔

[126] تاریخ یعقوبی جلد۲، ص۱۴۰، ایام عمربن الخطاب ، مطبوعہ: بیروت لبنان۔

[127] تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۱،فصل فی خلافۃ عمر، مولفہ علامہ جلال الدین سیوطی۔

[128] کتاب سلیم بن قیس ،ص۱۶۳۔

[129] شرح نہج البلاغہ جلد ۱۲،خطبۃ۲۲۳،صفحہ ۲۸۳۔

[130] عمدۃ القاری جلد ۱۱،کتاب الصوم، باب "فضل من قام رمضان "۔

[131] سورہ بقرہ، آیت ۲۳۰،۲۲۹۔

[132] تفسیر کشاف جلد۱،تفسیر سورہ بقرہ، آیت ۲۲۹ص۳۶۶۔

[133] صحیح مسلم جلد ۴،کتاب الطلاق ،باب(۲) "الطلاق الثلاث "حدیث ۱۴۷۲۔

[134] صحیح مسلم جلد ۴،کتاب الطلاق ،باب(۲) "الطلاق الثلاث "حدیث ۱۴۷۲۔

[135] بدایۃالمجتھد کتاب الطلاق، مسئلہ ۱۔

[136] الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد ۴، مبحث تعدد الطلاق۔

[137] بدایہ المجتهد، کتاب الطلاق، مسئلہ ۳۔

[138] الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد ۴، مبحث تعدد الطلاق۔

[139] تفسیر المنار جلد ۲، سورہ بقرۃ آیت ۲۲۹۔

[140] الفتاویٰ، "الحلف بالطلاق" صفحہ ۳۰۵۔

[141] صحیح بخاری جلد ۴، کتاب المناقب، باب "علامات النبوۃ فی الاسلام" حدیث ۳۴۳۱۔

[142] صحیح بخاری جلد ۲، کتاب الجنایز، باب "قول النبی: إنَّا بِکَ لَمَحْزُوْنُوْن" ۔حدیث ۱۲۴۱۔۱۱۸۹، مترجم:(صحیح بخاری جلد ۲، کتاب الجنایز، باب(۴) "الرجل ینعیٰ الیٰ اهل ا لمیت بنفسه" حدیث ۱۲۴۵۔جلد ۳، کتاب الجهاد، باب "تمنی الشهادة" حدیث ۲۶۴۵، باب "من تامر فی العرب من غیر امرة اذاخاف العدو" حدیث ۲۸۹۸۔ کتاب فضایل الصحابۃ، باب "مناقب خالد بن الولید رضی اللہ عنہ" حدیث ۳۵۴۷۔ جلد ۴، کتاب المغازی، باب "غزوۃ الموۃ من ارض الشام" حدیث ۴۰۱۴۔)

[143] مسلم ج ۳، کتاب الجنایز، باب "استیندان النبی ربہ فی زیارت قبر امہ" حدیث ۹۷۶۔

[144] صحیح بخاری: جلد ۲، کتاب الجنایز، باب "قول النبی ﷺ یعذب ا لمیت ببعض بکاء ا هله علیه" حدیث ۱۲۲۴، باب "البکاء عند المریض" حدیث ۱۲۲۵۔مترجم:(صحیح بخاری، جلد ۲، کتاب المرضیٰ، باب(۹) "عیادة الصبیان" حدیث ۵۳۳۱۔ جلد ۶، کتاب الایمان و النذور، باب(۹) "قول الله تعالیٰ: واقسمو باالله جهدا ایمانهم" (سورہ انعام، آیت ۱۰۹) حدیث ۶۲۷۹۔ کتاب التوحید، باب(۲) "قول الله تعالیٰ: قل ادعوا الله" (سورہ اسراء، آیت ۱۱۰) حدیث ۶۹۴۲، باب(۲۵) "ما جاء فی قول الله: ان رحمة الله قریب من المحسنین" (سورہ اعراف، آیت ۵۶) حدیث ۷۰۱۰۔ جلد ۳، کتاب المناقب، باب "علامات النبوۃ فی الاسلام" حدیث ۳۴۲۷، ۳۵۱۱۔۵۹۲۸۔۴۱۷۰۔۳۰۴۸۔)

[145] صحیح بخاری جلد ۲، کتاب الجنایز، باب "البکاء عند المریض" حدیث ۱۲۲۴۔

صحیح مسلم جلد ۳، کتاب الجنایز، باب "البکاء علی المیت" حدیث ۹۲۳۔۹۲۴۔

[146] صحیح بخاری جلد ۳، کتاب الخصومات، باب(۱) "اخراج اهل المعاصی والخصوم من البیوت بعد المعرفة" (اول باب، حدیث نمبر نہیں ہے)۔

[147] مسند احمد بن حنبل جلد ۱، مسند عبد اللہ ابن عباس، ص ۳۳۵۔

[148] الطبقات؛ ابن سعد ج ۳، ، خنیس بن حذافۃ ص ۲۹۹۔

[149] مسند احمد بن حنبل جلد ۲، مسند ابی ہریرۃ ص ۳۳۳۔

[150] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۱، خطبۃ شقشقیۃ، (حتی مضی الاول لسبیلہ، کے بعد) ص ۱۸۱۔

[151] وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوْا إِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِيْنًا (سورہ نساء آیت ۱۰۱)

[152] صحیح مسلم جلد ۲، کتاب صلوۃ المسافرین، باب(۱) "صلوۃ المسافرین و قصرها" حدیث ۶۸۷۔

[153] صحیح بخاری: جلد۲،کتاب الصلٰوۃ ابواب التقصیر،باب(۲) "الصلوۃ بمنیٰ"حدیث ۱۰۳۲،باب (۱۱)حدیث ۱۰۵۱ ۔ جلد۲،کتاب الحج، باب "الصلوۃ بمنی" حدیث ۵۷۲۔

صحیح مسلم جلد۲،کتاب صلوۃ المسافرین، باب "قصر الصلوۃ بمنی "حدیث ۶۹۴-۶۹۵- ۶۹۶ ،(مع متعدد اسنادوطرق) ۔

[154] صحیح بخاری: جلد۲،کتاب الصلٰوۃ ابواب التقصیر،باب(۲) "الصلوۃ بمنیٰ"حدیث ۱۰۳۲،باب (۱۱)حدیث ۱۰۵۱ ۔ جلد۲،کتاب الحج، باب "الصلوۃ بمنی" حدیث ۵۷۲۔

صحیح مسلم جلد۲،کتاب صلوۃ المسافرین، باب "قصرالصلوٰۃ بمنی "حدیث ۶۹۴-۶۹۵- ۶۹۶ ،(مع متعدد اسنادوطرق) ۔

[155] تاریخ الطبری جلد ۳، "ذکر الخبر عن سبب عزل عثمان " حوادث ۲۹ھ ،ص ۳۲۲ ۔

[156] شرح نہج البلاغہ، جلد ۱، صفحہ ۲۸، خطبۃ(۱) مصنفہ ابن ابی الحدید معتزلی۔

[157] صحیح بخاری ،جلد۴،کتاب المناقب،باب(۲۵) "علامات النبوۃ فی الاسلام"حدیث ۳۴۱۰،۳۴۰۹۔ جلد۹،کتاب الفتن، باب(۳) "قول النبی ﷺ :ھلاک امتی علیٰ یدی اغیلمۃ سفھاء"ح ۷۰۵۸۔

[158] صحیح بخاری ،جلد۴،کتاب المناقب،باب(۲۵) "علامات النبوۃ فی الاسلام"حدیث ۳۶۱۱،۳۶۱۰۔

صحیح مسلم جلد۳،کتاب الزکٰاۃ،باب(۴۸) "التحریض علیٰ قتل الخوارج"حدیث ۱۰۶۶۔

مترجم: (صحیح بخاری ج۴،کتاب الادب، باب(۹۵) "ماجاء فی قول الرجل !ویلک" ح ۵۸۱۱۔ صحیح بخاری ج۴،کتاب التفسیر(فضائل القرآن)،باب(۳۶) "اثم من رای بقرآئۃالقرآن اوتاکل بہ اوفخر بہ" ح ۴۷۷۱،۴۷۷۰۔ ج ۶،کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین، باب(۶) "قتل

[159] ا لخوارج والملحد ین بعد اقامۃالحجۃعلیھم" حدیث ۶۵۳۳،۶۵۳۲،۶۵۳۱،باب(۷) "من ترک قتال الخوارج للتا لّف" حدیث ۶۵۳۵،۶۵۳۴۔

(۳) صحیح بخاری،ج ۱،کتابالصلاۃابواب المسجد، باب(۶۳) "التعاون فی بناء المسجد"ح۴۴۷۔ صحیح مسلم ج۸،کتاب الفتن ،باب(۱۸) "لاتقوم الساعۃ حتیٰ یمرالرجل بقبرالرجل"ح ۲۹۱۵،۲۹۱۶۔

مترجم: صحیح بخاری جلد ۳،کتاب الجھاد، باب(۱۷) "مسحا لغبارعن الناس فی السبیل "حدیث ۲۶۵۷۔

[160] اصحاب شمال کا ذکر سورہ واقعہ میں بھی ہوا ہے:

<وَاَصْحا بُ الشِّمَاْلِ مَا اَصْحا بُ الْشِمَاْ لِ.فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْ. وَّظِلٍ مِنْ یَّحْمُوْمٍ. لابَارِدٌ وَّلاکَرِیْمٌ >

ترجمہ : اور بائیں ھاتھیں نامہ اعمال لینے والے ھائے افسوس بائیں ھاتھ والے کیا مصیبت میں ہیں دوزخ کی لو اور کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ کالے دھوئیں کے سایہ میں ہوں گیجو نہ ٹھنڈا رہے اور نہ خوش آئند۔ سورہ واقعہ، پ۲۷۔

[161] صحیح بخاری جلد۴،کتاب الانبیاء،باب(۱۱) "واتخذالله ابراهیم خلیلا"(آیت ۱۲۵) حدیث ۳۱۷۱، باب "واذکر فی الکتاب مریم"(آیت ۱۶)حدیث ۳۲۶۳ ۔ جلد۶،کتاب التفسیر،تفسیر سورۃ مائدۃ،باب "وکنت علیھم شھداء"(آیت ۱۱۷)حدیث ۴۳۴۹۔۴۳۵۰، تفسیر سورہ الانبیاء(آیت ۱۰۴)حدیث ۴۴۶۳ ۔ جلد۸،کتاب الرقاق، باب "کیف الحشر" حدیث ۶۱۶۱۔ صحیح مسلم جلد۸،کتاب الجنۃوصفۃ نعیمھا، باب(۱۴)"فناء الدنیا وبیان الحشر" حدیث ۲۸۶۰۔

[162] صحیح بخاری جلد۸،کتاب الرقاق،باب(۵۳)" فی الحوض"حدیث ۶۲۲۰۔ جلد۹،کتاب الفتن،(۱) "ماجاء فی قول الله :<واتقوافتنۃلا تصیبن الذین ظلموامنکم خاصۃ> حدیث ۶۶۴۱۔

صحیح مسلم جلد۷،کتاب الفضایل، باب(۹)" اثبات حوض نبینا" حدیث ۲۲۹۵،۲۲۹۴،۲۲۹۳وغیرھم۔

[163] صحیح بخاری جلد۸،کتاب الرقاق، باب(۵۳) "فی الحوض"حدیث ۶۲۱۵۔

[164] صحیح بخاری جلد۸،کتاب الرقاق باب(۵۳)" فی الحوض"حدیث ۶۲۱۴،۶۲۱۳۔

روز محشر اہل بدعت کا حشر!!

۱...''عن سهل بن سعد؛قال النبی ﷺ :((انی فَرَطُكم علی الحوض مَن مَرَّعَلَیَّ شَرِبَ ومن شرب لم يظمأ ابدا لَيَرِدَنَّ عَلَیَّ اقوام اعرفهم ويعرفونني ثم يُحال بنيي وبينهم))قال ابوحا زم: فسمعنی النعمان بن ابی عياش: فقال:هٰكذاسمعتَ من سهل؟ فقلت: نعم فقال:اشهد علیٰ ابی سعيدالخدری لسمعته وهويزيدفيها: فاقولُ:انهم منی؟فيقال: انک لا تدری ما احدثوا بعدک؟ فاقول سحقاً سحقاًلمن غيَّربعدی!! ''

ابو حازم سھل بن سعد سے نقل کرتے ہیں :

رسول ﷺ خدانے فرمایا : میں تم سب سے پھلے حوض کوثر پر وارد ہوں گا اور جو بھی اس دن (روز قیامت) میرے پاس آئے گا وہ آب حوض کوثر سے سیراب ہو گا اور جو حوض کوثر سے سیراب ہو جائے گا ،پھر اس کو کبھی تشنگی نہیں محسوس ہو گی ۔

اور بالتحقیق ایک گروہ ایسا وارد ھو گا جنھیں میں بھی پہچانتا ہو ں گا اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہوں گے،اس کے بعد میرے اور ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی(یعنی وہ رسول ﷺ کے دیدار اور حوضِ کوثر کی سیرابی سے محروم ہو جائیں گے) ابو حازم(ناقل حدیث)کھتے ہیں : جب نعمان بن عیاش نے اس حدیث کو مجھ سے سنا تو پوچھنے لگا: کیا تو نے خود سھل ابن سعد سے اس حدیث کو سنا ہے ؟

نعمان کھتے ہیں : میں نے کھا :ھاں میں نے خود اس حدیث کو سن کر تجھ سے نقل کیا ہے،تو ابن عیاش اس وقت کہنے لگے : میں خدا کو شاہد قرار دے کر کھتا ہوں: میں نے خود اس حدیث کو ابو سعید خدری سے سنا ہے اور وہ اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ بھی نقل کرتے تھے:''رسول ﷺ اس وقت کہنے لگے:دور ہوجائیں رحمت خدا سے،دور ہوجائیں رحمت خدا سے وہ لوگ جنھوں نے میرے بعد دین اسلام میں تحریف وتبدیلی کی!!''(165)

اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم دونوں نے نقل کیا ہے،(لیکن مسلم نے متعدد طرق و اسناد کے ساتھ اور ''لمن غیربعدی''کی جگہ ''لمن بدل بعدی'' نقل کیا ہے۔)قسطلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

حدیث میں تغییر و تبدیلی سے مراد دین اورآئین اسلام کی تغییر وتبدیلی ہے کیونکہ رسول ﷺ کی نفرین ، لعنت اورپھٹکار اسی کے لئے مناسب ہےجو دین خدا میں تبدیلی کرے اور مرتد ہو جائے ، لیکن معصیت اور تغییرِ عمل کرنے والوں کے لئے لعنت اورپھٹکار کا استعمال درست نہیں ہے، کیونکہ جو لوگ گنہ گار ہوں گے ، ان کو رسول خدا ﷺ کی شفاعت کے ذریعہ خداوند عالم کی رحمتِ واسعہ اور اس کا لطفِ عمیم شامل حال ہوگا ، لہٰذا حدیث میں جن لوگوں کی طرف اشارہ ہے ،وہ وھی افراد ہو سکتے ہیں جومرتد ہو گئے ہوں،یھی لوگ رحمت پروردگار سے دور رہوں گے ۔(166)

۲۔امام مسلم نقل کرتے ہیں :

ایک روز رسول خدا ﷺ کا ایک قبرستان سے گزر ہوا توآپ نے اہل قبرستان کو سلام کیا" السلام علیکم دارقوم مومنین "اور فرمایا: انشاء اللہ میں بھی تم سے ملحق ہوں گا ،اس کے بعد فرمایا : میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو دیکھوں ،اصحاب نے عرض کیا: یا رسول ﷺ اللہ!کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں ؟ فرمایا : نھیں تم میرے صحا بہ ہو، میرے بھائی ابھی توپیدا بھی نہیں ہوئے ہیں ،اصحاب نیکھا: یا رسول ﷺ اللہ! وہ افراد جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے آپ ان کو کیسے پہچانتے ہیں ؟رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص سفید پیشانی کا ایک اونٹ رکھتا ہوکیا، وہ سیاہ پیشانی والے اونٹوں کے درمیان اپنے اُس اونٹ کو نہیں پہچان سکتا ؟!صحا بہ نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول ﷺ اللہ! رسول ﷺ نے فرمایا:میرے بھائی میدان محشرمیں اس حالت میں میرے پاس واردہوں گے کہ ان کی پیشانیاں وضوء کے اثر سے سفید اور نورانی ہوں گی اور ان سے پہلے میں حوض کوثرپر وارد ہوں گا ،پھر آپ نے فرمایا: آگاہ ہوجاو کہ ایک گروہ میرے پاس سے حوض کوثرپر روک دیا جائے گا، جیسے کہ ایک گم شدہ اونٹ کودوسرے گلہ میں وارد ہونے نہیں دیتے ، میں ان کو آواز دوں گا، میرے پاس آجاو،تو جواب دیا جائے گا: اے میرے رسول ﷺ !تیرے بعد انھوں نے کیا کیا دین میں تغیرو تبدل کردیا تھا تم نہیں جانتے؟!! میں اس وقت کہوں گا: یہ رحمت خدا سے دور ہوں! رحمت خدا سے دور ہوں!

((...الا لیذادن رجال عن حوضی کما یذادالبعیر الضال، انا دیھم الا ھلم فیقال: انھم قد بدلوا بعدک، فاقول سحق ا سحقا))(167)

۳...''عن ام سلمة زوجةالنبی ﷺ انھا قالت: کنت اسمع الناس یذکرون الحوض ولم اسمع ذالک من رسول ﷺ الله،... فقال رسول ﷺ الله :انی لکم فَرَطٌ علی الحوض فایا ی لایاِ تیَنَّ احدکم فیُذَبُّ عنی کما یُذَبُّ البعیرُ الضالُّ فاقول: فیم ھذا؟ فیقال: انک لا تدری مااحد ثوابعدک؟! فا قول: سُحْقاً!!''

زوجہ رسول ﷺ ام سلمہ سے منقول ہے:

میں نے حوض کوثرکے سلسلے میں لوگوں سے بھت کچھ سن رکھا تھا، مگر کبھی رسول خدا ﷺ سے کچھ نہ سنا تھا، اتفاقاً ایک روز رسول خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا :اے لوگو ! میں تم سب سے پہلے حوض کوثرپر وارد ہوں گا، لہٰذا خبر دار!تم میں سے کوئی شخص ایسا ہوجو میرے پاس آئے تو وہ میرے پاس سے بحکم خدا دور کردیا جائے ،جس طرح گمشدہ اونٹ کو گلہ سے دور کردیتے ہیں اور پھر میں وھاں کہوں: آخر ان لوگوں کو میرے پاس سے کیوں دور کردیا گیا ؟اور اس کیجواب میں مجھ سے کھا جائے: اے میرے رسول! ﷺ تم نہیں جانتے انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا بدعتیں اسلام میں بھردیں تھیں ! اور پھر مجھے کہنا پڑے کہ تم رحمت خدا سے دور ہوجاو کیونکہ تم مستحق لعنت ہو !!(168)

بعض صحابہ کا اعترافِ حقیقت

یہ تھیں چند روایتیں جو بعد وفات پیغمبر ﷺ مسلمانوں کے ایک گروہ کے مرتد ہونے پر صحیحین میں منقول ہیں، ان روایات میں بعض کلمات ایسے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ افراد دنیا میں رسول ﷺ کے بھت زیادہ قریب اور خاص تھے اور آنحضرت ﷺ ان سے بےحد الفت و محبت کرتے تھے، مثلاً کلمہ "اَصْحا بِیْ،اُصَیْحا بِیْ ،مِنّی" وغیرہ سے ان معانی کا استفادہ ہوتا ہے۔

چنانچہ جن اصحاب کی طرف روایت میں ارتداد کی نسبت دی گئی ہے، اُن کا بعض روایتوں میں اشارہ بھی ملتا ہے اور بعض کتابوں میں اس راز سے پردہ اٹھایا گیا ہے، حتیٰ کہ خود اپنی زبان سے اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، بطور نمونہ ہم ذیل میں دو حدیثیں نقل کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں مندرج ہیں:

۱۔ امام بخاری نے علاء بن مسیب اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے:

جب میں نے براء بن عازب کو دیکھا تو اس کو جلیل القدر صحابی ہونے کی مبارک باد پیش کی اور اس بات پر فخر اور رشک کیا کہ اس نے درخت کے نیچے رسول ﷺ کے ھاتھوں پر بیعت کی تھی اور براء کی اس بیعت اور رسول ﷺ کے ساتھ اس کی قربت کو اس کے لئے مایہ افتخار و مباہات جانا، تو براء بن عازب میرا افتخاریہ جملہ سن کر کہنے لگا: اے بھتیجے یہ جو کچھ تونے کھا وہ یقیناً لائق صد افتخار و مباہات ہے، لیکن کیا کروں یہ ساری میری فضیلتیں رائیگا ںھیں، کیونکہ تو نہیں جانتا ہم نے رسول ﷺ کی وفات کے بعد کیا کیا بدعتیں اسلام میں داخل کردیں!!

"فقال: یابن اخی انک لاتدری ما احدثنا بعده؟!"(169)

۲۔ امام بخاری نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے:

جب عمر ابو لو لو فیروز کے ھاتھوں زخمی ہوئے اور ان کو اپنی موت کا یقین ہوگیا، تو وہ بھت زیادہ رونے پیٹنے لگے۔

ابن عباس نے تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرمایا:

اگر یہ زخم تیری موت کا سبب بن جائے تو کوئی گھبرانے کی بات نہیں، کیونکہ تیری زندگی مصاحبت رسول اسلام ﷺ کی وجہ سے لائق صد افتخار ہے اور رسول اسلام ﷺ بھی تجھ سے راضی تھے، ابوبکر بھی تم سے راضی تھے اور مسلمانوں کے ساتھ آپ نے ایسا برتاو کیا کہ بظاہر مسلمان بھی آپ کے کردار و اخلاق کی وجہ سے راضی و خوش ہیں، تو پھر آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟!!

عمر نے جواباً کھا:

"اماماتراه من جزعی فھو من اجلک واجل اصحا بک، واللہ لوان لی طلاع الارض ذھباً لافتدیت به من عذاب اللہ عز وجل قبل ان اراه"۔(170)

اے ابن عباس! جو کچھ تم نے کہا وہ اپنی جگہ واقعاً صحیح ودرست ہے، مگر جس وجہ سے تم مجھے حیران وپریشان دیکھ رہے ہو، وہ تمھاری اور تمھارے خاندان کی وجہ سے ہے، قسم بخدا میں آرزو کرتا ہوں کہ یہ سارا کرہ ارض سونا بن جاتا اور میں وہ سب راہ خدا میں سخاوت کردیتا، قبل اس کے کہ عذاب خدا میرے اوپر نازل ہوتا!!

والحمد لله رب العالمين وصلى الله على محمّد واهل بيته الذين بهم تمت الكلمة وعظمت النعمة، اللّٰهم احشرنا في زمرة المتمسكين بهم واللّائذين بفنائهم (آمين رب العالمين)

مولف :۔ محمد صادق نجمی:۴جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ، بروز سہ شنبہ سہ پھر

مترجم: ۔ محمد منیر خان ابن شہزاد علی خان مرحوم

۱۵مارچ ۱۹۹۷ء، گرام وپوسٹ بڑھیاؔ، ضلع کھیری لکھیم پور، یوپی، ہندوستان، مقیم حال قم ۔ ایران۔

کتاب ہذا کے منابعِ تحقیق کی فہرست

ایک یاددھانی

کتاب ھٰذا میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جن نسخوں سے حوالے پیش کئےٴ گئےٴ ہیں ان کے سلسلہ میں ایک اہم وضاحت:

۱۔ صحیح بخاری کا پھلا ایڈیشن: اس کو بولاق پریس مصر سے سلطان عبد الحمید ثانی کے حکم سے ۱۳۱۲ ہمیں مصر کے ۱۶ جیّد علماء کی نگرانی میں چھاپا گیا اور اس نسخہ کے شائع ہونے کے بعد مصر کے سات علماء اور قاضیونٌنے اس کی تصحیح فرمائی۔

دوسرا ایڈیشن: یہ ۱۲۷۲ ہمیں ہندوستان سے شائع ہوا، یہ بھت ہی صحیحا ور قابل اعتماد نسخہ مانا جاتا ہے، اس کی بڑی توجہ کے ساتھ غلط گیری کی گئی ہے اور اس ایڈیشن کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے آخر میں ۲۸ صفحات پر مشتمل غلط نامہ ملحق ہے، حالانکہ اس زمانہ کی کتابوں کے آخر میں غلط نامہ وغیرہ تحریر کرنا مرسوم نہیں تھا، یہ چیز تو آجکل رواج پائی ہے۔

تیسرا ایڈیشن: یہ ایڈیشن شعب پریس مصر، سے شائع ہوا، افسوس کہ اس میں تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔

۲۔ صحیح مسلم کا پھلا ایڈیشن: یہ ایڈیشن ۱۳۳۴ ہمیں مصر سے شائع ہوا، یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے اور علامہ محمد شکری نے اس پر نوٹ لگایا ہے۔

دوسرا ایڈیشن: یہ ایڈیشن محمد فو اد عبد الباقی کی تحقیق اور شرح نووی کے حاشیہ کے ساتھ ۱۳۷۴ ہمیں شائع ہوا، جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

مترجم

اس کتاب میں قرآنی آیات کا ترجمہ؛ مفسر ومترجم قرآن مجید، حافظ فرمان علی صاحب کے ترجمہ قرآن سے اور خطبات نہج البلاغہ کا ترجمہ؛ مفتی جعفر حسین صاحب طاب ثراہ کے ترجمہ نہج البلاغہ سے اخذ کیا گیا ہے، نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم کیجن جدید نسخوں کی تحقیق کرکے اس ترجمہ میں ابواب و احادیث نمبر اور حوالے نقل کرنے میں استفادہ کیا گیا ہے ان کے مشخصات یہ ہیں:

۳۔ صحیحا لبخاری: تحقیق، تصحیح وتعلیق ڈاکٹر مصطفی دیب البغاء، مدرس جامع ازھر مصر۔

مجلدات: ۶، ناشر: دار ابن کثیر، دمشق، شام، بیروت لبنان۔ ایڈیشن: ۱۹۸۷ء، ۱۴۰۰ھ

۴۔ صحیح مسلم: مجلدات: ۴، پھلا ایڈیشن: ۱۹۵۶ء، مطابق، ۱۳۷۵ھ، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۔ ۱۲

منابعِ تحقیق کی دیگر فہرست

۵۔ الام

مولف: محمدبن ادریس امام شافعی، ۲۰۴ھ۔ مجلد ۸،دوسرا ایڈیشن ،۱۹۸۳ ء ، ۱۴۰۳ ھ ،ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۶۔ ابوھریرۃ

مولف: مرحوم علامہ فیں سیدشرف الدین ، ۱۳۷۷ھ۔ مجلد : ۱ ،ناشر: انتشارات انصاریان، قم، مطبوعہ بھمن۔

۷۔ الاتقان فی علوم القرآن

مولف: جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعی، ۹۱۰ھ۔ تحقیق : محمد ابو الفضل ابراہیم ۔مجلدات : ۲،سن اشاعت : ۱۳۸۰ ھ ش۔ مطبع نور ، ناشر: فخر، قم ایران ۔

۸۔ ادب المفرد

مولف : محمدبن اسمٰعیل بخاری ، ۲۵۶ھ۔ تحقیق : محمد فواد عبد الباقی ۔مجلد : ۱ ، سن اشاعت : ۱۹ ۸۶ھ ، ۱۴۰۶ھ، پھلا ایڈیشن ،ناشر: موسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، لبنان ۔

۹۔ الاجتھاد

مولف: ڈاکٹر موسی توانا افغانی(دور حاضر کے عالم اہل سنت)۔ مجلد ۱، مطبوعہ: قاہرہ، مصر۔

۱۰۔ اجوبۃ مسائل جاراللہؒ

مولف: علامہ فیں سعیدشرف الدین،۱۳۷۷ھ۔ مجلد: ۱، سن اشاعت : ۱۳۷۳ ھ ، ۱۹۵۳ ء، دوسرا ایڈیشن، مطبوعہ : العرفان، صیدا، بیروت ۔

۱۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام (المعروف بہ الاحکام آمدی)

مولف : سیف الدین ابی الحسن علی ابن ابی علی ابن محمد آمدی ، ۶۳۱ھ ۔مجلدات : ۲ ، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت ، لبنان ۔

۱۲۔ احقاق الحق

مولف : شھیدثالث ،قاضی نوراللہ شوستری ھندی ، متوفی ، ۱۰۱۹ ھ۔ تحقیق و حا شیہ: آقای نجفی مرعشی ، ۱۰۱۹ھ۔

۱۳۔ ارشاد الساری، شرح صحیحا لبخاری

مولف: شھاب الدین احمد ابن حجر قسطلانی، ۸۵۵ھ۔مجلدات : ۱۵ ،سن اشاعت : ۱۴۲۱ ھ ۔ ۲۰۰۰ ء ۔ ناشر: دار الفکر، بیروت۔

۱۴۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب (یہ اصابہ کے حا شیہ پر شائع ہوئی ہے)

مولف: الحافظ ابن عبدالبر النمیری اندلسی، ۴۶۳ھ۔ مجلدات: ۴، سن اشاعت: ۱۲۲۸ ھ، پھلا ایڈیشن۔ ناشر: مکتبۃ التجاریۃ کبری، قاہرہ، مصر۔

۱۵۔ استقصاء الافحام

۱۶۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ

مولف: ابن اثیر عزالدین ابوالحسن محمد بن محمد، ۶۳۰ھ۔ مجلدات: ۵، ناشر: انتشارات اسماعیلیان، طھران

۱۷۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ

مولف: ابن حجر احمد بن علی العسقلانی، ۸۵۲ھ۔ تحقیق: عادل احمد عبد الموجود۔ مجلدات: ۸، سن اشاعت: ۱۴۱۵ ھ، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔

۱۸۔ اضواء علی السنۃ المحمدیۃ

مولف: شیخ محمود ابوریہ، مصری، ۱۹۷۰ء۔ مجلد ۱، پانچواں ایڈیشن، مطبوعہ: دار الکتاب الاسلامی۔

۱۹۔ اعیان الشیعہ

مولف: محسن امین۔ سن اشاعت: ۱۳۵۴ھ، ۱۹۳۵ء، مطبوعہ: ابن زیدون، دمشق۔

۲۰۔ الاغانی

مولف: ابو الفرج علی بن الحسین الاصفھانی البغدادی، ۳۵۶ھ۔ مجلدات: ۲۱، سن اشاعت: ۱۹۵۵ء۔ ناشر: دار الفکر، بیروت۔

۲۱۔ الغدیر

مولف: علامہ فیں شیخ عبد الحسین امینی (ر) متوفی ۱۳۹۲ ھ۔ مجلدات: ۱۲، سن اشاعت: ۱۳۷۹ ھ۔ مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت۔

۲۲۔ اقرب الموارد فی فصحا لعربیہ والشوارد

مولف: سعید الخوری شرتونی لبنانی عفی عنہ۔ مجلدات: ۳، سن اشاعت: ۱۴۰۳ ھ۔ ناشر: مکتبہ آیۃ امرعشی (ر)، قم ایران۔

۲۳۔ الامامۃ والسیاسہ (المعروف بہ تاریخ الخلفاء)

مولف: عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری، ۲۷۶ھ۔ تحقیق: علی شیری۔ مجلدات: ۴، سن اشاعت: ۱۴۱۳ ھ، مطبع: امیر قم، ناشر: انتشارات شریف رضی، قم، ایران۔

۲۴۔ الامام المالک

مولف: ابوزهره (دورحاضر کے عالم اہل سنت)۔ متوفی ۱۹۵۲ء۔ مجلد ۱۔ سن اشاعت: ۱۳۶۷ھ، ناشر: دار الفکر العربی، ۱۳۶۷ھ، مصر۔

۲۵۔ الامام الشافعی

مولف: محمد ابوزهره (دورحاضر کے عالم اہل سنت)۔ متوفی ۱۹۵۲ء۔ مجلد ۱۔ سن اشاعت: ۱۳۶۷ھ، ناشر: دار الفکر العربی، ۱۳۶۷ھ، مصر۔

۲۶۔ انجیل متی

۲۷۔ انجیل یوحنا

۲۸۔ انجیل لوقا

۲۹۔ انساب الاشراف

مولف: احمد بن یحی بن جابر البلاذری (متوفی تیسری صدی ہجری)۔ تحقیق: محمد باقر محمودی۔ مجلدات: ۱، سن اشاعت: ۱۳۹۴ھ، پهلا ایڈیشن، ناشر: موسسہ اعلمی، بیروت۔

۳۰۔ النص والاجتهاد

مولف: علامه فیں سعید شرف الدین، ۱۳۷۷ھ۔ تحقیق: ابو مجتبی۔ مجلدات: ۱، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، پهلا ایڈیشن، ۔ ناشر ابو مجتبی۔ مطبع: سید الشهداء -، قم، ایران۔

۳۱۔ اوائل المقالات

مولف: محمد بن محمد بن نعمان ابن المعلم (المعروف بہ شیخ مفید) ۴۱۳ھ۔ تحقیق: ابراہیم انصاری۔ زنجانی خوئینی۔ سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۳ء۔ مجلد ۱، ناشر: دار المفید، بیروت، لبنان۔

(ب)

۳۲۔ بحار الانوار لدرر اخبار الائمۃ الاطهار (علیهم السلام)

مولف: علامه محمد باقر مجلسی، ۱۱۱۱ھ۔ مجلدات: ۱۱۰، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء، دوسرا ایڈیشن۔ مطبوعہ: موسسۃ الوفاء، بیروت، لبنان۔

۳۳۔ البدایۃ والنهایۃ

مولف: ابن کثیر اسماعیل بن عمر دمشقی شافعی، ۷۷۴ھ۔ تحقیق: علی شیری۔ مجلدات: ۱۴، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ، دوسرا ایڈیشن۔ ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

۳۴۔ بدایۃ المجتهد و نهایۃ المقتصد
مولف: ابن رشد ابو الولید محمد بن احمد اندلسی مالکی، ۵۹۵ھ۔ تحقیق: خالد العطار۔ مجلدات: ۲، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ، ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان۔
۳۵۔ بلاغات النساء
مولف: ابو الفضل احمد بن ابی طاہر معروف بہ ابن طیفور، ۳۸۰ھ۔ مجلدات: ۱، ناشر: بصیرتی، قم، ایران۔
۳۶۔ بیان در علوم و مسائل کلی قرآن
مترجم: محمد صادق نجمی مد ظلہ۔ مجلد ۱، مطبوعہ: قم، ایران۔
(ت)
۳۷۔ تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلامی
مولف: حسن صدر متوفی، ۱۹۳۵ء۔ مجلد: ۲۔ ناشر: مرکز نشر عراقی، نجف۔
۳۸۔ تاریخ الخلفا
مولف: حافظ جلال الدین عبد الرحمان ابن ابی بکر سیوطی شافعی، ۹۱۰ھ۔ تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید۔ مجلدات: ۱، سن اشاعت: ۱۳۷۱ھ۔ ۱۹۵۲ء پهلا ایڈیشن۔ ناشر: مطبعۃ السعادۃ، مصر۔
۳۹۔ تاریخ ابن خلکان
مولف: احمد بن محمد ابن خلکان شافعی ۶۸۱ھ
۴۰۔ تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس
مولف: حسین بن محمد بن حسن دیار بکری مالکی قاضی مکہ، ۹۸۲ھ۔ مجلدات: ۲، ناشر: موسسۃ الشعبان، بیروت، لبنان۔
۴۱۔ تاریخ الیعقوبی
مولف: احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وهب ابن واضح (المعروف بہ یعقوبی)، ۲۸۴ھ۔ مجلدات: ۲، ناشر: دار صادر، بیروت۔
۴۲۔ تاریخ بغداد
مولف: خطیب بغدادی، ۴۶۳ھ۔ تحقیق: مصطفی عبد القادر۔ مجلدات: ۸، سن اشاعت: ۱۸۷۹ء ناشر: موسسہ اعلمی، بیروت۔
۴۳۔ تاریخ الطبری (تاریخ الامم والملوک

مولف: ابو جعفر محمد بن جریر طبری، ۳۱۰ھ۔ تحقیق: نخبۃ من العلماء والاجلاء۔ مجلدات: ۸، سن اشاعت: ۱۸۷۹ء ناشر: موسسہ اعلمی، بیروت۔

۴۴۔ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی

مولف: حافظ جلال الدین عبد الرحمان ابن ابی بکر سیوطی شافعی، ۹۱۰ھ۔ تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید۔ تحقیق: عبد الوہاب اللطیف۔ مجلد: ۱، کل صفحات: ۳۵۷، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ، ۱۹۶۶ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب الحدیثہ، مصر۔

۴۵۔ تذکرۃ الحفاظ

مولف: ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی دمشقی شافعی، ۷۴۸ھ۔ مجلدات: ۴، ناشر: مکتبۃ الحرم المکی (بتوسط وزارت معارف الحکومۃ العالیۃ الہندیۃ) مکہ۔

۴۶۔ ترجمہ تاریخ اعثم کوفی

مولف: ابو محمد بن اعثم کوفی۔ مطبوعہ ایران (زیراکس وزارت اوقاف جمہوریہ عراق)۔

۴۷۔ تزیین الممالک فی مناقب الامام المالک

مولف: حافظ جلال الدین عبد الرحمان ابن ابی بکر سیوطی شافعی، ۹۱۰ھ۔

۴۸۔ تطہیر الجنان

مولف: شہاب الدین احمد بن محمد بن علی ابن حجر الھیثمی المکی، ۹۷۳ھ۔

۴۹۔ تفسیر ابن کثیر

مولف: ابن کثیر دمشقی، ۷۷۴ھ مجلدات: ۴، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت۔

۵۰۔ تفسیر احکام القرآن

مولف: ابو بکر احمد بن علی رازی، جصاص، بغدادی حنفی، ۳۷۰ھ۔ مجلدات: ۳، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ، پھلا ایڈیشن، مطبوعہ: دار العلمیہ بیروت، لبنان۔

۵۱۔ تفسیر برھان (البرھان فی تفسیر القرآن)

مولف: سید ھاشم حسینی بحرانی، ۱۱۰۱ھ۔ تحقیق: قسم الدراسات الاسلامیہ، موسسۃ البعثۃ۔ مجلدات: ۱۰، سن اشاعت: ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹ء، پھلا ایڈیشن، ناشر: موسسۃ البعثۃ، بیروت، لبنان۔

۵۲۔ تفسیر بغوی (معالم التنزیل فی التفسیر والتاویل)

مولف: حسن بن مسعود الفراء البغوی الشافعی، ۵۱۰ھ۔ مجلدات ۵، سن اشاعت: ۱۹۸۵ھ، ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان۔
۵۳۔ تفسیر تبیان (التبیان فی تفسیر القرآن)
مولف: شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، ۴۶۰ھ۔ تحقیق: احمد حبیب، قیصر عاملی۔ مجلدات: ۱۰، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ، ناشر: مکتب الاعلام الاسلامی۔
۵۴۔ تفسیر الخازن (المسمی لباب التاویل فی معانی التنزیل)
مولف: علاء الدین علی بن محمد بغدادی مشہور بہ خازن، ۷۴۱ھ۔ ناشر: مکتبہ تجاریہ کبری، قاہرہ، مصر۔
۵۵۔ تفسیر الدر المنشور (بھامشہ القرآن المجید مع تفسیر ابن عباس
مولف: جلال الدین عبد الرحمان سیوطی، ۹۱۰ھ، مجلدات: ۶، سن اشاعت: ۱۳۶۵ھ، پھلا ایڈیشن، مطبوعہ: الفتح جدہ، ناشر: دار الفکر، بیروت۔
۵۶۔ تفسیر روحا لمعانی فی تفسیر قرآن العظیم و السبع المثانی
مولف: محمود بن عبد اللہ بغدادی آلوسی شافعی، ۱۲۷۰ھ۔ مجلدات: ۱۵، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ھ، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔
۵۷۔ تفسیر الطبری (الجامع البیان عن تاویل آیا لقرآن)
مولف: ابو جعفر محمد بن جریر طبری، ۳۱۰ھ۔ تحقیق: صدقی جمیل العطار۔ مجلدات: ۳۰ جزء، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ، ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان۔
۵۸۔ تفسیر قرطبی (الجامع لاحکام القرآن)
مولف: ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری (یحیی بن سعدون اندلسی) قرطبی، ۵۶۷ھ۔ مجلدات: ۲۰، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔
۵۹۔ التفسیر الکبیر
مولف: محمد بن عمر امام فخر الدین رازی شافعی، ۶۰۶ھ۔ مجلدات: ۱۷، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ، ۱۹۹۰ء، پھلا ایڈیشن۔
۶۰۔ تفسیر الکشاف
مولف: جار اللہ محمود بن عمر زمخشری، ۵۳۸ھ۔ مجلدات: ۴، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ، ناشر: مکتب الاعلام الاسلامی۔
۶۱۔ تفسیر مجمع البیان

مولف: ابی علی الفضل بن حق الطبرسی (امین الاسلام)، ۵۴۸ھ ۔ تحقیق: لجنۃ من العلماء والمحققین ۔ مجلدات ۱۰، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ، پهلا ایڈیشن، ناشر: موسسۃ الاعلمی مطبوعات، بیروت ۔

۶۲۔ تفسیر محاسن التاویل (المشهور بہ تفسیر القاسمی)

مولف: محمد جمال الدین قاسمی، متوفی، ۱۳۳۲ھ ۔ مجلدات: ۱۷، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء، ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان ۔

۶۳۔ تفسیر المراغی

مولف: احمد مصطفی المراغی ۔ مجلدات: ۱۰، (۳۰ جزء) سن اشاعت: ۱۹۸۵ھ، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۔

۶۴۔ تفسیر المنار

شیخ محمد عبدہ مصری ۱۳۲۳ھ، وترتیب کردہ: رشید رضا مصری ۔ مجلدات: ۱۲، دوسرا ایڈشن، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان ۔

۶۵۔ تفسیر المیزان

مولف: علامہ محمد حسین طباطبائیؒ (متوفی ۱۴۰۲ھ) ۔ مجلدات: ۱۰، ناشر: جامعۃ المدرسین، حوزہ علمیہ، قم ایران

۶۶۔ تفسیر نور الثقلین

مولف: المحدث النحریر الشیخ عبد علی بن جمعۃ العروسی الحویزی، ۱۱۱۲ھ ۔ تحقیق: ھاشم رسول محلاتی ۔ مجلدات: ۵ ۔ سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، چوتھا ایڈیشن، اشر: موسسہ اسماعیلیان، قم ایران ۔

۶۷۔ التقریب

مولف: فاضل نووی دمشقی، ۶۷۶ھ ۔ مجلد ۱، سن اشاعت: ۱۹۸۷ء پهلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت ۔

۶۸۔ تہذیب التہذیب

مولف: شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، ۸۵۲ھ ۔ مجلدات: ۱۲، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، پهلا ایڈیشن ۔ ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان ۔

۶۹۔ تہذیب الاسماء واللغات

مولف: فاضل نووی متوفی، ۶۷۶ھ ۔ مجلدات: ۱، کل صفحات: ۲۰۲، ناشر: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، مصر ۔

۷۰۔ توریت

....

(ج)

۷۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ

مولف: الحافظ ابن عبدالبر اندلسی، ۴۶۳ھ، مجلدات: ۲، سن اشاعت: ۱۹۶۸ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبہ سلفیہ، مکہ۔

۷۲۔ جامع احادیث الشیعۃ

مولف: آقا حسین طباطبائی بروجردی۔ مجلدات: ۳۱، سن اشاعت: ۱۴۱۷ھ، مطبع مہر، قم، ایران۔

....

(د)

۷۳۔ دراسات فی الکافی والصحیحا لبخاری

مولف: ھاشم معروف الحسینی (دور حاضر کے مشہور مولف)۔ مجلد ۱، سن اشاعت: ۱۳۸۸ھ، ۱۹۶۸ء، پہلا ایڈیشن ،مطبع: صور الحدیثۃ، لبنان الجنوبی۔

۷۴۔ در ثمین فی بشرات نبی الامین

۷۵۔ دائرۃ المعارف القرن العشرین

مولف: محمد فرید وجدی۔ مجلدات: ۱۰، سن اشاعت: ۱۹۷۱ء۔ تیسرا ایڈیشن۔ ناشر: دار المعارف۔ بیروت، لبنان۔

۷۶۔ ذخائرا لعقبی فی مناقب ذوی القربی۔

مولف: احمدبن عبداللہ (المعروف بہ) محب الدین طبری، ۶۹۴ھ۔ مجلد: ۱، سن اشاعت: ۱۳۵۶ھ، مطبوعہ: مکتبۃ القدسی، لحسام الدین، قاہرہ، مصر۔

۷۷۔ الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ

مولف: علامہ شیخ، آقابزرگ الطھرانی، ۱۳۸۹ھ۔ مجلدات: ۱۶، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ، تیسرا ایڈیشن، ناشر: دار الاضواء، بیروت، لبنان۔

۷۸۔ ربیع الابرارو نصوص الاخبار (زیراکس رسالہ دیوان والاوقاف احیاء التراث العربی، عراق)

مولف: جار اللہ زمخشری، ۵۳۸ھ۔ تحقیق: ڈاکٹر سلیم نعیمی۔ مجلدات: ۵، ناشر: انتشارات شریف رضی، قم ایران۔

۷۹۔ رجال نجاشی

مولف : شیخ ابو العباس ، احمد بن علی ، النجاشی الاسدی الکوفی متوفی، ۴۵۰ھ ، تحقیق : موسوی شبیری زنجانی ۔ مجلد ۱ ،پانچواں ایڈیشن ، ناشر: موسسہ نشر الاسلامی ، التابعہ لجامعۃ المدرسین، قم ، ایران ۔
۸۰۔ روضۃ الکافی(الکافی)
مولف:ثقۃالاسلام شیخابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی ، ۳۲۹ھ ۔ تحقیق : علی اکبر غفاری ۔مجلدات:۸، سن اشاعت : ۱۳۸۸ ھ ،ش، تیسرا ایڈیشن ، مطبع : حیدری ۔ ناشر : دار الکتب الاسلامیہ، آخوندی ، طھران ۔
۸۱۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ
مولف :احمد بن عبداللہ (المعروف بہ) محب الدین طبری، ۶۹۴ھ ۔ تحقیق : عیسی عبد اللہ محمد مانع الحمیری۔مجلدات : ۲ ، سن اشاعت : ۱۹۹۶ ء ، پہلا ایڈیشن ، ناشر: دار الغرب الاسلامی، بیروت۔
۸۲۔ ریح انۃالادب فی تراجم المعروفین بالکنیۃ واللقب
مولف: استادو متتبع فیں مدرس تبریزی،۱۳۷۳ھ ۔مجلدات : ۶،شفق پریس ، تبریز، ایران ۔

....

(س)
۸۳ سرالعالمین وکشف مافی الدارَین
مولف: ابو حامد محمد بن محمد بن محمد امام غزالی متوفی، ۵۰۵ھ ۔مجلد:۱، سن اشاعت : ۱۹۶۵ء،دوسرا ایڈیشن، مطبوعہ : نعمان پریس ، النجف الاشرف، عراق۔
۸۴۔ السنۃ قبل التدوین
مولف: ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب ۔مجلدات : ۱، پانچواں ایڈیشن،ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۔
۸۵۔ سنن ابن ماجہ
مولف :محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی ، ۲۷۳ھ ۔ تحقیق : محمد فواد عبدالباقی ۔ مجلدات ۲، ناشر: دار الفکر ،بیروت ، لبنان ۔
۸۶۔ سنن ابی داود
مولف:سلیمان بن اشعث ابی داود سجستانی ،۲۷۵ھ ۔ تحقیق : سعید محمد لحام ۔مجلدات : ۲،سن اشاعت : ۱۹۹۰ء، ۱۴۱ ھ ،پہلا ایڈیشن ، مطبوعہ: دار الفکر ،بیروت ۔
۸۷۔ سنن الترمذی

مولف: محمدبن عیسی ترمذی، ۲۷۹ھ۔ تحقیق: عبد الوھاب عبد اللطیف۔ مجلدات: ۵، سن اشاعت: ۱۴۰۳۔ مطبوعہ: دار الفکر، بیروت

۸۸۔ سنن دارمی

مولف: ابو محمد عبداللہ بن بھرام دارمی، ۲۵۵ھ۔ مجلدات: ۲، مطبوعہ: مطبعۃ الاعتدال، دمشق، شام۔

۸۹۔ سنن نسائی

مولف: احمدبن شعیب نسائی، ۲۷۹ھ۔ مجلدات: ۸، سن اشاعت: ۱۹۳۰ء، ۱۳۴۸ھ، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۹۰۔ السیرۃ النبویۃ

مولف: ابو محمد عبد الملک بن ھشام بن ایوب الحمیری، ۲۱۸ھ۔ تحقیق: محمد محی الدین، عبد المجید۔ مجلدات: ۴، سن اشاعت: ۱۳۸۳ھ۔ ناشر: مکتبہ محمد علی صبیح و اولادہ۔

۹۱۔ السیرۃ الحلبیۃ

مولف: علی بن برھان الدین الحلبی الشافعی۔ محشی: احمد زینی دحلان۔ مجلدات: ۴، ناشر: مکتبہ اسلامی، بیروت۔

....

(ش)

۹۲۔ الشافی فی الامامۃ

مولف: ذو المجدین ابو القاسم علی بن الحسین سید مرتضی علم الھدی، ۴۳۶ھ۔ مجلدات: ۴، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: موسسہ اسماعیلیان، قم۔

۹۳۔ شرحالسنۃ

مولف: حسین بن مسعود شافعی بغوی، ۵۱۶ھ۔ مجلدات: ۸، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۴ء۔ ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۹۴۔ شرح تجرید قوشچی

مولف: مولاعلاء الدین علی بن محمد قوشچی، ۸۷۹ھ۔ مجلد ۱، سال اشاعت: ۱۲۸۵ھ۔

۹۵۔ شرح مشکاۃ شریف

مولف: نور الدین ھروی۔

۹۶۔ شرح صحیح مسلم

مولف : یحیی بن شرف الدین(المعروف بہ فاضل نووی)، ۶۷۶ھ، مجلدات:۱۸، سن اشاعت : ۱۴۰۷ھ ، ۱۹۸۷ ء ۔ دوسرا ایڈیشن ۔ مطبوعہ : دار الکتاب العربی ، بیروت، لبنان ۔

۹۷۔ شرح نہج البلاغہ

مولف: عزالدین عبدالحمید معروف بہ ابن ابی الحدید معتزلی، ۵۸۶ھ ۔ تحقیق : محمد ابو الفضل ابراہیم۔ مجلدات : ۲۰ ، سن اشاعت :۱۳۷۸ ھ ، ۱۹۵۹ ء ،ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت ۔

۹۸۔ شیخ المضیرۃ

مولف: شیخ محمود ابوریہ ، مصری، ۱۹۷۰ ء ۔مجلد: ۱ ، مطبوعہ : دار المعارف ، بیروت ، لبنان، تیسرا ایڈیشن ۔

....

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۹۹۔ الصدیق ابوبکر

مولف : محمد حسین ہیکل ،ناشر: دار المعارف مصر ، چھٹا ایڈیشن

۱۰۰۔ الصواعق المحرقۃ علی اہل الرفض والضلال الزندقۃ

مولف: شھاب الدین احمد بن محمد بن علی ابن حجر الھیثمی المکی، ۹۷۳ھ۔ تحقیق : عبد الرحمن بن عبداللہ الترکی و کامل محمد الخراط ۔مجلدات : ۴ ، سن اشاعت : ۱۹۹۷ ء، پھلا ایڈیشن ۔

....

(ض)

۱۰۱۔ ضحی الاسلام

مولف : احمد امین متوفی، ۱۹۵۴ء ۔مجلدات : ۴، سن اشاعت : ۱۳۵۷ھ، ۱۹۳۸ء، ناشر: لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر،قاہرہ ،مصر۔

....

(ط)

۱۰۲۔ طبقات ابن سعد(الطبقات الکبری)

مولف: ابن سعد محمد بصری کاتب واقدی، ۲۳۰ھ ۔ مجلدات: ۸، ناشر: دار صادر، بیروت، لبنان ۔
۱۰۳۔ الطبقات شعرانی (الطبقات الکبری)
مولف: عبد الوھاب بن احمد بن علی انصاری شافعی مصری ۔ناشر: دار العلم للجمیع، سعودیہ ۔
....

ع

۱۰۴۔ عارضۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی
مولف: حافظ ابن عربی، ۵۴۳ھ ۔ مجلدات: ۸، سن اشاعت: ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰ء، چھٹا ایڈیشن، ناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان ۔
۱۰۵۔ عبد اللہ بن سبا و اساطیر اخری
مولف: علامہ مجاہد سید مرتضی عسکری دام ظلہ ۔مجلدات: ۲، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۲ء، ناشر: نشر التوحید، قم، ایران ۔
۱۰۶۔ عبقریۃ الصدیق
مولف: عبّاس محمود العقاد۔ مجلدات: ۱، ناشر دار الکتب العربی، کل صفحات: ۲۱۲، مطبوعہ: بیروت۔
۱۰۷۔ عقد الفرید
مولف: احمد بن عبد (عبد ربہ) اندلسی مالکی، ۳۳۸ھ۔ مجلدات: ۷۔ ناشر: دار الکتاب الکتب العربی، بیروت، لبنان۔ سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء۔
۱۰۸۔ العلو لعلی الغفار
مولف: محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز (المعروف بہ شمس الدین الذھبی) متوفی ۷۴۸ھ ۔مجلد ۱، سن اشاعت: ۱۳۸۸ھ، دوسرا ایڈیشن ۔ناشر سلفیہ کتابفروشی، مدینہ منورہ ۔
۱۰۹۔ عمدۃ القاری شرح صحیحا لبخاری
مولف: بدر الدین عینی، ۸۵۵ھ ۔ مجلدات: ۱۲، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، لبنان ۔
۱۱۰۔ عون المعبود شرح سنن ابی داود
مولف: عبد الرحمن شرف الحق محمد اشرف صدیقی عظیم آبادی، ۱۲۲۲ھ ۔ تحقیق: عبد الرحمن محمد عثمان۔ مجلدات: ۱۴، سن اشاعت: ۱۴۲۱ھ، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت ۔

....

(ف)

۱۱۱۔ الفتاوی الحدیثۃ(معہ حاشیہ کتاب ''الدررالمنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ''مولفہ جلال الدین سیوطی)

مولف: شھاب الدین احمد بن محمد بن علی حجر مکی ہیثمی ، ۹۷۳ھ۔مجلد۱، کل صفحات ، ۲۴۱،ناشر:دار الفکر ، بیروت ، لبنان۔

۱۱۲۔ الفتاوی

مولف: شیخ محمود شلتوت مصری (دور حاضر کے عالم اہل سنت) مجلدات: ۱، سولھواں ایڈیشن ، ۱۹۹۱ء،ناشر: دارالشروق ،مصر۔

۱۱۳۔ فتحا لباری ،شرح صحیح بخاری

مولف : ابن حجر عسقلانی شافعی، ۸۵۲ھ۔مجلدات : ۱۳ ، دوسرا ایڈیشن ، مطبوعہ : دار المعرفۃ، بیروت، لبنان ۔

۱۱۴۔ فتح المجید شرح کتاب التوحید

مولف: شیخ عبد الرحمن ۔مجلدات : ۱،سن اشاعت : ۱۲۵۸ ھ ، مطبوعہ: قاہرہ، مصر۔

۱۱۵۔ فتح المنعم شرح زاد المسلم فیما اتفق علیہ البخاری و مسلم

مولف : محمد حبیب اللہ المشہور بہ ما یابی، ۱۳۶۳ھ۔

۱۱۶۔ الفرق بین الفرق و بیان الفرقۃ الناجیۃ

مولف: عبد القاہر بن طاہر بن عبد البغدادی اسفرائینی متوفی، ۴۲۹ھ۔ تحقیق : محمد محی الدین ۔مجلد ۱ ،ناشر: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان ۔

۱۱۷۔ الفصول المھمۃ فی تالیف الامۃ

مولف: علامہ فیں سعید شرف الدین۔ چھٹا ایڈیشن، مطبوعہ طہران ۔

۱۱۸۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ(اس کتاب کے ساتھ '' مذھب اہل البیت ''نامی کتاب بھی شائع ہوئی ہےجس کے مولف ؛ سید محمد غروی ہیں)۔

مولف: الشیخ عبد الرحمن الجزیری(دور حاضر کے عالم اہل سنت)مجلدات : ۵ ،سن اشاعت : ۱۴۱۹ ھ، ۔ ۱۹۹۸ ء ، ناشر: دار الثقلین ، بیروت ، لبنان ۔

۱۱۹۔ الفہرست

مولف : ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی، ۴۶۰ھ ۔ تحقیق : موسسۃ نشر الفقاہۃ، شیخ جواد القیومی ۔ مجلدات : ۱، سن اشاعت : ۱۴۱۷ ھ ، پھلا ایڈیشن ، ناشر : موسسۃ نشر الفقاہۃ، قم ایران ۔

....

(ک)

۱۲۰ ۔ الکامل فی التاریخ (مشھور بہ تاریخ کامل)

مولف : ابن اثیر عزالدین ابو الحسن علی بن محمد ، ۶۳۰ھ ۔ تحقیق : ابو الفداء عبد اللہ قاضی ۔ مجلدات : ۱۰ ، سن اشاعت : ۱۴۱۵ ھ ، ۱۹۹۵ ء ،دوسرا ایڈیشن، ناشر : دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۱۲۱ ۔ کتاب سلیم بن قیس

مولف: سلیم بن قیس ھلالی، ۹۰ھ ۔ تحقیق : شیخ محمد باقر انصاری، زنجانی خوئینی۔ مجلد ۱، مطبوعہ: قم ،ایران۔

۱۲۲ ۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون

مولف: مصطفی بن عبد اللہ قسطنطینی رومی حنفی (المشھور بہ حاجی خلیفہ و کاتب چلبی) متوفی ۱۰۶۷ھ۔ تحقیق : ابراہیم الزیبق ۔مجلدات : ۲، سن اشاعت: ۱۴۱۳ ھ ، ۱۹۹۲ ء ، پھلا ایڈیشن ۔

۱۲۳ ۔ کفایۃ الطالب

مولف: محمد بن یوسف گنجی شافعی، ۶۵۸ھ۔ تحقیق : محمد ھادی امینی ۔مجلدات : ۱، سن اشاعت : ۱۹۹۳ ء، ناشر: شرکۃ الکتبی، بیروت ، لبنان۔

۱۲۴ ۔ کنز العمال

مولف: علاء الدین علی متقی ھندی ، متوفی، ۹۷۵ ھ، تحقیق : شیخ بکری حیانی ۔مجلدات : ۱۴، مطبوعہ : موسسۃ الرسالہ، بیروت ،لبنان۔

۱۲۵ ۔ الکنی والالقاب

مولف: مورخ و محقق کبیر مرحوم شیخ عبّاس قمی، ۱۳۵۹ھ۔ مجلدات : ۳۔

....

(ق)

۱۲۶ ۔ قبول الاخبار و معرفۃ الرجال

مولف: ابی القاسم عبد اللہ احمد بن احمد بن محمود الکعبی البلخی، ۳۱۹ھ ۔ تحقیق: ابی عمرو الحسینی بن عمر بن عبد الرحیم ۔ مجلدات: ۲، سن اشاعت: ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰ء، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۔

۱۲۷ ۔ قواعد التحدیث من فنون مصطلحا لحدیث

مولف: محمد جمال قاسمی ۔ تحقیق: محمد بہجۃ البیطار ۔ مجلدات: ۱، کل صفحات: ۴۱۵، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ، ۱۹۶۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الاحیاء الکتب العربیہ (عیسی البابی الحلبی وشرکائہ، قاہرہ، مصر ۔

۱۲۸ ۔ القول الصراح

مولف: شیخ الشریعۃ اصفہانی، تحقیق: جعفر سبح انی ۔ مطبوعہ: قم ۔

....

(ل)

۱۲۹ ۔ لسان المیزان

مولف: شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، ۸۵۲ھ ۔ مجلدات: ۷، سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ، ۱۹۷۱ء، دوسرا ایڈیشن ،ناشر: موسسہ اعلمی، بیروت، لبنان ۔

۱۳۰ ۔ اللیالی المصنوعۃ فی احادیث الموضوعۃ

مولف: علامہ جلال الدین سیوطی ۔

....

(م)

۱۳۱ المتعۃ "واثرھا فی الاصلاحا لاجتماعی"

مولف: استاد توفیق الفکیکی عراقی ۔ تحقیق: ھشام شریف ہمدر ۔ مجلد ۱ ۔ سن اشاعت: تیسرا ایڈیشن، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، ناشر : دار الاضواء، بیروت، لبنان ۔

۱۳۲ ۔ المحبر ورقۃ الاصل الخطیۃ

مولف: محمد بن حبیب بغدادی، ۲۴۵ھ ۔ مجلد ۱ ۔

۱۳۳ ۔ مروج الذھب

مولف: ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی، ۳۳۳ھ۔ تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید۔ مجلدات: ۲، سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ ۔ ۱۹۶۴ء، چوتھا ایڈیشن، ناشر: موسسہ سعادہ، مصر۔

۱۳۴۔ المراجعات

مولف: علامہ فیس سعید شرف الدین، ۱۳۷۷ھ۔ تحقیق: حسین رازی۔ مجلد: ۱، سن اشاعت: دوسرا ایڈیشن، ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۲ء، ناشر: الجمعیۃ الاسلامیۃ، بیروت۔

۱۳۵۔ مصابیحا لسنۃ

مولف: حسین بن مسعود شافعی بغوی، ۵۱۶ھ۔ مجلدات: ۴، ناشر: دار القلم، بیروت، لبنان۔

۱۳۶۔ المسندلاحمد

مولف: ابو عبداللہ احمدبن حنبل شیبانی، ۲۴۱ھ۔ مجلدات: ۴، مطبوعہ: دار صادر، بیروت، لبنان۔

۱۳۷۔ مسندطیالسی

مولف: ابو داود سلیمان طیالسی، ۲۰۴ھ۔ مجلد: ۱، مطبوعہ: دار الحدیث، بیرت۔

۱۳۸۔ المستدرک علی الصحیحین (مستدرک حاکم)

مولف: محمدبن محمد الحاکم نیشاپوری، ۴۰۵ھ، تحقیق: ڈاکٹر یوسف مرعشلی۔ مجلدات: ۴، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان۔

۱۳۹۔ المفردات فی غریب القرآن (المعروف بہ مفردات راغب)

مولف: ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفھانی، ۵۶۵ھ۔ سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، پھلا ایڈیشن۔ مجلد ۱، ناشر: دفتر نشر الکتاب، قم ایران۔

۱۴۰۔ مقدمہ ابن خلدون

مولف: عبدالرحمن بن محمد خلدون مالکی، ۸۰۸ھ۔ مجلدات: ۲، چوتھا ایڈیشن۔ مطبع: دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۱۴۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ

مولف: ابو جعفر محمدبن علی بن بابویہ صدوق، ۳۸۱ھ۔ تحقیق: علی اکبر غفاری۔ مجلدات: ۴، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: جامعۃ المدرسین، قم ایران۔

۱۴۲۔ الملل والنحل

مولف: محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر شهرستانی، ۵۴۸ھ۔ مجلدات : ۲، سن اشاعت : ۱۴۰۴ ھ ،پهلا ایڈیشن، ناشر: دار المعرفة، بیروت، لبنان ۔

۱۴۳۔ منہج الصادقین فی الزام المخالفین

مولف : ملا فتح الله کاشانی ،۔۹۷۷ ھ ۔مجلدات: ۱۰، سن اشاعت : ۱۳۴۴ ھ،ش، دوسرا ایڈیشن ،ناشر: کتابفروشی اسلامیہ ، طهران ۔

۱۴۴۔ منهاج السنة النبوية

مولف:احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی، ۷۲۸ھ۔ تحقیق : محمد رشاد سالم ۔ مجلدات : ۱۰ ،سن اشاعت: ۱۴۰۴ ھ ۔ پهلا ایڈیشن ، ناشر: موسسہ قرطبہ ریاض، سعودیہ عربیہ ۔

۱۴۵۔ الموضوعات

مولف : علی ابن جوزی، ۵۹۷ھ ۔ تحقیق : عبد الرحمن محمد عثمان ۔ مجلد ات : ۳، سن اشاعت : ۱۳۸۶ ھ ۔ناشر: محمد عبد المحسن صاحب مکتبہ سلفیہ (مدینہ منورہ)

۱۴۶۔ الموطاء

مولف : ابو عبدالله مالک بن انس ، ۱۶۹ھ۔ تحقیق : محمد فواد عبد الباقی۔ مجلدات : ۲ ، سن اشاعت : ۱۴۰۶ ھ ، پهلا ایڈشن ،مطبوعہ : دار احیاء التراث العربی ، بیروت، لبنان ۔

۱۴۷۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال

مولف: ابو عبد الله شمس الدین محمد بن احمد ذهبی دمشقی شافعی، ۷۴۸ھ۔ تحقیق : علی بجاوی ۔مجلدات : ۴، سن اشاعت : ۱۳۸۲ ھ ، پهلا ایڈیشن، ناشر: دار المعرفة، بیروت ۔

....

(ن)

۱۴۸۔ النهایہ فی غریب الحدیث

مولف : مجد الدین محمد بن محمد مشهور بہ ابن اثیر، ۶۰۶ھ۔ تحقیق : طاہر احمد زاوی و محمود محمد الطناحی۔ مجلدات : ۵، سن اشاعت : ۱۳۶۴ ھ ، مطبوعہ : موسسہ اسماعیلیان ، قم (زیراکس دار الکتب العلمیہ ، بیروت)

....

۱۴۹۔ الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعۃ

مولف: موسی جار اللہ

۱۵۰۔ وفیات الاعیان و ابناء ابناء الزمان

مولف: شمس الدین احمد بن محمد ابن ابی بکر ابن خلکان شافعی، ۶۸۱ھ۔ تحقیق: احسان عباس ۔ مجلدات: ۸، سن اشاعت: پھلا ایڈیشن، ۱۹۶۸ء، ناشر: دار الثقافۃ، بیروت۔

۱۵۱۔ ہدی الساری (مقدمہ فتح الباری)

مولف: ابن حجر عسقلانی شافعی، ۸۵۲ھ، مجلد: ۱، دوسرا ایڈیشن، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان۔

---

[165] صحیح بخاری جلد ۸ کتاب الرقاق، باب "فی الحوض" حدیث ۶۲۱۲ ۔ جلد ۹، کتاب الفتن، باب (۱) حدیث ۶۶۴۳۔ صحیح مسلم جلد ۷، کتاب الفضایل، باب "اثبات حوض نبینا ﷺ" حدیث ۲۲۹۰۔

[166] ارشاد الساری جلد ۹، کتاب الفتن، باب (۱) حدیث ۶۶۴۳۔ صفحہ ۳۴۰ ۔

[167] صحیح مسلم جلد ۱، کتاب الطھارۃ، باب "استجباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء" حدیث ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹، و دیگر طریق متعددہ۔

[168] صحیح مسلم جلد ۷، کتاب الفضایل، باب (۹) "اثبات حوض نبینا" حدیث ۲۲۹۵۔

(یہ حدیث متعدد طرق و اسناد کے ساتھ نقل کی گئی ہے)

[169] صحیح بخاری جلد ۵، کتاب المغازی، باب "غزوۃ الحدیبیۃ" حدیث ۳۹۳۷، اسد الغابۃ جلد ۱ باب الباء والراء، ب - د - ع: البراء بن عازب بن الحارث ۔ تہذیب التھذیب جلد ۱، ۴۷۸۵ (البراء) (الستۃ) ص ۴۲۵۔

نوٹ: براء بن عازب ان صحابہ میں سے ہیں جو جنگ احد اور دیگر ۱۳/ یا ۱۴/ جنگوں میں رسول ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، چنانچہ جب آپ جنگ بدر میں شریک ہونا چاہے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو کم سن ہونے کی وجہ سے منع کر دیا تھا، آپ کی وفات ۷۲ ہمیں ہوئی)۔

[170] صحیح بخاری، ج ۵، کتاب فضائل الصحابۃ، باب "مناقب عمر بن الخطاب" حدیث ۳۴۸۹۔

فہرست